کفش بردارِ غزالیٔ زماں، خویدم امام احمد رضا
مفتی محمد عبدالمجید خان سعیدی رضوی
رحیم یار خان - پاکستان

کاظمی کتب خانہ - جامعہ غوثِ اعظم، رحیم یار خان، فون: ۷۱۳۶۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الصّلوٰۃ والسّلام علیک یا شفیع المذنبین

میثم قادری

○

علّامہ غلام رسول صاحب سعیدی اور صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر صاحب کے (شرح صحیح مسلم اور رسالہ "مغفرت ذنب" میں) ترجمہ اعلیٰ حضرت تحت آیت سورۂ فتح (نمبر ۲) پر قائم کیے گئے جملہ اعتراضات کا ترکی بہ ترکی جواب اور تمام دلائل کا علمی و تحقیقی محاسبہ

○

الموسوم بہ

اَحْمَدُ الْبَیَان فِی رِضَاءِ کَنْزِ الْاِیْمَان

✿

المعروف بہ

کنز الایمان پر اعتراضات کا آپریشن

از قلم

کفش بردارِ غزالیٔ زماں، خویدمِ امام احمد رضا

مفتی محمد عبد المجید خان سعیدی رضوی

صدر مدرس و مہتمم دارالعلوم جامعہ نبویہ، ۱۰ زمیندارہ کالونی و
جامعہ غوثِ اعظم نبویہ، شاہی روڈ رحیم یار خان شہر (بہاولپور پنجاب پاکستان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب — "احمد البیان فی رضا کنز الایمان"

المعروف — کنز الایمان پر اعتراضات کا آپریشن

مصنف — مناظر اسلام محقق عصر، استاذ العلماء، قامع وہابیت، قالع غیر مقلدیت

مفتی محمد عبد المجید خان احمد سعیدی رضوی دامت برکاتہم العالیہ

تعداد — ....

مطبع — ....

تبلیغی ہدیہ — ۹۰ روپے
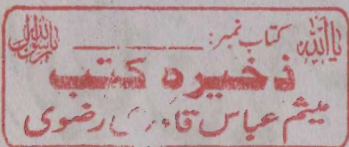
ناشر

کاظمی کتب خانہ

عقب جامعہ غوث اعظم، داتا گنج بخش روڈ رحیم یار خان

فون : ۷۱۳۶۱

انتساب

تالیفات کو اپنے کسی مرکزِ تعلق کے نام سے نسبت دینے کا ایسا رواج چل نکلا ہے کہ اسے کتاب کا حصہ گردانا جاتا ہے، فقیر بھی اسی روش پر چلتے ہوئے اپنی اس ناچیز کاوش کو اپنے شیخ المشائخ، امام العصر، فریدالدهر، شیخ العرب والعجم، جامع العلوم الآلیّة والعالیہ، حاوی الفنون الفروعیّة والاصولیّة، مقتدائے اہلِ سنّت، پیشوائے حق گویاں، سالارِ تحریکِ عشقِ مصطفیٰ (علیہ التحیّة والثناء)، محافظِ ناموسِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلیٰ صَاحِبِھَا وَسَلَّم اعلیٰ حضرت عظیم البرکة، سیّدی و سندی،

العلّامہ المفتی الحافظ القاری

الامام الشّاہ احمد رضا خان قادری فاضلِ بریلوی

قُدِّسَ سِرُّہُ الْعَزِیْز کے حضور پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

جب کہ یہ امر موقع کے بھی مطابق ہے کہ اس کا موضوع آپ ہی کے ترجمۂ قُرآن کا ایک مقام ہے۔

ع شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

مؤلف

تحسینِ بلیغ اکابرِ علماءِ اہلِ سنّت

خصوصاً نبیرۂ اعلیٰ حضرت شیخ الاسلام حضرت

مفتی محمد اختر رضا خان صاحب ازہری قادری دامت برکاتہم

(آف بریلی شریف)

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، شیخ الاسلام، حضرت علاّمہ مفتی محمد اختر رضا خان صاحب ازہری قادری دامت برکاتہم آف بریلی شریف، دسمبر ۱۹۹۸ء کو کراچی تشریف لائے تو مخدوم و محترم علاّمہ سیّد عظمت علی شاہ صاحب قادری مدّظلّہ (نائب مفتی دارالعلوم احسن البرکات، حیدر آباد) نے فقیر کی اس حقیر تألیف کا مسّودہ، حضرت کے ملاحظہ سے گزارا جسے مطالعہ فرما کر آپ نے فقیر کو نیک دُعاؤں سے نوازا اور تحسینِ بلیغ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا "واقعی عالیشان کتاب معلوم دیتی ہے"۔ دیگر اکابر نے بھی حوصلہ افزائی فرمائی (جس کی تفصیل حضرت مولانا ماسٹر عبدالعزیز خان صاحب آف حیدر آباد کے ارسال فرمودہ مکتوب میں ہے جو ریکارڈ پر محفوظ ہے)۔ جس پر فقیر ان حضرات کا تہہ دل سے ممنون و متشکر اور دعا گو ہے کہ مولیٰ تعالیٰ بطفیلِ حبیبِ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ان کے ان کلماتِ مُبارکہ کو ادعیۂ مستجابہ بنائے۔ آمین۔

عبدالمجید سعیدی رضوی بقلمہٖ
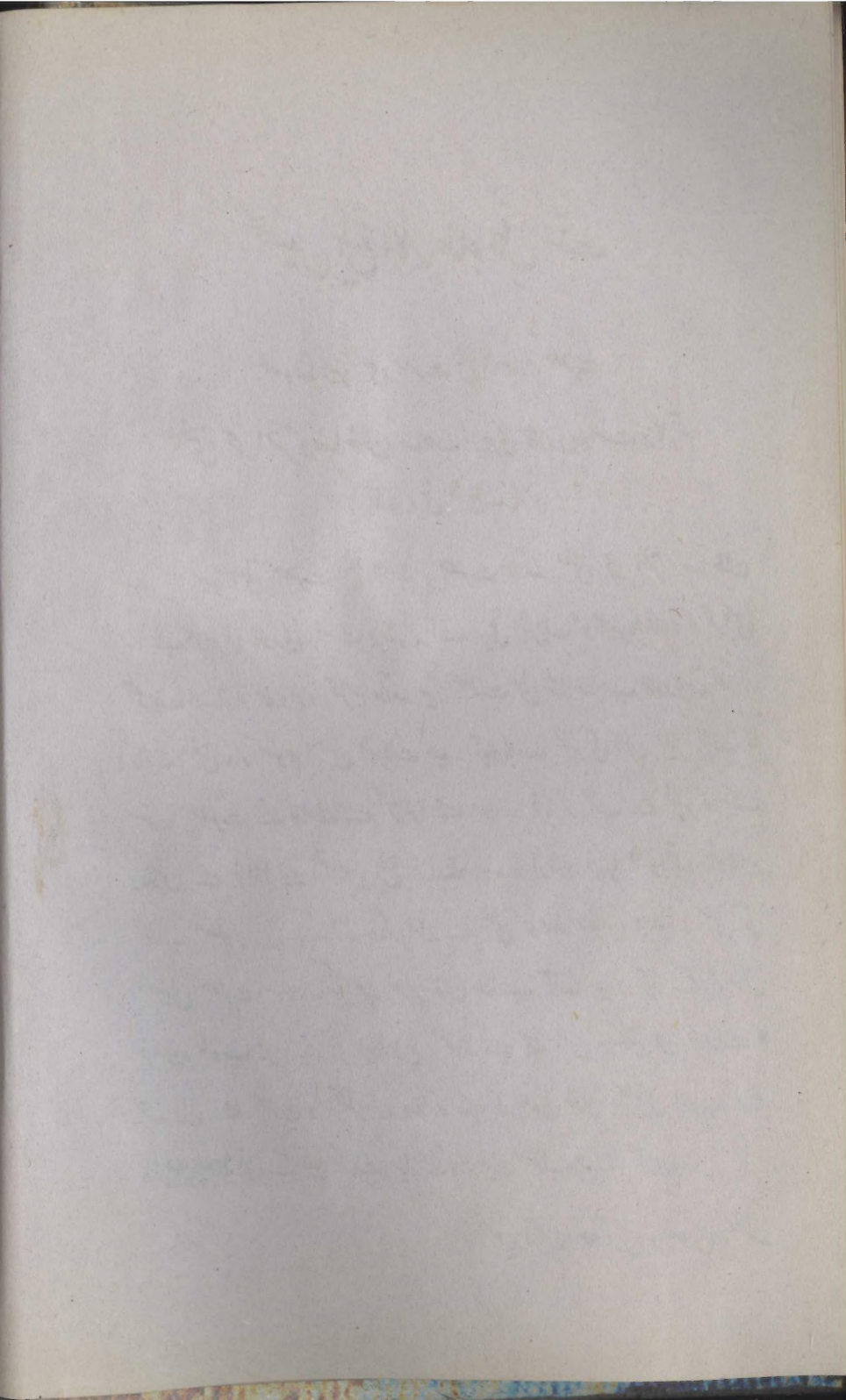
فہرست عنوانات کتاب ہذا

نمبر شمار	عنوان	صفحہ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ
وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

گزارشِ احوالِ واقعی و سببِ تالیف :-

کچھ عرصہ سے وطنِ عزیز کے مختلف گوشوں (صوبہ پنجاب اور صوبہ سندھ کے بیشتر مقامات پر اور ان میں سے بالخصوص حیدر آباد اور کراچی) میں عوامِ اہلِ سنّت میں یہ سخت ہیجان پایا جاتا اور اس امر پر بحث کا بازار گرم ہے کہ جامعہ نعیمیہ کراچی کے شیخ الحدیث علّامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے اپنی مشہور کتاب "شرح صحیح مسلم" میں، پھر ان کی اتباع میں جامعہ مجددیہ رکن الاسلام حیدر آباد شہر (سندھ) کے پرنسپل صاحبزادہ ڈاکٹر محمد زبیر نقشبندی صاحب عرف ننھّے میاں نے اپنے مذکورہ ادارہ میں "شریعت کورس" کے عنوان سے طلباء و حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے اپنے ایک لیکچر میں، قرآن مجید کی سورۂ فتح کی ابتدائی آیات کے تحت شیخ العرب والعجم، امام اہلِ سنّت، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امام احمد رضا خان فاضلِ بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ الْعَزِیْز کے ترجمۂ قرآن (کنزالایمان) میں کئے گئے ترجمہ کو چیلنج کر کے اس پر سخت چوٹ اور کڑی تنقید کرتے ہوئے اسے عقلی و نقلی دلائل کے حوالہ سے مخدوش بتایا اور نہایت درجہ غیر مبہم الفاظ میں کہا ہے کہ آیتِ ہٰذا کے تحت اعلیٰ حضرت کا یہ ترجمہ (تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ

بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے) احادیثِ صحیحہ کثیرہ کے سراسر خلاف ہے۔

نیز یہ کہ انہوں نے (مولانا غلام رسول صاحب اور صاحبزادہ موصوف نے) اس آیت کا ترجمہ بتاتے ہوئے حضور منبع نور ﷺ کی ذاتِ پاک سے "ذنب" اور "گناہ" کے لفظوں کو حقیقی نسبت دے کر بطورِ لزوم، آپ علیہ السلام کی شانِ عصمت کا انکار کیا ہے۔

اس حوالہ سے اہلیانِ حیدر آباد و کراچی کی مشترکہ کوششوں سے ایک زور دار پمفلٹ بھی شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے :۔ **"کراچی کے شیخ غلام رسول سعیدی لاہوری اور حیدر آباد کے صاحبزادے محمد زبیر نقشبندی عرف ننھے میاں سلمہ توبہ کریں"** جس کا مؤلف مولانا امان اللہ خان صاحب آف کراچی کو ظاہر کیا گیا ہے جس میں صاحبزادہ صاحب موصوف کے اس لیکچر کے ایک حصہّ کو پیش کر کے اس کے بارے میں پنجاب اور سندھ کے مختلف علماءِ اہلِ سنّت کی آراء کو جمع کیا گیا ہے جس کے بارے میں ناشرین کا کہنا ہے کہ یہ الفاظ صاحبزادہ صاحب مذکور کے اس لیکچر کی کیسٹ سے من و عن اور لفظ بہ لفظ نقل کئے گئے ہیں اور اس میں کسی قسم کی کوئی کمی بیشی نہیں کی گئی ہے۔

گزشتہ اور اس سے پیوستہ سال عزیز القدر فاضل نوجوان مولانا محمد رضاء المحسنی (سلمہٗ ربہٗ القویّ عن شر کل غویّ) حال خطیب جامع مسجد ذوالفقار ہیر آباد (حیدر آباد شہر) کے توسّط سے مجاہدِ کبیر حضرت مولانا علاّمہ عبدالرشید احمد نوری صاحب دام ظلّہٗ (وغیرہ احباب) کی دعوت پر یومِ رضا نیز جلسہ ہائے میلاد و گیارہویں شریف کے زائد از درجن پروگرامز میں حاضری کا اتفاق ہوا تو وہاں کے لوگوں کا اس بارے میں شدید تجسّس، خود مشاہدہ کیا، کوئی ایسا جلسہ نہیں تھا نہ کوئی

ایسی محفل تھی جس میں لوگوں نے بالمشافہ یا پرچیوں کے ذریعہ اس بارے میں استفسار نہ کیا ہو۔ لیکن چونکہ فقیر کو ذاتی تحقیق کے حوالہ سے اس وقت تک حقیقتِ حال کا علم نہ تھا اور یہ اندیشہ تھا کہ عین ممکن ہے کہ یہ بات کسی غیر سُنّی نے اہلِ سنّت کو محض آپس میں لڑانے کے لئے یا کسی ذاتی رنجش کا بدلہ چکاتے ہوئے ان حضرات کو بدنام کرنے کی غرض سے ذاتیاتی مخالفین نے ان کی اس موضوع کی کسی بات کو غلط رنگ دیا اور کیا کا کچھ بنا کر پیش کیا ہو جیسا کہ اس کی وباء لوگوں میں عموماً پائی جاتی ہے' اس لئے فقیر نے حسبِ ضرورت مختصر اور بعض محافل میں قدرے تفصیل سے بھی مسئول عنہما سے ان امور کی نسبت کی صحت کو مشروط کر کے محض اصولی جواب پر اکتفاء کیا جس کے ہزاروں افراد شاہد اور آڈیو اور وڈیو کیسٹس بھی گواہ ہیں۔

بہرحال اس کے بعد' بالخصوص اہالیانِ حیدر آباد کا مختلف خطوط اور سوال ناموں کے ذریعہ مسلسل مطالبہ رہا کہ میں' سعیدی صاحب موصوف اور صاحبزادہ صاحب مذکور کا ان کے کلمات اور اس اقدام کے حوالہ سے شرعی حکم' نیز "کنزالایمان شریف" میں کیے گئے اس آیت کے ترجمہ کی صحت و صداقت اور ان حضرات کے مذکورہ موقف کے بطلان کے دلائل' فتویٰ کی صورت میں اور تحریرًا بیان کروں لیکن متذکرہ بالا خدشے کے پیش نظر' میں یہ کہہ کر اسے ٹالتا رہا کہ "وہاں کے مقامی علماء ہی اس کا باہمی فیصلہ فرمالیں تو زیادہ بہتر ہو گا کیونکہ تصفیہ کی صورت میں معاملہ بالآخر پھر بھی انہی کی طرف جائے گا" مگر انہوں نے اس سے مایوسی اور اپنی کئی کوششوں کی ناکامی بیان کرتے ہوئے اس سے صاف جواب دے دیا۔ بالآخر جب ان کا اصرار اتنا بڑھا کہ ناراضگی کی شکل اختیار کر گیا' جس کا اندازہ یہاں سے لگایا جا سکتا ہے کہ بعض احباب نے اس مبنی بر حکمت تاخیر کو ازراہِ نوازش بڑے سخت الفاظ میں میری سُستی اور کاہلی سے تعبیر فرمایا' تو اپنے شعبہ کی

اہمیّت اور ذمہّ داری کے پیشِ نظر میں نے کھل کر واضح کہہ دیا کہ "صاحبزادہ صاحب موصوف کے زیرِ بحث لیکچر کی کیسٹ کو خود سنے بغیر میں ہر گز کبھی کچھ بھی لکھ کر نہیں دوں گا۔" چنانچہ انہوں نے کم و بیش عرصہ پونے دو سال کے بعد میرا یہ مطالبہ پورا کرتے ہوئے بائی ڈاک مطلوبہ کیسٹ مجھے مہیّا کی جسے فقیر نے نہ صرف پورے غور وخوض سے کئی بار سُنا بلکہ اس کا صحیح محمل متعیّن کرنے کی غرض سے اسے مکمل طور پر خُود اپنے قلم سے من و عن اور لفظ بہ لفظ، کاغذ کی زمین پر بھی منتقل کیا جس پر تقریباً چھ گھنٹے صرف ہوئے کیونکہ ایک تو آواز کی سپیڈ بہُت تیز ہے۔ دُوسرے بہُت سے مقامات نہایت مدہم اور دھیمی آواز میں ہیں جنہیں کئی کئی مرتبہ سُننا پڑا جب کہ اس کے کچُھ مقامات آواز کھسے بالکل غیر صاف ہونے کے باعث نا قابلِ فہم بھی ہیں۔ (یہ کیسٹ ہمارے پاس ریکارڈ پر محفوظ ہے۔ نیز اس کی نقل شدہ تحریر کا متن اسی کتاب ("احمد البیان") کے صفحہ نمبر ۲۵۸ سے آگے آخری حصے میں قارئین کے ملاحظہ کے لئے شامل کر دیا گیا ہے فلیلاحظ ھناک) اس ضمن میں جناب محترم ماسٹر عبدالعزیز خان صاحب کے ذریعہ صاحبزادہ صاحب سے تحریری طور پر ہونے والی مختلف علماء کی ابحاث وغیرہ کا مکمل مواد بھی موصول ہوا۔ نیز آخر میں خود صاحبزادہ صاحب کی طرف سے بائی ڈاک ان کا رسالہ "مغفرتِ ذنب" بھی ملا جس میں ان کے ایک مکتوب کی فوٹو کاپی بھی تھی جس کے ذریعہ انہوں نے فقیر سے اپنے رسالہ کے بارے میں رائے طلب کی ہے۔ جس کی رو سے گویا اب فریقین اس پر متّفق ہیں کہ اس حوالہ سے ضرور لکھوں۔

اسی طرح علاّمہ سعیدی صاحب موصوف کی کتاب "شرح صحیح مسلم" کے متعلقہ مقامات کا بھی کئی بار بغور مطالعہ کر کے ان کا مقصد سمجھنے کی غرض سے ان کے مندرجات کو ایک خاص ترتیب سے کاغذ پر مرتب کیا۔

لہٰذا مسئلۂ ہٰذا کے بارے میں اپنے مقدور بھر تحقیق و تفتیش کے بعد جس نتیجہ پر پہونچا ہوں سائلین کے پیہم اور پر زور اصرار کے باعث، محض اظہارِ حقّ اور بیانِ حقیقت کی ذمّہ داری سے عہدہ برآ ہونے، خود کو "من سئل عن علم الحدیث" کی وعید شدید سے بچانے کی غرض سے نیز اس امید پر کہ شاید میرے یہ چند الفاظ اہلِ سُنّت کے ان بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک لڑی میں پرونے کا سبب بن جائیں، غیر جانبدارانہ طور پر اس کی تفصیل پیش کی جا رہی ہے (واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی السبیل)

سائلین کے اسماءِ گرامی :۔

جن حضرات نے بالمشافہ یا بائی ڈاک خطوط اور سوالناموں کے ذریعہ اس بارے میں فقیر سے تحریر کا مطالبہ فرمایا، ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں :۔

(۱) حضرت مولانا سیّد محمّد عظمت علی شاہ صاحب مدرّس و نائب مفتی دارالعلوم احسن البرکات حیدر آباد۔

(۲) حضرت علّامہ مولانا حامد حسین صاحب قُریشی حامدی مُرید حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان صاحب بریلوی ابنِ اعلیٰ حضرت بریلوی (حیدر آباد)

(۳) حضرت مولانا حسن امام صاحب صدّیقی امام و خطیب جامع مسجد جیلانی لطیف آباد نمبر۱۰ حیدر آباد۔

(۴) حضرت مولانا علاّمہ حافظ عبدالرّشید احمد نُوری مُرید و خلیفہ حضرت مفتی اختر رضا خان صاحب بریلوی مدظلہ،۔

(۵) ماسٹر عبدالعزیز خان صاحب مرکزی نائب ناظم جماعت رضائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لطیف آباد نمبر۷ حیدر آباد۔

(۶) جناب مولانا عبدالجبّار خان صاحب رحمانی نقیب معتمد مرکزِ اہلِ سنّت

منظرِ اسلام بریلی شریف (بھارت)

(۷) مولانا مسرور احمد قادری لطیف آباد نمبر۱۱ حیدر آباد۔

(۸، ۹) سربراہان تاجدارِ مدینہ لائبریری و انجمن فیضانِ مدینہ لطیف آباد نمبر۱۱ حیدر آباد (وغیرہم) اور

(۱۰) حضرت مفتی احمد میاں برکاتی صاحب مدّظلّہ شیخ الحدیث و پرنسپل دارالعلوم احسن البرکات حیدر آباد جن کا تاکیدی مکتوب گرامی سب سے آخر میں موصول ہوا۔ (تلک عشرہ کاملۃ)

خطبہ:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصًا عَلٰی سَیِّدِہِمْ نَبِیِّنَا مُحَمَّدِ نِ الْمُصْطَفٰی وَعَلٰی اٰلِہٖ الْاَتْقِیَاءِ وَ صَحْبِہٖ اُوْلِی الصِّدْقِ وَالصَّفَاءِ وَ عَلَیْنَا مَعَہُمْ جَمِیْعًا۔ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ① لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ وَ یَہْدِیَکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ② وَّیَنْصُرَکَ اللّٰہُ نَصْرًا عَزِیْزًا ③ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ بَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشَّاہِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

"کنزالایمان" کی تغلیط کے جرم کا ارتکاب، حقیقت یا الزام؟:۔

اس بحث کے حوالہ سے قبل از جواب ہمارے قارئین، سب سے پہلے یقیناً اس امر کی حقیقت جاننا چاہیں گے کہ علاّمہ غلام رسول صاحب سعیدی آف کراچی اور صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر صاحب نقشبندی عرف ننّھے میاں

آف حیدر آباد نے زیرِ بحث آیت کے تحت کیئے گئے ترجمۂ اعلیٰ حضرت علیہ الرّحمۃ کو واقعی، غلط، مردود و غیر مقبول اور عقلی و نقلی دلائل بالخصوص احادیثِ صحیحہ کثیرہ کے خلاف اور مخدوش وغیرہ کہا بھی ہے یا یہ محض ان کو بدنام کرنے کی غرض سے ان پر ان کے کسی ذاتی یا مذہبی مخالف کا افتراء اور جھوٹا الزام ہے؟

تو اس بارے میں عرض ہے اور نہایت ہی افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ یہ ایک حقیقتِ واقعیّہ ہے کہ ان شیر بہادروں نے انتہائی جسارت کر کے متعدد مقامات پر اور ایک آدھ بار نہیں، بیسیوں مرتبہ نہ صرف یہ کہ اس جرمِ عظیم کا ارتکاب کیا ہے بلکہ وہ اسے اپنا بہت بڑا کارنامہ تصوّر کرتے ہوئے اس پر بے حد نازاں اور فرحاں بھی ہیں جس پر صاحبزادہ موصوف کی اس موضوع پر ریکارڈ کی گئی کیسٹ (جو دستاویزی ثبوت کے طور پر ہمارے پاس بھی محفوظ ہے)، نیز دونوں حضرات کی متعدّد تحریرات اس پر شاہدِ عدل ہیں جن کے منظرِ عام پر آجانے کے باعث ان کے اقتباسات کے پیش کرنے کی چنداں حاجت تو نہیں تاہم اپنے اس رسالہ کو تشنۂ تکمیل ہونے سے بچانے نیز حوالہ جات کے محفوظ کرانے کی غرض سے "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر اور بقدرِ ضرورت ان کے چند جملے ہدیۂ قارئین کیئے جاتے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں:-

علّامہ غلام رسول صاحب سعیدی کے تردیدی حوالہ جات:-

چنانچہ علّامہ غلام رسول صاحب موصوف نے امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس ترجمہ پر، چوٹ کرتے ہوئے لکھا ہے:- (۱) "لیکن یہ تفسیر احادیثِ صحیحہ کے خلاف ہے اور عقلاً بھی مخدوش ہے" اھ ملاحظہ ہو:- شرح صحیح مسلم ج ۳، صفحہ ۹۸، طبع فرید بک سٹال لاہور۔

نیز اسی میں اسی صفحہ پر مرقوم ہے:- (۲) "اس آیت سے امت کی

مغفرت مراد لینا صحیح نہیں" اھ

نیز اسی میں صفحہ نمبر ۱۰۰ پر ہے :۔ (۳) " نیز اس تفسیر پر عقلی خدشات بھی ہیں " اھ۔

علاوہ ازیں اسی کے جلد ششم کے صفحہ نمبر ۶۹۱ میں اس کے متعلق لکھا ہے :۔ (۴) " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح اور صریح احادیث کے برعکس " اھ۔

نیز اسی میں صفحہ نمبر ۶۹۱ اور صفحہ نمبر ۶۹۴ میں ہے :۔ (۵) " یہ ترجمہ صحیح نہیں تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور پچھلوں کے " اھ۔

نیز اسی میں صفحہ نمبر ۶۹۴ پر ہے : (۶) " اس ترجمہ کے غلط ہونے کی سب سے واضح دلیل " اھ ملخصاً۔

علاوہ ازیں اسی کی جلد ہفتم کے صفحہ نمبر ۳۲۴، صفحہ ۳۲۵ میں ہے :۔ (۷) " ہمارے نزدیک یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ ترجمہ لغت، اطلاقاتِ قرآن، نظمِ قرآن اور احادیثِ صحیحہ کے خلاف ہے اور اس پر عقلی خدشات اور ایرادات بھی ہیں " اھ۔

نیز اسی میں صفحہ نمبر ۳۴۶ پر ہے :۔ (۸) " جس ترجمہ میں مغفرت کا تعلق اگلوں اور پچھلوں کے ساتھ کیا گیا ہے، وہ لغت، قرآن مجید کی بکثرت آیات میں انبیاء علیہم السّلام کے ساتھ مغفرت کے تعلق، نظمِ قرآن، احادیث، آثار اور فقہاءِ اسلام کی تصریحات کے خلاف ہے اھ۔

نیز اسی کے اسی جلد میں صفحہ نمبر ۳۲۵ پر ہے :۔ (۹) " ہمارے نزدیک اللہ کی بیان کردہ اضافت کے خلاف اس آیت میں اگلوں اور پچھلوں کے گناہ مراد لینا صحیح نہیں ہے " اھ۔

صاحبزادہ "صاحب" کے تردیدی حوالہ جات :۔

صاحبزادہ "صاحب" کی اس موضوع پر ریکارڈ کی گئی کیسٹ میں زیر بحث ترجمۂ اعلیٰ حضرت کے متعلق ان کے یہ جملے موجود ہیں جو انہوں نے کئی بار دہرائے ہیں کہ (۱) "یہ صحیح نہیں" نیز (۲) "یہ معنیٰ حدیث کے خلاف ہے" نیز اسی میں ان کے لفظ ہیں :۔ (۳) "ایک اور معنیٰ ہیں جو حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ترجمۂ قرآن پاک کے اندر بیان کئے ہیں" الخ۔

نیز اس بارے میں ان کے تحریر کردہ ایک بیان کے صفحہ نمبر ا پر ہے :۔
(۴) "یہ جواب صحیح نہیں" اھ۔

نیز اسی میں صفحہ نمبر ۲ پر ہے :۔ (۵) "یہ تفسیر احادیثِ صحیحہ کے خلاف ہے اور عقلاً بھی مخدوش ہے" اھ۔

نیز اسی میں صفحہ نمبر ۳ پر کئی بار مرقوم ہے :۔ (۶) یہ معنیٰ حدیث کے خلاف ہے" اھ۔

نیز اسی کے صفحہ نمبر ۴ پر ہے :۔ (۷) "یہ معنیٰ لینے حدیث کے بھی خلاف ہیں اور عقل کے بھی خلاف" اھ۔

نوٹ :۔

صاحبزادہ موصوف کا یہ بیان مورخہ ۲۶ اگست ۱۹۹۷ء کا تحریر کردہ ہے جس کی فوٹو کاپی ریکارڈ پر محفوظ ہے۔

علاوہ ازیں انہوں نے حال ہی میں "مغفرتِ ذنب" کے عنوان سے اس موضوع پر جو اپنا ایک (دو سطریں زائد اٹھاون صفحات کا) رسالہ شائع کیا ہے، ویسے تو وہ اوّل سے آخر تک مکمل طور پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے اس ترجمہ

کے خلاف ہونے کے باعث مانحن فیہ کی واضح دلیل ہے تاہم اس کے بعض
مخصوص جملے عنوانِ ہٰذا سے صریحًا تعلّق رکھتے ہیں، اس لیئے انہیں بھی قارئین
کی عدالت میں رکھ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی کے صفحہ نمبر۶ پر ہے
:۔ (۸) " حدیث کے صریح خلاف " اھ۔ نیز (۹) " کئی احادیث کے یہ ترجمہ
خلاف ہے " اھ۔ نیز (۱۰) " ترجمہ اور حدیث آپس میں ایک دوسرے کے منافی
ہیں اس لیئے ان دونوں میں سے کوئی ایک صحیح ہو گا " اھ۔

نیز اسی میں صفحہ نمبر۹ پر لکھا ہے:۔ (۱۱) " یہ قول صریح احادیث کے
خلاف ہے " اھ۔

نیز (۱۲) " یہ معنیٰ صریح احادیث کے خلاف ہیں "۔

نیز اسی میں صفحہ نمبر۲۰ پر کئی بار مرقوم ہے :۔ (۱۳) " قول ضعیف اور
غیر مقبول، غیر صحیح، بعید، صحیح احادیث کے صریح خلاف ہے " اھ ملخصًا بلفظہٖ۔

نیز صفحہ نمبر۲۸ پر کئی بار مرقوم ہے :۔ (۱۴) " غیر مقبول، مردود، ضعیف،
بعید، غیر حسن، حدیث کے خلاف، غلط، حدیث شفاعت کے بھی منافی ہے اھ ملخصًا
بلفظہٖ۔

نیز صفحہ نمبر۲۹ پر ہے :۔ (۱۵) " یہاں اُمّت کی مغفرت مُراد لینا کئی
وجوہات کی بناء پر درست اور صحیح نہیں بنتا " اھ (مؤیّد)

نیز صفحہ نمبر۳۰ پر ہے :۔ " اس آیت مبارکہ میں امّت کی مغفرت مراد لینا
اس حدیثِ شفاعت کے بھی خلاف ہے " اھ

نیز اسی میں اسی صفحہ پر ہے :۔ (۱۷) " غیر صحیح اور ضعیف " اھ۔

نیز صفحہ نمبر۳۳ پر ہے :۔ (۱۸) " مردود غیر صحیح غیر مقبول " اھ

نیز اسی میں صفحہ نمبر۳۴ پر ہے :۔ (۱۹) " ضعیف اور غیر مقبول " اھ

نیز صفحہ نمبر۷۴ پر ہے :۔ (۲۰) " آیتِ مبارکہ " لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا

تَقَدَّمَ" میں اگلوں اور پچھلوں کے گناہوں کی مغفرت مراد لینا یہ نقلی اور عقلی طور پر درست نہیں بلکہ متعدد صحیح احادیث کے صریح خلاف ہے اھ۔

خلاصۂ کلام :۔

خلاصۂ کلام یہ کہ یہ کسی کا کوئی الزام نہیں بلکہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ علّامہ صاحب اور صاحبزادہ صاحب (موصوفین) نے زیرِ بحث ترجمۂ اعلیٰ حضرت کی تغلیط کے جُرم کا ارتکاب کر کے اپنا نام تاریخ میں رقم کرایا ہے اور اس ضمن میں اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ کو معاذاللہ لاعلم و محرّف وغیرہ قرار دے کر آپ کی شدید توہین اور سخت بے ادبی کی ہے۔

اعلیٰ حضرت پر الزامِ تحریف :۔

پھر انہوں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ پُوری بہادری کے ساتھ، اعلیٰ حضرت کے اس ترجمہ کو کئی پیراؤں میں آپ کا تفرّد اور تحریف اور آپ کو اس حوالہ سے متفرّد اور محرّف کہنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ جیسا کہ گزشتہ سطور میں (صفحہ نمبر۳۲ پر) نقل کردہ، علّامہ غلام رسول صاحب کی عبارت نمبر۷، نمبر۸ اور نمبر۹ سے نیز (صفحہ ۳۳-۳۴ پر) صاحبزادہ صاحب کی منقولہ عبارت نمبر۳ اور نمبر۲۰ سے واضح ہے۔

علاوہ ازیں صاحبزادہ صاحب نے اپنے ایک اور تحریری بیان میں یہ باور کرانے کی مذموم کوشش کی ہے کہ جو ترجمہ وہ خود کر رہے ہیں، اس پر، "صحابۂ کرام، علماءِ متقدّمین و متاخّرین، مفسّرین و محدّثین سب کا اتفاق ہے" اھ ملخصاً بلفظہ۔ ملاحظہ ہو (صفحہ نمبر۹)

نیز اسی میں (صفحہ نمبر۳ پر) ہے :۔ "اس ترجمہ اور جواب میں امّت کا

لفظ اپنی طرف سے محذوف مان کر ذنب کی نسبت اس کی طرف دی گئی ہے" اھ بلفظہ۔

اگر یہ ان کا الزام تحریف نہیں تو آخر تحریف ہوتی کیا ہے اور اس کی حدود اربعہ کیا ہیں؟ اور جو ترجمہ، قرآنی آیات، احادیثِ صحیحہ کثیرہ، لغت اور صحابہ و تابعین نیز مفسرین و محدثین اور فقہاء و مجتہدین کی تصریحات (الغرض عقل و نقل) کے خلاف اور ان سب کے اجماع و اتفاق سے غلط ہو، کیا اسے تحریف کے علاوہ کوئی اور نام بھی دیا جا سکتا ہے؟

؎ آپ ہی .... ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

قائلین و مؤیدین "گستاخِ رسول" کافر اور اہلِ سنّت سے خارج

بلکہ صاحبزادہ صاحب نے محض انانیت پر اتر کر، اپنے اصل پیشرو (علامہ غلام رسول موصوف) کو چند قدم پیچھے چھوڑتے ہوئے اور علم و ادب کی تمام حدیں پھلانگ کر اپنے حالیہ رسالہ "مغفرتِ ذنب" میں امامِ اہلِ سنّت کے اس ترجمہ کے قائلین و مؤیدین کو اہلِ سنّت و جماعت سے خارج، کافر اور گستاخ رسول قرار دینے کا عظیم کارنامہ بھی سرانجام دے دیا ہے۔

چنانچہ انہوں نے اپنے اسی رسالہ میں متعدد مقامات پر اس کے قائلین و مؤیدین کو "نیا" اور "خطرناک فرقہ" قرار دیا ہے جو انکا انہیں خارج از اہلِ سنّت قرار دینے کے مترادف ہے۔ ملاحظہ ہو:۔ صفحہ نمبر (۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۱۲، ۱۳) بلکہ اس امر کی صراحت بھی کر دی ہے کہ یہ فرقہ مرزائیوں، خارجیوں اور پرویزیوں جیسا خطرناک ہے چنانچہ صفحہ نمبر ۳ پر "پیش لفظ" کے عنوان کے تحت بعد خطبہ چھوٹتے ہی لکھا ہے:۔ "ہندو پاک میں جہاں قادیانیت، خارجیت، پرویزیت جیسے

نئے نئے فرقے پیدا ہوئے وہاں ایک اور خطرناک نئے فرقے کی بنیاد ڈالی جا رہی ہے اور جس طرح بعض فرقوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عظمت کی آڑ میں اس کے پیارے نبیوں کی گستاخیاں کیں اسی سے ملتا جلتا طریقہ اس نئے فرقے میں بھی اختیار کیا جا رہا ہے" اھ۔

عبارت ہٰذا اپنے مفہوم میں روزِ روشن کی طرح واضح ہے جو قطعاً محتاجِ بیان نہیں البتّہ صاحبزادہ صاحب کا اپنی اس عبارت میں " قادیانیّت "" خارجیّت " اور " پرویزیّت " کو متعلقہ باطل فرقوں کے عقائد سے تعبیر کرنے کی بجائے "نئے نئے فرقے" کہنا ان کی کمالِ علمی اور کہنہ مشقی نہیں تو اعلیٰ حضرت کی بے ادبی کا نتیجہ ضرور ہے۔ پھر وہابیّہ کی روشِ پر چلتے ہوئے ان پر یہ جھوٹا الزام بھی رکھ دیا ہے کہ وہ معاذاللہ ثم معاذاللہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو نبیوں ولیوں بلکہ خود حضور امام الانبیاء ﷺ سے بھی بڑھ کر سمجھتے ہیں ۔ فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی۔

چنانچہ صفحہ نمبر۶ پر لکھا ہے:۔

" اس فرقے کا دوسرہ عقیدہ جو ان کی باتوں سے پتہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی کا مرتبہ حضور اکرم ﷺ سے بڑھ کر ہے" اھ بلفظہٖ۔

اسی طرح اسی کے صفحہ نمبر۶، صفحہ نمبر۴۸ اور صفحہ نمبر۵۰ پر بھی ہے۔ علاوہ ازیں رسالہ ہٰذا کے صفحہ نمبر۲۸ پر ترجمۂ ہٰذا کو " حضور کی شان کم کرنے والا " اور صفحہ نمبر۷ پر اسے توہینِ رسالت کہا ہے۔ و لفظہٗ۔ " ستم بالائے ستم یہ کہ اس توہینِ رسالت کو محبّتِ رسول اور عشقِ رسول کا نام دیا جاتا ہے" اھ بلفظہٖ۔

نیز صفحہ نمبر۴ پر ترجمۂ ہٰذا کی تائید کو " ملحدانہ فتویٰ "۔ صفحہ نمبر۵ پر " کافرانہ اور ملحدانہ " صفحہ نمبر۲۴ پر صحابہ کے عقیدہ نظریّہ اور حدیث کے معنیٰ و

مفہوم کی صریح مخالفت " اور صفحہ نمبر ۵۰ پر اسے معاذاللہ ثم معاذاللہ " اعلیٰ حضرت سے ' اندھی اور کافرانہ عقیدت " قرار دیا ہے۔

نیز انہوں نے ترجمہ ہٰذا کے حامیوں پر سخت چوٹ کر کے انہیں مجنون' بے عقل اور پاگل قرار دیتے ہوئے کہا ہے:

" فقیر یہی عرض کر سکتا ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ملاحظہ ہو:۔ ("مغفرتِ ذنب" صفحہ نمبر ۴۸ طبع حیدر آباد) ولا حول ولاقوۃ الا باللہ۔

صاحبزادہ صاحب کی توجّہ کے لیئے:۔

صاحبزادہ صاحب موصوف نے معارضہ بالقلب سے کام لیتے ہوئے ترجمۂ اعلیٰ حضرت کے مؤیّدین کو سخت عیّاری سے ایک نئے فرقے کا عنوان دے کر لفظوں کے چکّر اور ہیرا پھیری سے اپنی طرف سے بنا کر یہ عقیدہ بھی ان کے سر منڈھ دیا ہے کہ وہ معاذاللہ امامِ اہلِ سنّت کو حضور امام الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء سے بڑھ کر مانتے ہیں (کما مرّ) جو قطعاً سچ نہیں۔ موصوف قیامت کے بھیانک منظر' خدا کی پیشی' بارگاہِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حاضری کو سامنے اور قرآن پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ کیا ان کا یہ دعویٰ محض جواب برائے جواب اور مکابرہ و مظاہرہ نہیں؟ اگر اس میں صداقت ہے تو بتائیں ایسا گستاخ کہاں ہے؟

رسول اللہ ﷺ سے لفظِ "گناہ" کو نسبت دینے کے قصہ کی صحیح صورت حال:

علامہ صاحب اور نسبتِ لفظِ "گناہ":۔

علامہ صاحب موصوف حسبِ تفصیل مذکور، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے زیرِ بحث ترجمہ کی تغلیط کے جُرم میں تو ملوّث ہیں لیکن مبحث فیہ آیت سمیت کسی بھی مقام پر لفظِ "ذنب" کا ترجمہ "گناہ" کر کے اسے رسول اللہ ﷺ سے نسبت دینے کے جواز کے قطعاً قائل نہیں بلکہ وُہ اس کے سخت مخالف ہیں اس لئے ان جیسے مقامات پر انہوں نے نہایت درجہ محتاط رویّہ اختیار کرتے ہوئے لفظِ "ذنب" کا ترجمہ "خلاف اولیٰ کاموں" سے کیا یا پھر اسی لفظ کو دُہرا کر اسے بلا ترجمہ چھوڑ دیا ہے۔ چنانچہ "شرح صحیح مسلم" جلد ۳ میں (صفحہ نمبر ۸ پر) ایک روایت کا ترجمہ کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے:۔

"لاریب اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے اھ بلفظہٖ۔ اسی طرح اسی کے صفحہ نمبر ۹۸، ۹۹، ۱۰۰ نیز اس کے جلد ششم میں (صفحہ نمبر ۶۹۲ پر) بھی ہے۔

نیز اس کے جلد ۶ صفحہ نمبر ۶۸۶ میں لکھا ہے:۔ "تاکہ اللہ آپ کے لئے آپ کے اگلے اور پچھلے (بہ ظاہر) خلاف اولیٰ سب کام معاف فرما دے" اھ بلفظہٖ۔

"ذنب" کا معنیٰ "گناہ" کرنے پر علامہ صاحب کی تنبیہ:۔

پھر انہوں نے صرف اسی پر بس نہیں کی بلکہ نہایت درجہ صراحت کے ساتھ اور غیر مبہم الفاظ میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ

سے قائل ہیں۔ جس کی مزید وضاحت ان کی اس عبارت سے پوری ہوتی ہے کہ :۔

"نبی ﷺ معصوم ہیں۔ نبوّت سے پہلے اور نبوّت کے بعد سہوًا یا عمدًا صغیرہ یا کبیرہ آپ سے کبھی کوئی گناہ صادر نہیں ہوا نہ حقیقۃً نہ صورۃً" اھ بلفظہٖ۔ ملاحظہ ہو :۔ ("شرح مسلم"، جلد ۶، صفحہ نمبر ۶۹۶، ۶۹۷)

اسی کی مانند اسی کے جلد ہفتم صفحہ نمبر ۳۰۷ میں (نیز اس کی دیگر مجلّدات کے کئی مقامات پر) بھی ہے۔

علّامہ صاحب پر صاحبزادہ وغیرہ کا افتراء :۔

لہٰذا علّامہ صاحبزادہ محمد زبیر صاحب کا اپنے اس موضوع پر دیئے گئے لیکچر کی کیسٹ میں نیز کراچی کے ابو نعمان امان اللہ خان صاحب کا اپنے رسالہ "توبہ کریں" کے ٹائیٹل پیج میں یہ تاثر دینا کہ علّامہ صاحب نے رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے "گناہ" یا "گناہ گار" کے لفظوں کو نسبت دی اور اس حوالہ سے انہوں نے آپ کی عصمت کا انکار کیا ہے، ان کا علّامہ موصوف پر سخت افتراء، کذبِ مبین اور بہتانِ عظیم ہے جس کے وہ دنیاء و آخرت میں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ و جلّ جلالہٗ)، اسلام اور اہلِ اسلام کے جواب دِہ ہیں۔ جس کے جھوٹ ہونے کے لئے صرف اتنا بھی کافی ہے کہ امان اللہ خان صاحب موصوف نے اپنے اس رسالہ میں صاحبزادہ موصوف کے نقل کردہ متنازع فیہ لیکچر کے بعض مقامات پر حواشی بھی لکھے ہیں اور جہاں جہاں صاحبزادہ نے علّامہ موصوف کے حوالہ سے یہ کہا ہے انہوں نے بھی لفظِ "گناہ" کو حضور ﷺ سے نسبت دی ہے، موصوف ابو نعمان صاحب نے حاشیہ میں صراحت کے ساتھ اس کی تردید کر دی ہے۔ چنانچہ اس کے صفحہ نمبر ۷ میں حاشیہ نمبر ۲ پر لکھا ہے :۔

"سعیدی نے ایسا نہیں لکھا" اھ بلفظہٖ۔

نیز صفحہ نمبر۹ میں حاشیہ نمبر۴، ۸ میں ہے :۔ " غلام رسول سعیدی نے ایسا نہیں لکھا " اھ بلفظہٖ۔

ع ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہئے ؟؟؟

اسی طرح صاحبزادہ صاحب کا اپنی اس کیسٹ میں علاّمہ صاحب کے بارے میں یہ کہنا بھی جھوٹ ہے کہ :۔ " انہوں نے یہ استنباط کیا ہے، مولانا غلام رسول سعیدی صاحب نے، وہ استنباط ان کا یہ ہے کہ صاحب، صحابۂ کرام یہ فرما رہے ہیں اے محبوب آپ عبادت نہ کریں، اللہ نے آپ کے گناہ معاف کر دیئے ہیں، بچّے کے سامنے بھی اگر آپ یہ بات رکھیں تو وہ یہی کہے گا کہ صاحب، صحابۂ کرام یہی سمجھ رہے تھے کہ حضور علیہ السّلام کے گناہ معاف ہوئے ہیں " اھ بلفظہٖ۔ نیز ملاحظہ ہو رسالہ (" توبہ کریں ") صفحہ نمبر۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، طبع لانڈھی کراچی، جس کے جُھوٹ اور بہتان ہونے کے لئے اتنا بھی کافی ہے کہ صاحبزادہ موصوف نے علاّمہ صاحب سے اس بات کو منسوب کرتے ہوئے ثبوت کے لئے ان کی کتاب " شرح صحیح مسلم " جلد سوم کا نام لیا ہے۔ جب کہ اس کی یہ جلد تو کجا اس کے کسی جلد میں کسی ایک مقام پر بھی اُس کا کوئی نشان پتہ نہیں ملتا۔ ذرّہ بھر بھی اس میں صداقت ہے تو صاحبزادہ صاحب یہ حوالہ ثابت کر کے دکھائیں اور منہ مانگا انعام پائیں۔

دفعِ دخلِ مقدّر :۔

" شرح صحیح مسلم " جلد ۷، صفحہ نمبر ۳۲۵ میں ہے :۔ " ہمارے نزدیک اللہ کی بیان کردہ اضافت کے خلاف اس آیت میں اگلوں اور پچھلوں کے گناہ مراد لینا صحیح نہیں ہے " اھ بلفظہٖ۔

عبارتِ ہٰذا کو بطورِ مفہومِ مخالف رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت گناہ کے جواز کی دلیل نہ بنایا جائے کیونکہ اوّلاً یہ لفظ حکائی ہیں ثانیاً یہ بھی نہ ہو تو "قیدِ گناہ" اتفاقی ہے احترازی نہیں جس کی دلیل علّامہ کی منقولہ بالا عبارات ہیں جن میں اس کی نسبت کے عدم جواز نیز "عصمت" کے لازم ہونے کی تصریح موجود ہے فقط۔

صاحبزادہ صاحب اور نسبتِ لفظِ "گناہ":۔

البتّہ صاحبزادہ صاحب موصوف کے بارے میں یہ بات ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ انتہائی بے باکی سے زیرِ بحث آیت اور اس مضمون کی روایات میں مذکور لفظ "ذنب" کا ترجمہ "گناہ" کیا ہے' بڑی جسارت سے کچّے ذہن کے حامل طلباء اور عوام کالانعام کے سامنے اور مجمع عام میں اسے کئی بار رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے نسبت بھی دی ہے بلکہ اس دوران اس پر بعض حاضرین نے اعتراض کیا تو انہوں نے اسے انا کا مسئلہ بناتے ہوئے اپنے اس رویہ کو درست ثابت کرنے کی سعیِ مذموم بھی کی جس پر وہ تاحال قائم اور بضدّ ہیں جیسا کہ ان کی کیسٹ اور دیگر کئی تحریرات کے علاوہ ان کے تازہ ترین رسالہ "مغفرتِ ذنب" میں بھی ہے۔ چنانچہ کیسٹ میں ان کے لفظ ہیں :۔ "آپ کے تو اللہ تعالیٰ نے سارے گناہ معاف کر دیئے ہیں" اھ۔ ملاحظہ ہو اسی کتاب کا صفحہ نمبر ۲۹ کیسٹ سے نقل شدہ تقریر کا متن نیز "اللہ نے آپ کے گناہ معاف کر دیئے ہیں" اھ۔ ملاحظہ ہو صفحہ نمبر ۲۹۔ نیز "آپ کے تو اللہ تعالیٰ نے گناہ معاف کر دیئے ہیں صحابہ کہہ رہے ہیں اور حضور ﷺ اس بات کی تائید کر رہے ہیں ہاں واقعی یہ بات تو صحیح ہے"۔ اھ۔ ملاحظہ ہو صفحہ نمبر ۲۹،۲۹۸۔ نیز "صحابہ کی نظر میں " لیغفر لک " کا مطلب یہ تھا کہ اللہ نے آپ کے گناہ

معاف کئے ہیں اور حضور بھی اس بات کو تسلیم کر رہے ہیں اور حضور بھی یہ فرما رہے تھے ہاں یہ تمہارا سمجھنا بالکل صحیح ہے " اھ۔ ملاحظہ ہو صفحہ نمبر۲۹۸۔ نیز کہا :۔ "اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور کے گناہ معاف کئے ہیں"۔ اھ ۔ اور نیز " صحابہ بھی سمجھ رہے ہیں کہ حضور کے گناہ معاف کئے ہیں اور حضور بھی یہ فرما رہے ہیں ہاں میرے گناہ معاف ہوئے ہیں"۔ اھ ملاحظہ ہو صفحہ نمبر.... نیز "اللہ نے آپ کے سارے گناہ معاف کر دیئے ہیں"۔ نیز کہا:۔ "یا رسول اللہ ہم تو گناہگار ہیں اللہ نے آپ کے گناہ معاف کر دیئے ہیں"۔ اھ۔ ملاحظہ ہو۔ ۲۹۹ ۔ نیز کہا :۔ "اللہ نے آپ کے گناہ معاف کر دیئے ہیں"۔ اھ۔ ملاحظہ ہو صفحہ نمبر۳۰۰

نیز کہا "اللہ حضور کی شان بیان ..... فرما رہا ہے کہ ..... میں نے آپ کے سارے گناہوں کو معاف فرما دیا ہے"۔ اھ۔ ملاحظہ ہو صفحہ نمبر۳۰۰۔ نیز کہا "اللہ نے آپ کے گناہ معاف کر دیئے ہیں بچّے کے سامنے بھی اگر یہ بات رکھیں گے تو وہ کہے گا کہ صاحب، صحابہ یہ سمجھ رہے تھے کہ حضورِ اکرم علیہ السلام کے گناہ معاف ہوئے"۔ اھ۔ ملاحظہ ہو صفحہ نمبر۳۰۳

نیز حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو : رسالہ ("توبہ کریں" صفحہ ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱ طبع لانڈھی کراچی مطبوعہ ۲ جنوری ۱۹۹۳ء) اسی طرح انہوں نے اس کے بعد جو دو تحریریں اس موضوع پر لکھی ہیں ان میں سے پہلی تحریر کے صفحہ ۱۰ اور دوسری کے صفحہ ۳ پر بھی ہے جو ریکارڈ پر محفوظ ہیں۔ نیز ملاحظہ ہو ان کا رسالہ ("مغفرتِ ذنب" صفحہ ۳۹ تا ۴۸ طبع حیدر آباد)۔

گناہ سے مراد؟ :۔

صاحب زادہ موصوف نے اپنے اس لیکچر کے اوائل نیز اس کے ضمن میں کئی بار، نیز اپنی کئی تحریرات میں اس کی بھی وضاحت کر دی ہے کہ یہاں لفظ

''گناہ'' سے ان کی مراد، بمعنی معروف' گناہ ہرگز نہیں بلکہ وہ اس مقام پر ''خلافِ اولیٰ''، '' ترکِ افضل '' کے معنیٰ میں اور '' حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّاٰتُ الْمُقَرَّبِیْنَ '' کے قبیل سے نیز حضورِ اقدس ﷺ کے شایانِ شان اور آپ کے مقام کے مطابق ہے جسے آپ اپنی ذاتِ عالی کے لحاظ سے محض اظہارِ عبودیّت اور تواضع کے لیئے گناہ تصوّر فرماتے تھے اور وہ حقیقت میں قطعاً گناہ نہیں۔ چنانچہ ان کے اسی لیکچر کی کیسٹ میں نہایت صراحت کے ساتھ ان کے لفظ ہیں۔

''اس سے کوئی گناہ مراد نہیں کہ معاذ اللہ حضور نے کوئی معاذ اللہ جھوٹ بولا تھا یا کوئی اور بڑا گناہ کیا تھا نہیں وہ اللہ کی عبادت کا جو حق ادا نہ کر سکے تو اس پہ فرمایا گیا کہ میں نے وہ بھی معاف کر دیئے ہیں' یہ مراد ہے۔ اھ ملاحظہ ہو صفحہ نمبر ۲۸۔

نیز کہا:۔ '' یہ کوئی گناہ نہیں ہے' صاحب' یہ بہت اعلیٰ مرتبہ ہے تصوف کا اور استغفار کا۔ اور اسی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے '' لیغفر لک اللّٰہ کا''۔ اھ۔
نیز ''گناہ پر استغفار نہیں بلکہ جو حضور کا اعلیٰ مرتبہ ہے کہ جس اعلیٰ مرتبے کے اندر وہ اللہ کا دیدار نہیں کر سکے اس کو بھی وہ گناہ تصوّر کر رہے ہیں کہ یہ میرے ذات کے لحاظ سے میرے رتبے کے لحاظ سے گناہ ہے''۔ اھ۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۸۸

نیز:۔ ''اس کا مطلب یہ نہیں کہ معاذ اللہ حضور گناہ گار تھے کہ حضور نے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کی' نہیں' حضور تو گناہوں سے بالکل معصوم تھے' ہمیں صرف سکھانے کے لیئے حضور نے بتایا کہ اس طرح استغفار پڑھا کرو' جس طرح میں استغفار پڑھتا ہوں''۔ اھ ملاحظہ ہو صفحہ نمبر ۲۹۰۔
نیز:۔ ''حالانکہ وہ گناہ نہیں ہے وہ تو ایک بڑا ایک مرتبہ تھا لیکن اعلیٰ

مرتبے کے مقابلہ میں وہ ادنیٰ مرتبہ بھی آپ کو گناہ نظر آ رہا تھا اپنی شان کے لحاظ سے"۔ اھ۔ ملاحظہ ہو صفحہ نمبر ۲۹۱

نیز:۔ "معاذ اللہ کوئی گناہ نہیں ہے جس سے حضور استغفار کر رہے ہوں"

اھ۔ ملاحظہ ہو صفحہ نمبر   نیز:۔ "حضور ﷺ معصوم ہیں اور حضور سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا لیکن استغفار جو حضور نے کیا (الیٰ) یہ اظہارِ عبودیّت کے لئے ہے"۔ اھ۔ ملاحظہ ہو صفحہ نمبر ۲۹۱۔ ۲۹۲

نیز:۔ "اس کا مطلب یہ نہیں معاذ اللہ حضور گناہ گار ہیں' اس کے یہ معنیٰ نہیں ہیں کہ معاذ اللہ حضور سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے اور حضور کے گناہ معاف کئے ہیں بلکہ یہ تو ایک عزّت کا اور تکریم کا جملہ ہے یہ"۔اھ۔ ملاحظہ ہو صفحہ نمبر ۲۹۳

نیز:۔ "اس کا مطلب یہ نہیں معاذ اللہ حضور نے گناہ کئے ہیں وہ اللہ نے معاف کئے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی گناہ نہیں ہے"۔ اھ۔ ملاحظہ ہو صفحہ نمبر ۲۹۴

اسی طرح اس موضوع پر لکھی گئی ان کی پہلی تحریر کے صفحہ ۱۶ اور آخری تحریر کے صفحہ ۱' ۲ اور ۴ پر بھی ہے جن کی فوٹو کاپیاں فقیر کے پاس ریکارڈ پر محفوظ ہیں۔

علاوہ ازیں ابو نعمان امان اللہ خان صاحب آف کراچی کے شائع کردہ پمفلٹ "توبہ کریں" کے صفحہ ۷ پر بھی صاحبزادہ موصوف کے یہ تنبیہی کلمات موجود ہیں کہ "اب گناہ کے معنیٰ کیا ہیں؟ وہ جواب جو ہم نے آپ کو دے دیئے ہیں' چوبیس پچیّس' جو آپ کو دیئے ہیں"۔ اھ۔ ملاحظہ ہو صفحہ نمبر

یہ جملہ بھی اس امر کی روشن دلیل ہے کہ گناہ سے اس مقام پر ان کی وضاحت کے مطابق ان کی مراد قطعی طور پر بمعنیٰ معروف' گناہ نہیں۔ نیز اس

سے اس امر کی بھی نشاندھی ہو رہی ہے کہ صاحبزادہ موصوف کے لیکچر کا ایک معتد بہا حصّہ ایسا ہے۔ جو رسالہ ہٰذا "(توبہ کریں)" میں (خواہ کسی وجہ سے بھی) شاملِ اشاعت نہیں ہو سکا ورنہ وہ "چوبیس پچیّس جواب" کہاں ہیں جبکہ وہ اسی لیکچر کا حصّہ تھے:

؎ کچھ تو ہے آخر جس کی پردہ داری ہے ؟

؎ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری !

نیز ملاحظہ ہو ان کا حالیہ رسالہ "(مغفرتِ ذنب" صفحہ ۱۴ تا ۱۹ نیز صفحہ ۲۲ طبع حیدر آباد)

صاحبزادہ اور مسئلہ عصمت :۔

صاحب زادہ موصوف کی متذکّرہ بالا تصریحات کے ہوتے ہوئے ازروئے انصاف یہ کہنا نہایت درجہ غلط اور خلافِ واقعہ ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام بالخصوص حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عصمت کے قائل نہیں۔ نیز اس پر ان کی درج ذیل عبارت بھی شاہدِ عدل ہے :۔ چنانچہ انہوں نے اپنے رسالہ "مغفرتِ ذنب" میں (صفحہ ۱۴ پر) لکھا ہے :۔ "اہلِ سنّت و الجماعت کا متّفقہ عقیدہ ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سمیت تمام انبیاء کرام معصوم ہیں بالخصوص حضور سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اعلانِ نبوّت سے قبل نہ بعد' نہ صغیرہ نہ کبیرہ' نہ قصداً نہ سہواً الغرض آپ سے کبھی بھی کسی قسم کا کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا' آپ ہر قسم کے گناہ' معصیّت اور خطاء سے بالکل پاک اور معصوم ہیں اور یہ ایسا عقیدہ ہے جس پر سلف و خلف کا اجماع ہے اور صحابۂ کرام سے لے کر آج تک مجھ گناہ گار سمیت ہر مسلمان کا یہی عقیدہ' ایمان اور یقین ہے اور اس میں کسی مسلمان کو کبھی بھی کسی دور میں بھی ذرّہ بھر کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں رہا" اھ

علاوہ ازیں ان کے جس لیکچر کی بنیاد پر یہ لے' دے شروع ہوئی' اس کا آغاز بھی اس امر کی دلیل ہے کہ انہوں نے یہ بحث اثباتِ عصمت کے لئے چلائی تھی' انکارِ عصمت کے لئے نہیں۔ چنانچہ کیسٹ میں اس کے ابتدائی الفاظ ہیں :۔
"یہ اہم مسئلہ چل رہا تھا عصمتِ انبیاء کا اور عصمت کے سلسلے میں کچھ اعتراضات تھے اس کے جوابات ہم نے آپ کو دیئے' اس میں سب سے اہم اعتراض یہ تھا کہ آپ کہتے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ معصوم ہیں اور ان سے کوئی گناہ کبھی نہ نبوّت سے پہلے نہ نبوّت کے بعد کبھی بھی کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ تو یہ آپ کا کہنا غلط ہے۔ اس پر اعتراض یہ تھا کہ صاحب' حالانکہ قرآن پاک کی آیت ہے اور احادیثِ مبارکہ بہت سی اس میں موجود ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ سے گناہ سرزد ہوئے جیسا کہ قرآنِ پاک میں اللہ نے فرمایا " لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَ مَاتَاَخَّرَ (الیٰ) اسی طرح حضور ﷺ نے استغفار کیا (الیٰ) جب گناہ ہی نہیں ہیں تو بخشش طلب کرنے کا کیا مطلب؟ استغفار کرنے کا کیا مطلب؟ تو اس کے' علماء کرام نے بہت سارے جوابات دیئے ہیں اور کچھ جواب تو ہم نے آپ کو کل بتا دیئے تھے' اس کے کچھ اور جوابات بھی ہیں وہ بھی آپ نوٹ کر لیں بڑے اہم جوابات ہیں اور بڑے عمدہ جوابات ہیں"۔ الخ۔ ملاحظہ ہو صفحہ نمبر ۲۸۵۔

علامہ صاحب اور صاحبزادہ صاحب کے موقف میں فرق :۔

مبحث فیہ امر کے حوالہ سے علامہ غلام رسول صاحب اور صاحبزادہ محمد زبیر صاحب کا نظریہ یہ ہے کہ سورۂ فتح کی زیر بحث آیت کے الفاظ "لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ماتاخر"۔ کی صرف وہی تفسیر درست ہے جس میں

"ذنب" کی نسبت حضورِ اقدس ﷺ کی طرف حقیقی معنوں میں دی گئی ہے۔
اس کے بعد علّامہ صاحب کا موقف یہ ہے کہ اس آیت اور اس مضمون کی روایات کا ترجمہ کرتے وقت یا تو لفظِ "ذنب" کا ترجمہ ہی نہ کیا جائے یا پھر اس کا ترجمہ "خلافِ اولیٰ" اور "ترکِ افضل" کے لفظوں سے کیا جائے، "لفظِ گناہ" سے اس کا ترجمہ کر کے رسول اللہ ﷺ سے اسے نسبت دینا قطعاً کسی طرح درست نہیں۔ جبکہ صاحبزادہ موصوف کا موقف یہ ہے کہ اس آیت اور اس مضمون کی روایات میں وارد لفظِ "ذنب" کا ترجمہ "گناہ" کر کے اسے رسول اللہ ﷺ سے نسبت دینا بھی آپ کی بے ادبی اور گستاخی نہیں۔ تاہم "گناہ" سے مراد بمعنیٰ معروف گناہ نہیں بلکہ اس سے مراد بہرصورت وہی "خلافِ اولیٰ" وغیرہ ہے جو آپ کی شایانِ شان ہے اور اس سلسلہ میں انہوں نے اب یہ بھی تسلیم کر لیا ہے کہ آپ ﷺ پر اس لفظ کے اطلاق سے ان کی مراد صرف یہ ہے کہ اس سے قائل کا کفر لازم نہیں مگر بہتر بہرحال یہ ہے کہ اس سے احتیاط کی جائے۔ چنانچہ اپنے حالیہ رسالہ میں انہوں نے لکھا ہے کہ :۔

"اگر یہ علمائے کرام صرف یہ فرما دیتے کہ "ذنب" کا ترجمہ "گناہ" سے کر کے اس کی تاویل کرتے ہوئے بھی حضور کی طرف اس لفظ کی نسبت نہ دی جائے تو یہ زیادہ بہتر ہو گا، تو ایک حد تک ان کی یہ بات مانی جا سکتی تھی لیکن ان کا یہ کہنا کہ ایسا کرنا "ادب" "عصمت" اور عظمتِ انبیاء کے منافی ہے یا ایسا کرنے والا کافر اور واجب القتل ہے یہ قطعاً درست نہیں"۔ الخ

ملاحظہ ہو :۔ ("مغفرتِ ذنب" صفحہ ۴۰ طبع حیدر آباد)۔

جواب کی طرف پیش قدمی :۔

ترجمۂ اعلیٰ حضرت پر معترض فریق کے اعتراض کی نوعیت کے بیان نیز "سورۃ فتح" کی زیرِ بحث آیت کی تفسیر کے حوالہ سے علامہ صاحب اور صاحبزادہ صاحب کے موقف کی تعیین (کی ضروری بحث کو نمٹا لینے) کے بعد (کہ مسئلہ ہٰذا کو علیٰ وجہ البصیرت اور سیر حاصل طریقہ سے سمجھنے کے لیئے جس کا ذہن نشین کرانا لازمی امر تھا) اب وقت آگیا ہے کہ ترجمۂ اعلیٰ حضرت کے خلاف کیئے گئے ان دعاوی کا علم و تحقیق کی روشنی میں محاسبہ کر کے اجمالاً و تفصیلاً ان کی قلعی کھولی جائے اور دلائل قاطعہ اور براھینِ ساطعہ کی رو سے "کنزالایمان" کی صداقت اور حقانیت کو واضح کر کے اپنے قارئین و ناظرین کی عدالت میں یہ حقیقت رکھی جائے کہ یہ مدعیانِ اجتہاد' امامِ اہلِ سنّت کی علمی و تحقیقی بلندیوں کو تو کجا ان کی گردِ راہ کو بھی نہیں پہونچ سکتے اور اس پر ان کے ان لایعنی اعتراضات کا مبنیٰ بھی یہی امر ہے تو لیجئے جوابی کاروائی پیشِ خدمت ہے:

اجمالی جواب :۔

فاقول و باللّٰہ التوفیق و بیدہ ازمۃ التحقیق و منہ السداد و الیہ المرجع و الماٰب ربِّ انی اعوذبک من ھمزات الشیاطین و اعوذبک رب ان یحضرون۔

ترجمۂ اعلیٰ حضرت کی فنّی حیثیت :۔

صورتِ مسئولہ میں شیخ العربِ و العجم مفسّرِ اعظم، محدّثِ افخم، امامِ الرّاسخین فی العلم، قدوۃ الکاملین فی الزہد، فقیہ النّفس، پروانۂ شمعِ رسالت، پاسبانِ شانِ نبوّت، امامِ اہلِ سنّت، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکۃ سیّدی و سندی، آقائی و مولائی، ذخری لیومی و غدی، کبیر الشّان الحافظ القاری المفتی الشّاہ امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا زیرِ بحث آیت کے تحت فرمایا گیا ترجمہ قطعاً درست و صحیح، دلائل شرعیّہ اور علماءِ تفسیر کے مقرّر کردہ ضوابطِ قرآن فہمی و اصولِ تفسیر، اور "کلمواالناس علیٰ قدر عقولہم" کے تقاضوں کے عین مطابق، مقامِ نبوّت و شانِ رسالت کا صحیح محافظ و ترجمان اور فی الواقع اسم بامسمّیٰ (کنزالایمان) ہے جس میں آپ ہرگز متفرّد نہیں بلکہ وہ بلند پایہ کئی محققین مفسّرین سے بعینہٖ ثابت ہے جس کے غیر صحیح یا خلافِ دلائل شرعیّہ ہونے پر کوئی ایک بھی صحیح صریح معیاری شرعی دلیل قائم نہیں۔

اعتراضات غلط اور نتیجۂ جہالت :۔

پس علاّمہ غلام رسول صاحب سعیدؔی اور صاحبزادہ محمد زبیر صاحب نقشبندی ھدا ھما اللہ تعالیٰ السرمدیّ کا اسے غیر صحیح، غیر مقبول، مردود جیسے سخت مکروہ الفاظ سے یاد کرنا اور اسے ان کا احادیثِ صحیحہ کے خلاف اور عقلاً مخدوش بتانا وغیرہ بذاتِ خود نہایت درجہ غلط، مردود، نامقبول و نامعقول عقلاً نقلاً مخدوش ہے جو ان حضرات کی قلتِ مطالعہ، کم فہمی، کم علمی اور جہالت یا تجاہل کا نتیجہ، امامِ اہلِ سنّت کے بلند پایہ علمی ژرف نگاہی تک نہ پہونچ پانے، علم و فضل کے اس بحرِ بے کنار کی تحقیقی گہرائیوں تک عدمِ رسائی کا ثمرہ اور آپ کے ترجمۂ ہٰذا کو اختیار فرمانے سے آپ کی اصل منشاء سے عدمِ واقفیّت اور اس سے بے بہرہ و نابلد ہونے کا

آئینہ دار ہے۔

نام نہاد دلائل کی کنڈیشن:۔

باقی اس کے خلاف انہوں نے جو نام کے دلائل پیش کئے ہیں' ان میں سے کوئی ایک بھی دلیل ایسی نہیں جو ان کے اس باطل اور بے بنیاد دعاوی کا صحیح شرعی ثبوت بننے کی صالح اور اصولِ تفسیر کے معیار پر پوری اترنے والی ہو اور جس سے ان کی تقریب' تام ہو سکے جب کہ یہ ان کا ایک ایسا دعویٰ ہے جس کا وہ خود بھی ابطال کر چکے ہیں (جس کی باحوالہ تفصیل صفحہ پر عنقریب آ رہی ہے۔ فلیلاحظ - صفحہ ۵۶ رسالہ ہٰذا۔)

اس اقدام کے مضرات:۔

ان حضرات نے یہ گھناؤنا اقدام کر کے مسلک اور اہل مسلک پر انتہا درجہ زیادتی اور بہت بڑا ظلم کیا ہے جو علم و تحقیق کے زر بفت اور آہنی پردے میں سستی شہرت کے حاصل کرنے کی غرض سے ان کا نہ صرف اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی مجسّم علم شخصیّت پر ناپاک حملہ ہے' بھولے بھالے سنّی عوام کو وہابیّت کے گڑھے میں دھکیلنے اور انہیں وہابیّہ کے نرغے میں دینے کی (خواہ غیر شعوری طور پر) مذموم کوشش بھی ہے جو خدا نہ کرے اس قسم کے ہزاروں سنّیوں کے لئے گمراہی اور شدید پریشانی کا باعث بن سکتا ہے جس کا تمام تر وبال انہی جری اور فتویٰ باز مولویوں اور بناسپتی مجتہدوں پر آئے گا کیونکہ انہوں نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے اس ترجمہ کو غلط' غیر صحیح' لغت' نظم قرآنی' قرآن مجید کے اسلوب' آیت کے سیاق و سباق نیز احادیثِ کثیرہ صحیحہ کے خلاف نیز عقلاً مخدوش اور تمام مفسّرین و محدّثین اور فقہاءِ اسلام کی تصریحات کے برخلاف' ایجاد بندہ اور قرآن میں اپنی طرف سے اضافہ قرار دیا اور یہ باور کرانے کی مذموم کوشش کی ہے کہ یہ

ترجمہ اعلیٰ حضرت کے سوا کسی نے نہیں کیا بلکہ آپ اس میں متفرد اور تمام امّت سے ہٹ کر ہیں (کمامرّانفاً)۔

جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے قرآن مجید میں کھلی معنوی تحریف کا ارتکاب کیا ہے جو دبی زبان میں آپ پر ان کا فتویٰ کفر ہے کیونکہ قرآن میں تحریف کرنا بالاتفاق کفر ہے جبکہ عظمتِ نبوّت کے کسی مسئلہ میں آپ کی اس قسم کی تردید و تغلیط کرنے کا واضح معنیٰ یہ بنتا ہے کہ آپ گستاخانِ رسول (وہابیہ) کے خلاف اپنے مشہورِ حق موقف میں حق بجانب ہونے کی بجائے خود اس میں ملوّث ہیں (والعیاذ باللہ تعالیٰ) جو ظاہر ہے عوامِ اہلِ سنّت کے لئے سخت گمراہی کا باعث ہے۔ کیونکہ عوام باریکیوں میں نہیں جا سکتے اور ان کے نزدیک کسی کے کسی ایک مسئلہ میں بھی غلط ہونے کا مطلب اس کا تمام مسائل اور جملہ عقائد و نظریّات میں باطل ہونا بنتا ہے جب کہ ترجمہ ہٰذا کا تعلق بھی براہِ راست عظمتِ رسالت سے ہے۔

اعلیٰ حضرت کی خداداد مقبولیت :۔

کیونکہ اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ خداداد مقبولیّت کے اس عظیم درجہ پر فائز ہیں کہ بفضلہٖ تعالیٰ عرب و عجم، شرق و غرب (پوری دنیا میں) آپ کا نام، حق کا علامتی نشان ہے اور آپ اہلِ حق و اہلِ باطل کے درمیان خطِّ فاصل کی حیثیّت رکھتے ہیں جو تحفّظِ ناموسِ رسالت کے لئے گستاخانِ رسول کے مقابلہ میں سر دھڑ کی بازی لگا دینے کے باعث آپ ہی کا حصہ ہے۔ وذٰلک من فضل اللہ۔ اور :۔

ع ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

"سعیدی" یا "سعودی"، "ابوالخیر" یا "ابو الشرّ":۔

علاّمہ غلام رسول صاحب سعیدی اور صاحبزادہ ابو الخیر محمد زبیر صاحب نے اعلیٰ حضرت کے ترجمۂ قرآن کے خلاف عَلَمِ بغاوت بلند کر کے اہلِ سنّت کو نیچا دکھانے اور وہابیّہ کے پنجے مضبوط کرنے میں نہایت ہی تھوڑے سے عرصے میں یقیناً وہ کام کر دکھایا ہے جو پوری ایڑی چوٹی کا زور صرف کرنے کے باوجود کم و بیش ایک سو سال کی طویل مدّت میں بھی وہ سرانجام نہ دے سکے جس سے یقیناً علاّمہ صاحب موصوف نے اپنے "سعیدی" ہونے کی بجائے "سعودی" اور صاحبزادہ صاحب مذکور نے اپنے "ابوالخیر" ہونے کے بجائے "ابوالشرّ" ہونے کا عملی مظاہرہ فرمایا ہے اور وہ دونوں "صاحب" مل کر "صاحبان" کی بجائے "ساباّن" ثابت ہوئے ہیں۔ معذرت کہ :۔

ع "ایں ہمہ آوردۂ شما است"

اعترافِ جرم:۔

جب کہ ان کا اس پر اتنا واویلا اور شور و غل کرنا بھی کسی ضرورتِ شرعیّہ کی بناء پر نہیں بلکہ محض کسی شرعی مجبوری کے بغیر ہے جس کی ایک واضح دلیل ان کا یہ اعتراف بھی ہے کہ "سورۂ فتح کی اس زیرِ بحث آیت کا جو ترجمہ وہ کر رہے ہیں، اسے چھوڑ کر اعلیٰ حضرت والے ترجمہ کو اختیار کرنا کفر و گمراہی تو کجا فسق بھی نہیں بلکہ یہ محض تحقیقی اختلاف ہے جسے زیادہ سے زیادہ گرائمر کی ایک غلطی کہا جا سکتا ہے (جب کہ وہ اس میں بھی قطعاً حق بجانب نہیں جیسا کہ عنقریب صفحہ پر آرہا ہے)۔ نیز انہوں نے یہ امر بھی ڈنکے کی چوٹ تسلیم کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کا مبحث فیہ ترجمہ قدیم زمانہ کی کئی تفاسیر میں مِنْ وَ عَنْ بعینہٖ اور ہو بہو موجود ہے

نیز انہیں اعلیٰ حضرت کی حسنِ نیّت پر بھی شبہ نہیں؏ والفضل ما شهدت به الاعداء۔

؏ "جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے"۔

چنانچہ علاّمہ غلام رسول صاحب مسئلہ ہٰذا میں اپنے اس اختلاف کی نوعیّت اور حیثیّت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"لیکن اس کو زیادہ سے زیادہ خلافِ تحقیق کہا جا سکتا ہے یا علمی تسامح پر محمول کیا جا سکتا ہے' اس سے زائد کچھ نہیں۔ اس ترجمہ کی اصل' عطاء خراسانی اور شیخ مکّی کے اقوال میں موجود ہے۔ ہمارے علماء نے حسنِ نیّت اور خوش عقیدگی کی بناء پر یہ ترجمہ اختیار کیا"۔ اھ بلفظہٖ ما اردنا۔ ملاحظہ ہو:۔ (شرح صحیح مسلم جلد ۷' صفحہ نمبر ۳۴۶ طبع فرید بکسٹال لاہور۔ اڈیشن مطبوعہ ۱۹۵۵ء)

نیز اس حوالہ سے صاجزادہ صاحب رقمطراز ہیں :۔

"جہاں تک اس آیۂ مبارکہ کے حوالہ سے اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی کے ترجمہ کی بات ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس ترجمہ میں عصمتِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تحفّظ کا خاص خیال رکھا گیا ہے (الیٰ) جو بہت سے قدیم مفسّرینِ کرام نے اپنی اپنی تفاسیر میں برسوں پہلے دیا تھا"۔ اھ بلفظہٖ ملخصاً۔ ملاحظہ ہو :۔ (ان کا تحریری وزیر دستخطی بیان صفحہ ۴ تحریر کردہ بتاریخ ۲۶ اگست ۱۹۹۷ء)

نوٹ :۔ ("صاحب" کے اس تحریری بیان کی فوٹو کاپی' فقیر کے پاس بھی ریکارڈ پر محفوظ ہے فمن شاء الاطلاع علیه فلیراجع الینا)

سخت حیرت :۔

سخت حیرت کی بات ہے کہ ان حضرات نے اتنے پاپڑ بیلنے کے بعد بھی تان

اسی پر توڑی کہ یہ مسئلہ انتہائی معمولی سا ہے۔ نیز واضح اعتراف کر لیا کہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ بھی بے اصل نہیں اگر اتنی جلدی ہی اپنے موقف سے ہٹنا تھا تو اس قدر طوفان بپا کر کے عوامِ اہلِ سنّت کو خوامخواہ ایک مصیبت میں ڈالنے اور انہیں گمراہی کے دہانے لاکھڑا کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی اور نامعلوم اس سے انہوں نے دین و مذہب کے کس شعبہ کی خدمت کر کے اسے پروان چڑھایا' یا ترقی کے زینہ پر پہونچایا ہے جو سراسر نقصان اور عوام کے لئے ایمان سے باعثِ حرمان ہے ہاں انہیں اس کا یہ فائدہ ضرور ہوا ہے کہ ملک کے طول و عرض میں جو انہیں نہیں جانتا تھا اسے معلوم ہو گیا کہ فی زمانہ بھی یہ زمین ایسے مجتہدوں کے "وجودِ مسعود" سے خالی نہیں۔

ع بریں عقل و دانش بباید گریست

لطیفہ (اپنے دام میں خود صیّاد آگیا) :-

ھ ا علّامہ صاحب اور صاحبزادہ صاحب نے اعلیٰ حضرت کے اس ترجمہ کو کئی پیراؤں میں اضافہ فی القرآن اور تحریف کہا ہے (جیسا کہ صفحہ ۳۵ پر باحوالہ گزر چکا ہے) پھر انہوں نے اسے معمولی سا علمی تسامح قرار دیا بلکہ قدیم مفسّرین سے اس کی اصل کا ثابت ہونا بھی مان لیا ہے (کما مرّ انفاً) جو ان کی کھلی تضاد بیانی اور نظریاتی خودکشی کی بدترین مثال اور ان کے لئے سخت وبال جان ہے کیونکہ اولاً : تحریفِ قرآن جو جرمِ عظیم اور کفر ہے اسے معمولی بتانا کفر کو معمولی قرار دینا ہے جو بذاتِ خود کفر ہے۔ ثانیاً:۔ اگر یہ ترجمہ صحیح تھا تو حضرات اسے تحریف کہہ کر مجرم ہوئے اور تحریف تھا تو اسے صحیح کہہ کر ملزم قرار پائے جو یقیناً ان سے اعلیٰ حضرت کی روحانی ناراضگی کا نتیجہ ہے ولنعم ما قبل :-

ؔ الجھا جو پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیّاد آ گیا

علاّمہ کا اقدام انتہائی افسوس ناک:۔

"کنزالایمان" کے خلاف علاّمہ صاحب موصوف کا یہ اقدام خصوصیّت کے ساتھ انتہائی تعجّب خیز، سخت افسوس ناک اور ان کا کفرانِ نعمت ہے کیونکہ اہلِ سنّت میں ان کی جتنی مقبولیّت اور پذیرائی ہے وہ سب امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ہی کا فیضان اور آپ کے ترجمہ قرآن "کنزالایمان" کی مرہون منّت ہے اور یہ قدر و منزلت اور بلند مقام انہیں اس وقت حاصل ہوا جب انہوں نے تراجمِ قرآن کا تقابلی جائزہ پیش کرتے ہوئے "کنزالایمان" کی تائید میں "ضیاء کنزالایمان" نامی ایک رسالہ تحریر کیا اور دشمنانِ "کنزالایمان" کا ناطقہ بند کرنے کی غرض سے "توضیح البیان" نامی کتاب لکھی جب کہ اس سے پہلے انہیں یہ مقام حاصل نہ تھا اور وہ اس سے قبل بھی مدرّس خطیب وغیرہ وغیرہ سب کچھ تھے لیکن انہیں کوئی پوچھتا تک نہ تھا۔ اگر ان کے سینہ میں دل اور اس میں انصاف اور ذرّہ بھر بھی تسلیم کا مادّہ باقی ہے تو وہ قطعاً اس سے انکار نہ فرمائیں گے۔ باقی اگر وہ اپنی "نئی تحقیق" کا عذر پیش فرمائیں (جیسا کہ انہوں نے اپنی نام کی "شرح مسلم" میں لکھا ہے)؟ تو چاہئے تو یہ تھا کہ وہ اپنے اتنے بڑے روحانی آقائے نعمت سے انحراف اور کھلی بغاوت کرنے کی بجائے تطبیق کی راہ نکالتے جو کہ علم کا کمال ہے یا پھر اپنے اس عندیّہ کو علماءِ اہلِ سنّت کے حضور پیش کر کے اپنی یہ الجھن دور کراتے۔ نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے:۔

ع ہیں منکر عجب کھانے غرانے والے

معترضین کی اغلاط کی نوعیّت اور تفصیل

علّامہ صاحب کی غلطی کی نوعیّت:۔

علّامہ صاحب کی غلطی صرف یہ ہے کہ انہوں نے جلد بازی سے کام لیتے ہوئے خلاف تحقیق، امامِ اہلِ سنّت کے ترجمہ کو عقلاً نقلاً غیر صحیح اور مخدوش کہہ کر اس سے کھلی بغاوت کی اور یہ خلافِ حکمت اور مذہب کش اقدام کر کے عوامِ اہلِ سنّت کو خواہ مخواہ ایک بڑی مصیبت اور سخت پریشانی میں مبتلاء کر دیا ہے۔ باقی زیرِ بحث آیت اور اس مضمون کی حامل روایات میں "لفظِ ذنب" کا ترجمہ "گناہ" کر کے اسے رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے نسبت دینے کے اقدام سے وہ قطعاً بری ہیں اور وہ اس میں ہرگز ملوّث نہیں ہیں (جیسا کہ صفحہ ۳۹ پر باحوالہ مفصّل طور پر گزر چکا ہے) پس انہیں اس میں ملوّث بتانا قطعاً صحیح نہیں بلکہ یہ قائل کی غلط فہمی یا اس کا خلافِ واقعہ بیان ہے۔

علّامہ ابو الخیر صاحب کا شرعی حکم:۔

صاجزادہ موصوف کی اس حوالہ سے ایک غلطی وہی ہے جس کا علّامہ غلام رسول صاحب نے ارتکاب فرمایا ہے یعنی حسبِ تفصیل بالا، ترجمۂ اعلیٰ حضرت سے بغاوت

دوسری غلطی:۔

علاوہ ازیں ان کی ایک بڑی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے اپنے اس لیکچر کے اواخر میں گناہ کے الفاظ کو بار بار علی الاطلاق بول کر اسے رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ والا صفات سے نسبت دی ہے جو بہت بڑا جرم ہے کیونکہ عرف میں لفظِ

"گناہ" کو جب علی الاطلاق بولا جائے تو تبادرًا اس سے کبیرہ یا صغیرہ ہی مراد ہوتا ہے اور یہ لفظ اردو محاورے میں "ترکِ افضل" یا "خلاف اولیٰ" کے معنیٰ میں قطعاً مستعمل نہیں۔ پس اس لفظ کے سنتے ہی ذہن فوراً ان دو قسموں (کبیرہ اور صغیرہ) میں سے کسی ایک کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور عوام اس سے یہی سمجھتے ہیں کہ اس سے مقول لہٗ کی طرف کبیرہ یا صغیرہ کی نسبت کی جا رہی ہے جو عوام کے لئے یقیناً پریشانی اور گمراہی کا باعث (اور موہم) ہے جس کا اندازہ صرف یہاں سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ صاحبزادہ موصوف نے جب سے یہ لفظ بول کر یہ گوہر افشانی اور گل پاشی کی ہے' اس دن سے نہ صرف یہ کہ عوام میں کھلبلی پائی جاتی ہے بلکہ وہ خود بھی بڑی بے سکونی کا شکار ہیں اور وہ عوام میں کیا علماء میں بھی اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھے جاتے بلکہ انہیں شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور جہاں سے ان کی رونمائی ہوتی ہے لوگ ان پر آواز کستے ہیں کہ یہ حضرت ہیں جنہوں نے اللہ کے محبوب پاک ﷺ کی ذاتِ اقدس سے لفظِ "گناہ" کی نسبت کی ہے اور اس کی سو تاویلات پیش کرنے کے باوجود "صاحب" روز بروز اس کے دلدل میں پھنستے چلے جا رہے ہیں اور مسئلہ سنورنے کی بجائے بگڑتا' سلجھنے کی بجائے الجھتا جا رہا اور جوں کا توں بلکہ اختلاف روز افزوں ہے اور عوام نے آج تک انہیں معاف نہیں کیا اور معاملہ "جوں چھانیئے جوں کلکلہ" کا مصداق ہوتا جا رہا ہے

8 آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟

کیونکہ عوامِ اس لفظ کا ۔معنیٰ معروف "گناہ" کے علاوہ کوئی اور معنیٰ جانتے ہی نہیں ہیں بلکہ اس سے وہ قطعاً نابلد ہیں اور اس حوالہ سے عوام کا کچھ نہ سننا اس امر کی دلیل ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو ہر عیب سے پاک مانتے ہیں جو ان کے ایمان کی دلیل اور نہایت ہی قابلِ تعریف ہے کہ ایمان کی بنیاد اللہ کے

حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے ایسی ہی خوش اعتقادی پر ہے۔ بارک اللہ لہم فیہ

حکمِ الٰہی کی صریح خلاف ورزی:۔

صاجزادہ موصوف نے یہ اقدام کر کے ان واضح قرآنی ارشادات کی صریح خلاف ورزی کی ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کا ہر حوالے سے ادب کرنے کا امر فرمایا ہے جیسا کہ اس بزرگ و برتر کا ارشاد ہے:۔

یٰاَیھاالذین اٰمنوا لا تقولواراعنا و قولوا انظرنا و اسمعوا و للکٰفرین عذاب الیم۔ جس کا مفاد بالاتفاق یہ ہے کہ بارگاہِ رسالت میں ہر اس لفظ کے بولنے سے اجتناب لازم ہے جس کے کئی استعمال ہوں اور اس کا کوئی معروف استعمال ایسا بھی ہو جو مقامِ نبوّت اور شانِ رسالت کے خلاف ہو جس سے صاجزادہ صاحب بھی انکار نہیں کر سکتے جو لفظِ ''گناہ'' پر عَلیٰ الوجہِ الاَتَم صادق آتا ہے۔

ایک اور سنگین غلطی:۔

علاوہ ازیں اس حوالہ سے ان کی ایک اور سنگین غلطی یہ ہے کہ اس موقع پر وہ سامعین و عوام کے احتجاج کے بعد اس سے رجوع کر کے اپنی غلطی کے تسلیم کر لینے کی بجائے' انا کا مسئلہ بناتے ہوئے وہ اس پر ڈٹ گئے اور اس کی بے جا تاویلیں پیش کرنی شروع کر دیں جو سچّے عشق و محبت کے قطعاً منافی اور فتویٰ عشق کے مطابق سخت سوء ادبی ہے کہ: ''حبک الشیئی یعمی ویصم''۔ نیز

ع ادب پہلا قرینہ ہے محبّت کے قرینوں میں

باقی انہوں نے اس مقام پر جن بعض تراجم کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے ان کا جواب اپنے مقام پر (صفحہ۸۴،۲پر) آ رہا ہے۔

ایک اور اہم غلطی :۔

صاحبزادہ موصوف کی اس مقام پر ایک اور بڑی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے لفظِ ''ذنب'' کا معنٰی ''گناہ'' کر کے اسے رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے نسبت دینے کے جواز کی تائید میں بطورِ مؤید علامہ غلام رسول صاحب موصوف کی ''شرح صحیح مسلم'' کا بار بار نام لیا ہے جو قطعاً خلاف واقعہ ہے۔ کیونکہ علامہ صاحب موصوف اس کے قطعاً قائل نہیں بلکہ وہ اس کے علانیہ مخالف ہیں جیسا کہ ان کی اسی کتاب ''شرح صحیح مسلم'' کے حوالہ سے صفحہ پرگزر چکا ہے پس یہ ان کا مولانا موصوف پر افتراء نہ ہو تو ان کی ناسمجھی یا پھر ان کی ذاکرہ کا ضعف ضرور ہے جو بہرحال ان کی ایک اہم غلطی ہے۔

صاحبان کا شرعی حکم :۔

ان حضرات نے یہ اقدام کر کے اگرچہ کئی بہت بڑی مذہب کش، علمی اور تحقیقی اغلاط کا ارتکاب کر کے بہت برا کیا ہے تاہم ترجمۂ ہٰذا پر محض اس اعتراض کی بنیاد پر ان پر حکم کفر لگانا اور ان کی تکفیر و تضلیل یا تفسیق کرنا شرعاً درست نہیں کیونکہ اس صورت میں تکفیر و تضلیل کی کوئی صحیح، شرعی، معیاری وجہ نہیں پائی جاتی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔

اقسامِ مسائل :۔

مسائل کی تین اقسام ہیں۔

(ا) ضروریاتِ دین جن پر بلا امتیازِ مسلک تمام کلمہ گوؤں کا اتفاق ہو ان کا انکار کفر ہے جیسے حضور نبی کریم ﷺ کا اللہ کا رسول برحق نیز آخری نبی ہونے کے معنٰی میں آپ کا خاتم النبیین ہونا وغیرھا۔

(۲) ضروریاتِ مذہب اہلسنت :۔ جن پر تمام اہلِ سنّت کا اتفاق ہو ان کا انکار گمراہی ہے جیسے شیخین کریمین سیّدنا صدیقِ اکبر اور سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے افضل ہونے کا عقیدہ وغیرہ۔ اور

(۳) وہ مسائل جن میں خود علماءِ اہلِ سنّت کا اختلاف ہو (مختلف فیھا بین اہلِ السنّۃ) جن کا انکار اگر خواہشِ نفس سے ہٹ کر ہو تو کفر و ضلال تو کجا، فسق بھی نہیں، جیسے ائمۂ اربعہ کے مابین اختلافی فروعی مسائل (اس سب کی تفصیل کُتب فقہ و کلام کے علاوہ خود اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تصانیفِ جلیلہ و توالیفِ انیقہ میں بھی ہے۔ و لا یخفٰی علی خادمھا)۔

مسئلہ ہٰذا کی شرعی حیثیت :۔

پیشِ نظر مسئلہ کا تعلّق قسمِ ثالث سے ہے کیونکہ "سورۂ فتح" کی زیرِ بحث آیت کی تفسیر میں خود علماء و محقّقین کا سلفاً خلفاً اختلاف ہے اس لئے اگر اس حوالہ سے علّامہ صاحب اور صاحبزادہ صاحب کی تکفیر و تضلیل صحیح ہو تو ان اسلاف کی بھی تکفیر و تضلیل لازم آئے گی اور وہ بھی کافر و گمراہ قرار پا جائیں گے۔ جنہوں نے اعلیٰ حضرت قدس سرّہ کے ترجمہ مبارکہ سے ہٹ کر صحیح اور دلائلِ شرعیہ کے مطابق اور عظمتِ نبوّت کی ترجمان و محافظ دوسری تفاسیر کو اختیار کیا ہے جو کسی طرح صحیح نہیں۔

صاحبان کی بنیادی غلطی اور ایک عذرِ لنگ کا علاج :۔

شاید کوئی یہ کہے کہ جب یہ مسئلہ خود اہلِ سنّت کے مابین، مختلف فیہ ہے تو علّامہ صاحب اور صاحبزادہ صاحب کی کوئی غلطی تو نہ ہوئی کیونکہ انہوں نے بھی بس شقّ کو اپنایا ہے علماءِ اہلِ سنّت کا ایک گروہ اس کا قائل ہے؟ تو اس کا

جواب یہ ہے کہ ان حضرات کا یہ اقدام ان کی واقعی بہت بڑی غلطی ہے کیونکہ حسبِ تفصیلِ بالا قسمِ ثالث کے مسائل میں حق' دائر ہوتا ہے جن کے حوالہ سے ہر طبقہ پر لازم ہوتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ ہماری تحقیق اس بارے میں یہ ہے باقی یہ بھی عین ممکن ہے کہ اس میں حق دوسرے گروہ کے ساتھ ہو الغرض ایسے مسائل میں کسی کی تغلیط درست نہیں ہوتی جس کے مسلّم ہونے میں اصولی طور پر کسی کو اختلاف نہیں۔ جس کی ایک واضح مثال' رفعِ یدین' قرأتِ خلف الامام اور جہر بالاٰمین کے مسائل بھی ہیں کہ جن کی بناء پر ان کے قائل ائمہ مجتہدین اور ان کے سچے متبعین پر کوئی طعن نہیں کیا جاتا جبکہ غیر مقلدینِ زمانہ کو ان مسائل میں اختلاف کے باعث گمراہ اور فرقہ ضالہ کہا جاتا ہے جس کی ایک معتبر وجہ یہ ہے کہ وہ ان مین امامِ اعظم وغیرہ ائمہ مجتہدین کی تغلیط کرتے ہیں۔ جبکہ انہوں نے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کی تغلیط نیز اعلیٰ حضرت کی تجہیل کے جرم کا ارتکاب کیا ہے جو ان کی بہت بڑی اور بنیادی علمی اور اصولی غلطی ہے کیونکہ وہ بھی اسلاف سے ثابت ہے لہٰذا مسئلۂ ہٰذا کے مختلف فیہ ہونے کے بہانے انہیں غلطی سے بری کہنا بھی بذاتِ خود بہت بڑی غلطی ہے۔ (باقی اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کے موجّہ اور سلف سے صحیح ثابت کا ثبوت آئندہ صفحات میں (صفحہ۹۱تا۱۰۰پر) آ رہا ہے۔ فلیحفظ انہ نافع جدا ای واللہ۔

حکمِ ضلال و کُفر صحیح نہیں:۔

سُنا ہے کہ بعض حضرات نے اسی اعتراض کی بُنیاد پر ان حضرات کی تضلیل و تکفیر کی ہے۔ اگر واقعی ایسا ہے تو یہ ان حضرات کی جلد بازی ہے جو شاید سُنی سنائی کی بناء پر اور خُود تحقیق اور چھان بین نہ کرنے کا نتیجہ ہے جس میں وُہ قطعاً حق بجانب نہیں ہیں۔ (بناءعلیٰ مامرّ)

حکمِ کفر کے صحیح نہ ہونے کی بعض دیگر وجوہ :۔

حکمِ کفر کے صحیح نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ (۱) تکفیرِ مسلم انتہائی سخت نازک مرحلہ ہے جب تک معتبر فی الشرع شرائط کے ساتھ اور شرعی معیار کے مطابق کسی کلمہ گو سے کسی کفریہ امر کا آفتابِ نصف النہار کی طرح واضح طور پر ثابت نہ ہو جائے اس کی تکفیر قطعاً حرام اور جرمِ عظیم ہے اور اسے کافر و دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا قطعاً جائز نہیں۔ (لان تکفیره کقتله و قتله حرام قطعاً الا بحق الاسلام)۔ صحیحین وغیرہما کی صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔ اذا قال الرجل لاخیه یا کافر فقدباء احدهما"۔ یعنی جب کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کو کافر کہے تو یہ حکم ان میں سے کسی ایک پر ضروری لاگو ہو گا یعنی محکوم علیہ اگر واقع میں اس کا ملزم ہوا تو فبہا ورنہ یہ حکم لگانے والا خود کافر ہو جائے گا۔ ملاحظہ ہو:۔ ("صحیح بخاری ۔ مسند احمد" عن ابن عمرو ابی ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، الجامع الصغیر جلد ۱ صفحہ ۳۱ قال السیوطی "صح")۔ جبکہ پیش نظر صورت میں بھی تکفیر کا صحیح و درست ہونا معتبر فی الشرع شرائط سے ثابت نہیں (و من ادعٰی فعلیه البیان بالبرهان)۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک وجہِ کفر روزِ روشن کی طرح کھل کر سامنے نہیں آئی امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت قُدِّس سِرّہٗ نے بھی چار مشہور گستاخانِ نبوّت، وہابی مولویوں اور اس میں ان کے متبعین کی تکفیر سے کفِ لسان فرمایا اور عرصہ دراز تک آپ اس میں متوقف رہے۔ (کما فی غیر واحد من اسفاره المبارکة "الکوکبة الشهابیه" و "سل السیوف الهندیه" و "تمهید ایمان")۔

ایسی صورت میں تکفیر و تضلیل، گستاخانِ نبوّت کو ان کے اس جھوٹے پروپیگنڈے میں تقویّت پہنچانے کے مترادف ہے کہ معاذاللہ، اعلیٰ حضرت اور ان

جواب یہ ہے کہ ان حضرات کا یہ اقدام ان کی واقعی بہت بڑی غلطی ہے کیونکہ حسبِ تفصیلِ بالا قسمِ ثالث کے مسائل میں حق، دائر ہوتا ہے جن کے حوالہ سے ہر طبقہ پر لازم ہوتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ ہماری تحقیق اس بارے میں یہ ہے باقی یہ بھی عین ممکن ہے کہ اس میں حق دوسرے گروہ کے ساتھ ہو الغرض ایسے مسائل میں کسی کی تغلیط درست نہیں ہوتی جس کے مسلّم ہونے میں اصولی طور پر کسی کو اختلاف نہیں۔ جس کی ایک واضح مثال، رفعِ یدین، قرأتِ خلف الامام اور جہرِ بالاٰمین کے مسائل بھی ہیں کہ جن کی بناء پر ان کے قائل ائمہ مجتہدین اور ان کے سچے متبعین پر کوئی طعن نہیں کیا جاتا جبکہ غیر مقلدینِ زمانہ کو ان مسائل میں اختلاف کے باعث گمراہ اور فرقہ ضالّہ کہا جاتا ہے جس کی ایک معتبر وجہ یہ ہے کہ وہ ان مین امامِ اعظم وغیرہ ائمۂ مجتہدین کی تغلیط کرتے ہیں۔ جبکہ انہوں نے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کی تغلیط نیز اعلیٰ حضرت کی تجہیل کے جرم کا ارتکاب کیا ہے جو ان کی بہت بڑی اور بنیادی علمی اور اصولی غلطی ہے کیونکہ وہ بھی اسلاف سے ثابت ہے لہٰذا مسئلۂ ہٰذا کے مختلف فیہ ہونے کے بہانے انہیں غلطی سے بری کہنا بھی بذاتِ خود بہت بڑی غلطی ہے۔ (باقی اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کے موجہّہ اور سلف سے صحیح ثابت کا ثبوت آئندہ صفحات میں (صفحہ۹۱تا۱۰۰پر) آ رہا ہے۔ فلیحفظ انہ نافع جدا ای واللّٰہ۔

حکمِ ضلال و کُفر صحیح نہیں:۔

سُنا ہے کہ بعض حضرات نے اسی اعتراض کی بُنیاد پر ان حضرات کی تضلیل و تکفیر کی ہے۔ اگر واقعی ایسا ہے تو یہ ان حضرات کی جلد بازی ہے جو شاید سُنی سنائی کی بناء پر اور خُود تحقیق اور چھان بین نہ کرنے کا نتیجہ ہے جس میں وہ قطعاً حق بجانب نہیں ہیں۔ (بناءعلیٰ مامرّ)

حکمِ کفر کے صحیح نہ ہونے کی بعض دیگر وجوہ:۔

حکمِ کفر کے صحیح نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ (ا) تکفیرِ مسلم انتہائی سخت نازک مرحلہ ہے جب تک معتبر فی الشرع شرائط کے ساتھ اور شرعی معیار کے مطابق کسی کلمہ گو سے کسی کفریہ امر کا آفتابِ نصف النہار کی طرح واضح طور پر ثابت نہ ہو جائے اس کی تکفیر قطعاً حرام اور جرمِ عظیم ہے اور اسے کافر و دائرۂ اسلام سے خارج قرار دینا قطعاً جائز نہیں۔ (لان تکفیرہ کقتلہ و قتلہ حرام قطعاً الا بحق الاسلام)۔ صحیحین وغیرہما کی صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ اذا قال الرجل لاخیہ یا کافر فقدباء احدھما"۔ یعنی جب کوئی مُسلمان اپنے کسی مُسلمان بھائی کو کافر کہے تو یہ حُکم ان میں سے کسی ایک پر ضروری لاگو ہو گا یعنی محکوم علیہ اگر واقع میں اس کا ملزم ہوا تو فبہا ورنہ یہ حکم لگانے والا خود کافر ہو جائے گا۔ ملاحظہ ہو:۔ ("صحیح بخاری۔ مسند احمد عن ابن عمرو ابی ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، الجامع الصغیر جلد ا صفحہ ۳۱ قال السیوطیؒ صحٌ)۔ جبکہ پیش نظر صورت میں بھی تکفیر کا صحیح و درست ہونا معتبر فی الشرع شرائط سے ثابت نہیں (و من ادعیٰ فعلیہ البیان بالبرھان)۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک وجہِ کُفر روزِ روشن کی طرح کھل کر سامنے نہیں آئی امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت قُدِّس سِرّہٗ نے بھی چار مشہور گستاخانِ نبوّت، وہابی مولویوں اور اس میں ان کے متبعین کی تکفیر سے کفِّ لسان فرمایا اور عرصۂ دراز تک آپ اس میں متوقف رہے۔ (کما فی غیر واحد من اسفارہ المبارکۃ "الکوکبۃ الشھابیہ" و "سل السیوف الھندیہ" و "تمھید ایمان")۔

ایسی صُورت میں تکفیر و تضلیل، گستاخانِ نبوّت کو ان کے اس جُھوٹے پروپیگنڈے میں تقویّت پہنچانے کے مترادف ہے کہ معاذاللہ، اعلیٰ حضرت اور ان

کے متبعین (اہلِ سنّت) بابِ تکفیر اور دوسروں کو بلاوجہ کافر بتانے اور بات بات پر حکمِ کُفر کے عائد کرنے میں بڑے جری اور "کفر کی مشین" واقع ہوئے ہیں جس سے انہیں اپنی گستاخانہ عبارات پر بآسانی پردہ ڈالنے اور انہیں چھپانے کا موقع ملے گا جو قطعاً ایک مذہب کش اقدام ہے۔

نسبتِ "گناہ" کا حکم :۔

علامہ صاحب نسبتِ "گناہ" کے جرم میں کسی طرح ملوث نہیں کیونکہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ لفظِ "ذنب" کا ترجمہ "گناہ" کرنے سے کلّی اجتناب کیا ہے بلکہ ایسا کرنے والوں سے اختلاف کرتے ہوئے انہوں نے اس پر سخت چوٹ بھی کی ہے (کما مرّ مراراً) پس اس حوالہ سے انہیں ملزم ٹھہرانا سراسر زیادتی ہے۔

رہے صاحبزادہ صاحب ؟ :۔

رہے صاحبزادہ صاحب؟ تو اگرچہ انہوں نے " ذنبک " کی بحث میں کئی علمی ٹھوکریں کھائی ہیں اور اپنے اس متنازع فیہ لیکچر کے اواخر میں پریشان ہو کر نہایت کمزور، مبہم، جارحانہ اور گنجلک اندازِ گفتگو اختیار کیا ہے جس سے ایک عام قاری اور سامع کے ذہن میں یہ آتا ہے کہ وہ لفظِ "گناہ" کو معروف معنیٰ میں لے کر اسے حضور سیّد عالم ﷺ اور آپ کے اصحابِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نسبت دے رہے ہیں جو ایک بہت بڑی کمزوری ہے لیکن اس بناء پر بھی ان کی تکفیر و تضلیل درست نہیں۔ یہ اس لئے نہیں کہ معاذاللہ ثم معاذاللہ، علی الاطلاق اور بمعنیٰ معروف، لفظِ "گناہ" کی نسبت ذاتِ پاک حضور صاحبِ لولاک ﷺ سے درست ہے بلکہ اس بناء پر کہ صاحبزادہ موصوف نے اس بحث کو چھیڑنے سے پہلے اپنے اس لیکچر کے اوائل نیز اس بحث کے ضمن میں کئی بار، نیز

اپنی کئی تحریرات میں اس کی وضاحت کر دی ہے کہ یہاں لفظ ''گناہ'' سے مراد بمعنیٰ معروف گناہ نہیں بلکہ وہ اس مقام پر ''خلافِ اولیٰ'' ''ترکِ افضل'' کے معنیٰ میں اور ''حسنات الابرار سیئات المقربین'' کے قبیل سے نیز حضورِ اقدس ﷺ کے شایانِ شان اور آپ کے حسبِ مقام ہے جسے آپ اپنی ذاتِ عالی کے لحاظ سے محض اظہارِ عبودیت اور تواضع کی بناء پر گناہ تصور فرماتے تھے اور وہ حقیقت میں قطعاً گناہ نہیں (جیسا کہ صفحہ نمبر پر باحوالہ گزر چکا ہے) اگرچہ ان کا اس انداز میں لفظِ ''گناہ'' کو استعمال کرنا بھی بہر صورت ثقیل ہے تاہم اس وضاحت اور تاویل کے بعد وہ حکمِ تکفیر سے بچ گئے اور فقہاءِ کرام کا ننانوے وجوہ کے بیان والا قول انہیں حکمِ کفر سے بچانے کا فائدہ دے گیا۔

اس صورت میں تکفیر کے صحیح نہ ہونے کی ایک اور وجہ :۔

اس صورت میں ان کی تضلیل و تکفیر اس لئے بھی غلط ہے کہ ''ترکِ افضل'' اور ''خلاف اولیٰ'' وغیرہ کے معنیٰ میں مان کر لفظِ ''ذنب'' کی نسبت رسول اللہ ﷺ سے دینا دیگر کئی علماءِ اہلِ سنت کے علاوہ خود امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ سے بھی ثابت ہے (جس کی باحوالہ تفصیل عنقریب (صفحہ ۱۰۲ پر) آ رہی ہے)۔

عوام کو الجھن سے بچانا فرض ہے :۔

اس سب کو جانے دیجئے! ان کی یہ غلطی تو بہرحال ہے کہ انہوں نے عوام کے سامنے ایک ایسی دقیق بحث رکھی ہے جو ان کے اذہان سے بالاتر ہے جس سے ان کے گمراہ ہونے کا صحیح اندیشہ ہے جب کہ ایسا کرنا شرعاً ناپسندیدہ امر اور حرام ہے کیونکہ عوام کو اس قسم کی الجھنوں سے بچانا اہم فرائض سے ہے جس کی ایک

واضح مثال یہ بھی ہے کہ علماء و فقہاءِ اسلام نے قرآن مجید کی مختلف قراءات کے بارے میں فرمایا کہ عوام کے سامنے محض، قرآن مجید کی وہ قرائت پڑھی جائے جو ان میں معروف ہو ورنہ وہ الجھن کا شکار ہو کر ان کا انکار کر کے کفر وغیرہ کئی جرائم کے مرتکب ہوں گے۔ (کما فی غیر واحد من الاسفار من الفقه وغیره ولایخفی علی خادم هذا العلم الکریم ولاینکره "صاحبزاده" ایضًا)۔

علاوہ ازیں :۔

علاوہ ازیں اس سے انہوں نے خود کو بھی بدنام اور متّہم کیا ہے جو شرعًا ممنوع ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے فرمایا: "اتقو امواضع التهم"۔ نیز فرمایا: "ایاک و کل امر یعتذر منه و فی لفظ و ما یعتذر منه و قال تعالیٰ و ما اٰتاکم الرسول فخذوه و مانهاکم عنه فانتهوا۔ صدق الله العظیم و صدق رسوله الکریم و نحن علیٰ ذٰلک لمن الشاهدین و الشاکرین۔

ترجمۂ غزالیِ زماں کی برتری :۔

اسی لئے جن بیدار مغز اور نہایت درجہ محتاط قسم کے علماء نے بعض وجوہ کی بناء پر نسبتِ "ذنب" (بمعنٰی "خلافِ اولیٰ" وغیرہ) کو اختیار فرمایا ہے انہوں نے ایسا محتاط انداز اختیار کیا ہے کہ جس سے نہ مقامِ نبوّت پر حرف آتا ہے اور نہ اس سے عوام کے ذہن میں کسی قسم کی الجھن پیدا ہوتی ہے ان میں سرِفہرست امام اہلِ سنّت غزالیِ زماں سیّدی و مرشدی حضرت علّامہ سیّد احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ ستودہ صفات ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے ترجمہ قرآن میں ان الفاظ کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: "اے حبیب! بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائی تاکہ اللہ آپ کے لئے معاف فرما دے آپ کے اگلے اور

پچھلے (بظاہر) خلافِ اولیٰ سب کام (جو آپ کے قرب کی وجہ سے محض صورۃً ذنب ہیں حقیقۃً حسنات الابرار سے افضل ہیں"۔ اھ۔

ملاحظہ ہو:۔ آپ کا ترجمہ قرآن البیان صفحہ تحت پارہ ۲۶ سورہ فتح آیت نمبر ۲)۔

جس سے اس تفسیر کے حوالہ سے آپ کے اس ترجمہ کی شان برتری کا پتہ چلتا ہے (و للہ الحمد)۔

تنبیہ:۔

" ذنبک " کی ابحاث میں صاحبزادہ موصوف کی بعض الجھنوں کا ازالہ اپنے مقام پر (صفحہ تا صفحہ ۲۰۸ پر) آ رہا ہے۔ (فلیلاحظ ذٰلک ھنالک)۔

پس چہ باید کرد:۔

صاحبان کی غلطی ہم نے بفضلہٖ تعالیٰ متعیّن کر دی ہے۔ مسلک مزید انتشار کا قطعاً متحمل نہیں۔ تمام فرقے ہر طرف سے اہلِ سنّت کو کچا چبا جانے کے لئے تلے ہوئے اور منہ کھولے بیٹھے ہیں۔ پس مسلک پر احسانِ عظیم کرتے ہوئے اور اہلِ سنّت کو مزید خلفشار سے بچانے کے لئے دنیوی اور اخروی ہر لحاظ سے بہتری اسی میں ہے کہ علاّمہ صاحب موصوف اور صاحبزادہ صاحب موصوف اپنی انا کو ایک طرف رکھتے ہوئے پہلی فرصت میں خدا و رسول (جلّ جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور اہلِ مسلک سے علانیۃً طور پر معذرت کریں۔ اسی میں اچھائی ہے۔ اسی میں عزّت ہے "مالک الملک کا اعلان ہے استغفرو اربکم انہ کان غفارا"۔ اسی کا فرمان ہے "ان اللہ یحب التوابین" اسی کا ارشاد ہے "ان اللہ لا یحب کل مختال فخور"۔

دوسرے احباب کو بھی چاہئے کہ وہ محض جوش کی بجائے کچھ ہوش سے

کام لیتے ہوئے ایسی فضاء قائم فرمائیں کہ معاملہ مزید الجھنے کی بجائے بآسانی سلجھ جائے (اور صلح و ہدایت کی راہ ہموار ہو۔ (و اللہ یقول الحق و ھو یھدی السبیل اللّٰھم ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ و علی آلہ واصحابہٖ و تبعہٖ الی یوم الدین و علینا معھم اجمعین)۔

توجیہ و تنقیح ترجمۂ اعلیٰ حضرت :۔

امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہٖ و نوّر اللہ ضریحہ کے اس ترجمہ پر علّامہ غلام رسول صاحب اور صاحبزادہ محمّد زبیر صاحب کے بزعمِ ایشان لاینحل اور فی الحقیقت "تارِ عنکبوت" سے بھی زیادہ کمزور اور انتہائی لایعنی اعتراضات اور اس کے خلاف قائم کئے گئے ان کے نام نہاد دلائل کا آپریشن کرنے اور ان کی کئی علمی و تحقیقی ٹھوکروں کا بھانڈا چوراہے پر پھوڑنے سے قبل ہم ضروری خیال کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے اس ترجمہ کا فلسفہ' اس کی توجیہہ اور تحقیق و تنقیح بھی پیش کر دیں تاکہ ہمارے کسی محترم قاری کو مسئلہ ہذا کے کماحقّہ' علی وجہ البصیرۃ' بآسانی اور سیر حاصل طریقہ سے سمجھنے میں کسی قسم کی کسی دقّت کا سامنا نہ ہو اور ہمارے اس رسالہ اور اس پوری بحث کی جان بھی دراصل اس کا یہی مقام ہے کیونکہ اس تمام بحث کا دارومدار اسی پر ہے۔

ترجمہ ہٰذا کے الفاظ :۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت قُدّسَ سِرُّہٗ نے اپنے ترجمۂ قرآن (کنزالایمان) شریف میں سورۂ فتح کی آیت نمبر ۲ کے (ان) الفاظ (لیغفرلک اللّٰہ ماتقدم من ذنبک و ماتأخر) کا اردو ترجمہ ان لفظوں میں فرمایا ہے: "تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے"۔ اھ۔

ملاحظہ ہو:۔ (کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن پارہ ۲۶ سورۃ فتح آیت نمبر ۲)

بعض ضروری مباحث:۔

اعلیٰ حضرت کے اس ترجمہ کی گہرائی تک پہنچ کر اس کے اصل منشا و ماخذ سے واقفیت تامّہ حاصل کرنے، اس کے علمی و فنی مقام کو پوری طرح جاننے اور اس کی بے پناہ خوبیوں اور محاسن کو صحیح معنیٰ میں سمجھنے کے لئے تفسیر و تاویل اور ان کے بعض متعلقات (ان کی اقسام اور ان کے ماخذ و غیرھا) کی بعض ضروری مباحث کا ذہن نشین کر لینا ازحد ضروری ہے جنہیں مسئلہ ہٰذا کے افہام و تفہیم سے گہرا تعلق ہے جو حسبِ ذیل ہیں:۔

بحثِ تفسیر و تاویل:۔

تفسیر و تاویل کو بعض نے مترادف (ہم معنیٰ) کہا ہے مگر عندالجمہور علی التحقیق صحیح یہ ہے کہ یہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں جن کی تعریف اور ان کے مابین فرق کے بارے میں متعدد متعلقہ کتب میں علماء فن کی مختلف عبارات وارد ہیں۔

تعریف تفسیر:۔

ان سب کا عام فہم، قابلِ اعتماد اور جامع خلاصہ یہ ہے کہ تفسیر، قرآنی ارشادات کے اس معنیٰ کا نام ہے جو شرائطِ معتبرہ کے مطابق نقلِ خاص (یعنی خاص قرآنی آیت، خاص حدیث مرفوع، خاص حدیث موقوف اور خاص حدیث مقطوع) کے ذریعہ کیا گیا ہو۔

تأویل :۔

اور تأویل' قرآنی ارشادات کے اس معنیٰ کو کہا جاتا ہے جو حسبِ شرائط' علوم و فنونِ عربیّہ (صرف و نحو اور معانی' بیان وغیرھا) نیز اصول و قواعدِ شرعیّہ کے ذریعہ کیا گیا ہو۔

موردِ تأویل :۔

تأویل کی حاجت اس وقت پڑتی اور اس کی گنجائش محض اس وقت ہوتی ہے کہ جب متذکرہ بالا تفصیل کے مطابق کسی آیت کی تفسیر ثابت نہ ہو' یا اس کی تفسیر تو ثابت ہو مگر اس منقول معنیٰ میں اس کا حصر' ثابت نہ ہو۔ تفسیر کی ضرورت بھی محض اس وقت پڑتی ہے کہ جب معنیٔ آیت میں کسی قسم کا اجمال یا ابہام ہو' یا آیت کسی واقعاتی پسِ منظر سے وابستہ ہو۔

اقسامِ تفسیر :۔

ایک اعتبار سے تفسیر کی دو قسمیں ہیں (۱) محمود' جو معتبر فی التفسیر نقلِ ثابت کے ذریعہ ہو اور (۲) جو معتبر فی التفسیر نقلِ ثابت کے بر خلاف ہو' اس کا دوسرا نام تفسیر بالرأی ہے جو مطلقاً ناجائز و حرام اور دانستہ ہو تو کفر بھی ہے۔ معنوی تحریف بھی اسی کو کہا جاتا ہے۔

مأخذ' ذرائع اور درجاتِ تفسیر :۔

تفسیر کے مأخذ' ذرائع اور درجات (حسبِ بیانِ اہلِ اصول) چار ہیں جو یہ ہیں :۔

(۱) قرآن :۔

یعنی کسی قابلِ تفسیر' آیت کی تفسیر' قرآن کی کوئی دوسری آیت کر دے اسے "تفسیر القرآن بالقرآن" کہا جاتا ہے۔ جیسے سورۃ فاتحہ کی آیت نمبر ۶ (صراط الذین انعمت علیہم) کی تفسیر سورۃ نساء کی آیت نمبر ۶۹ (الذین انعم اللہ علیہم من النبین و الصدیقین و الشہداء والصلحین الآیۃ) سے

(۲) آیت کی تفسیر حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے :۔

اسے تفسیر القرآن بحدیث الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا جاتا ہے جیسے مثلاً "سورۃ بقرہ" کی آیت نمبر ۴۳ (و اقیموا الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ الآیۃ) کی تفسیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ نمازیں کتنی فرض ہیں' ان کے اوقات کون کون سے ہیں' ان کی رکعات کی تعداد کتنی ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کن کن اموال پر اور کتنی کتنی ہے وغیرہ۔

(۳) آیت کی تفسیر حدیثِ موقوف سے :۔

اس کو تفسیر القرآن بحدیث الصحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا جاتا ہے جیسے "سورۃ کوثر" کی آیت نمبر ۱ (انا اعطینٰک الکوثر) کی تفسیر میں جلیل القدر صحابی ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد کہ "الکوثر ھو الخیر الکثیر"۔(کما رواہ الامام البخاری و غیرہ)۔

آیت کی تفسیر حدیث مقطوع سے :۔

اس کو تفسیر القرآن بحدیث التابعی کہتے ہیں جیسے "سورہ مائدہ" کی آیت نمبر ۱۵ (قدجاء کم من اللہ نور الآیۃ) کے بارے میں مشہور مفسر تابعی حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول کہ آیت کے ان الفاظ میں "نور" سے مراد حضور نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک ہے۔ (کما فی غیر واحد من کتب التفسیر وغیرہ من الاسفار)۔

مفسّر سے مراد؟

حقیقی معنٰی کے اعتبار سے مفسر کا اطلاق صرف انہی چاروں پر ہوتا ہے یعنی (۱) قرآن مجید (افاض اللّٰه علینا من برکاته)(۲) رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و علینا وسلّم (۳) صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور (۴) تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

پس مؤلفینِ کتبِ تفسیر جو نہ صحابی ہیں' نہ تابعی۔ حقیقی معنٰی کے لحاظ سے وہ مفسّر نہیں انہیں مفسّر محض اس معنٰی میں کہا جاتا ہے کہ وہ فنِ تفسیر کے ماہر اور علماء تفسیر ہیں (کما فی ملفوظ شیخنا اعلیٰ حضرت ایضًا)۔ جیسے مفتی ہونا درحقیقت مجتہدِ مطلق کا منصب ہے مگر اس کے فتاویٰ کے ناقل کو بھی مفتی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ پس ان علماءِ تفسیر کو (جو نہ صحابی ہیں نہ تابعی) انہیں مفسّر کہنا مجاز ہے۔ فافہم۔

کئی ذرائع سے تفسیر منقول ہو تو؟:۔

اگر کسی آیت کی تفسیر متذکّرہ بالا تمام یا ان میں سے ایک سے زائد درجات سے منقول و مروی ہو تو برتقدیرِ ثبوتِ صحت' اس کی دو صورتیں ہیں یعنی یا تو یہ ہو گا کہ (۱) انہیں ایک دوسرے سے موافقت ہو گی۔ اس صورت میں نچلے درجہ والی تفسیر کی حیثیت اوپر والے درجہ کے لئے مؤیّد کی ہو گی۔ اور یا یہ ہو گا کہ وہ ایک دوسرے سے مختلف ہوں گی۔ اس صورت میں اگر ان میں مطابقت ہو سکے تو فبہا ورنہ اپنے قصورِ فہم کا اعتراف کرتے ہوئے نچلے درجہ والی تفسیر کو ترک کرکے درجۂ علیا والی تفسیر کو معمول بہ ٹھہرایا جائے گا۔

تفسیرِ تابعی کے معتبر ہونے کی شرط:۔

نیز تفسیرِ تابعی کے معتبر ہونے میں یہ بھی شرط ہے کہ کسی دوسرے تابعی سے اس کے برخلاف ثابت نہ ہو۔ اگر ایک ہی آیت میں مختلف تابعین سے مختلف تفسیریں منقول ہوں تو اگر حسب دستور ان میں تطبیق و ترجیح کی راہ نکل سکے تو فبھا ورنہ دونوں کو ترک کر کے حسبِ اصولِ طریقِ تاویل کو اختیار کیا جائے گا جب کہ اُوپر کے کسی درجہ سے بھی اس کی تفسیر ثابت نہ ہو۔

نوٹ:۔

یہ تمام امور کتبِ اصول و تفاسیر میں موجود اور اصولی طور پر سب کے نزدیک مسلّم ہیں اس لیئے انہیں متعلقّہ حوالہ جات سے مرصّع کرنے کی حاجت نہیں۔ پھر یہ باعثِ تطویل بھی ہے۔

ایک آیت کی متعدّد تفسیرات و تاویلات:۔

ایک آیت کی متعدّد تفسیریں اور کئی تاویلیں بھی نہ صرف یہ کہ ممکن ہیں بلکہ واقع بھی ہیں جو بیک وقت سب معتبر ہوتی ہیں جن میں سے دلائلِ شرعیہ کی روشنی میں کسی ایک کا بھی انکار جائز نہیں۔ جس کی دلیل وُہ جملہ احادیثِ صحیحہ کثیرہ مرفوعہ و موقوفہ نیز اقوالِ آئمہ بھی ہیں جن میں قرآن مجید کو "ذو وجوہ" قرار دیا گیا اور یہ فرمایا گیا ہے کہ القرآن حجۃ من جمیع الوجوہ۔ (کما فی غیر واحد من الاسفار)

چنانچہ امام جلال الملۃ والدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معرکۃ الاراء تالیف "منہث الاتقان" (جلد ۱ صفحہ نمبر ۱۴۱ تا ۱۴۳ طبع سہیل اکیڈمی، لاہور) میں دوسرے مقامات کے علاوہ اس موضوع پر ایک پوری فصل قائم فرمائی ہے جس کا

عنوان یہ ہے : "فی معرفۃ الوجوہ والنظائر"۔ جس کے اثبات میں دوسرے دلائل کے علاوہ ابن سعد کے حوالہ سے امیر المؤمنین مولی المسلمین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا یہ ارشاد بھی نقل فرمایا ہے کہ آپ نے قرآن مجید کے بارے میں فرمایا :۔ "فانہ ذو وجوہ" یعنی قران مجید "ذو وجوہ" ہے (جو بیک وقت کئی معانی و مفاہیم کا حامل ہے)۔ ملاحظہ ہو :۔ "الاتقان" عربی جلد ۱ صفحہ ۱۴۲ طبع لاہور)۔

نیز اسی میں صفحہ ۱۴۱ میں فرمایا :۔ "جعل بعضھم ذلک من انواع معجزات القرآن حیث کانت الکلمۃ الواحدۃ تنصرف الی عشرین وجھا و اکثر و اقل ولا یوجد ذلک فی کلام البشر"۔ یعنی بعض علماء نے "قرآن مجید" کے "ذو وجوہ" (پھر ہر وجہ کے معتبر ہونے) کو معجزات کی انواع سے شمار کیا ہے جب کہ اس کے ایک کلمہ کی کم و بیش بیس وجوہ بھی نکلتی ہیں اور یہ خوبی کلامِ بشر میں نہیں پائی جاتی۔ اھ۔

کتبِ تفسیر وغیرہا میں اس کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں ازاں جملہ ایک یہ کہ حضور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ اپنی ایک محفلِ وعظ میں قرآنِ مجید کی ایک آیت کی مختلف چالیس تفسیریں بیان فرمائیں تو اس مجمع میں موجود علماءِ مفسّرین و محدّثین کے ایک جمِ غفیر نے آپ کی علمیّت کا لوہا مانتے ہوئے آپ کے حضور زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ پھر آخر میں جب یہ فرمایا کہ "رجعنا من القال الی الحال"۔ پھر کلمہ طیبہّ پڑھ کر آپ نے خاموشی اختیار فرما کر حاضرین پر روحانی توجہ ڈالی تو ایک کہرام بپا ہو گیا اور پورا مجمع تڑپ اٹھا، مشہور محدّث و مفسّر امام ابن جوزی بھی اس وقت آپ کے سامعین میں تشریف رکھتے تھے، وہ بھی حضرت کے مقابلہ میں اپنی کم علمی کے معترف ہو کر آپ کے گرویدہ بن گئے اور ایسے بے خود ہوئے کہ اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ (ملاحظہ ہو : (اخبار

الاخیار فارسی صفحہ ۱۱ نیز قلائد الجواہر)۔ اسی طرح آیت فاتحہ "ایاک نعبد و ایاک نستعین" بعض نے اسے جملہ خبریہ کہا اور بعض نے انشائیہ۔ یونہی آیت واقعہ "لایمسہ الا المطھرون" نیز آیت "ثلثۃ قروء" وغیرھا۔ بعض علماء نے فرمایا ہر آیت کے لئے ساٹھ ہزار مفہوم ہیں۔ ملاحظہ ہو الدولۃ المکیۃ صفحہ نمبر

۱۰۲، ۱۰۳، حاشیہ نمبر ۱، طبع نذیر سنز، لاہور)۔

متعدد تفسیرات و تاویلات کی صورت میں لائحہ عمل :۔

ان مواقع میں ائمہ دین کے اختلاف کی صورت میں کسی اہل، محقق کا محض نیک نیتی سے اس قسم کی کسی توجیہ کو معتبر دلائل کی روشنی میں اپنے لئے اولیٰ و مختار قرار دے دینے میں شرعاً کچھ حرج نہیں۔ لیکن ایسی صورت میں بے دھڑک کسی کی تغلیط کر دینا بہت بڑی جسارت، نہایت ہی قابل اعتراض امر، اور طریق سلف کے قطعاً خلاف ہے کیونکہ ان میں سے بہت سے حضرات کے صرف مسالک ہم تک پہونچے ہیں اور ان کے دلائل و مآخذ ہم تک نہیں پہونچ سکے۔ جن تک رسائی کا دورِ حاضر میں کوئی صحیح ذریعہ بھی نہیں ہے۔ اسی لئے اس جیسے مواقع پر بڑے بڑے ائمہ بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ "لنا ما رجحوہ" یعنی ہماری دلیل وہی ہے جسے ان ائمہ نے ترجیح دے دی۔

لہٰذا سلفِ صالحین سے کسی آیت کی ثابت شدہ کسی تفسیر و تاویل کو ان کی اتباع میں اپنا لینا درست، عنداللہ اس کے عہدہ سے براٗ ہونے کے لئے کافی اور غیر مجتہد کے لئے ان میں سے کسی کی تغلیط حرام ہے، اصول میں جس کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ ازاں جملہ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۴۳ اور سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۶ کے یہ الفاظ اس کی واضح مثال ہیں :۔ "اولٰمستم النساء"۔ جس کا معنیٰ عندالاحناف، ملامسۃ عرفیۃ اور عندالشوافع ملامسۃ حقیقیۃ ہے۔ تو

احناف کے نزدیک ان کا معنٰی ہے "مرد کا اپنی بیوی سے قربت کرنا"۔ جبکہ عند الشوافع اس کا معنٰی ہے "مرد کا اپنی بیوی کو ہاتھ لگانا یا چھونا"۔

آیتِ "فتح" کا معنٰی بھی مختلف فیہ ہے:۔

"سورۂ فتح" کی زیرِ بحث آیت کی بھی اسلاف سے مختلف تفسیرات و تاویلات منقول ہیں اور مفسّرین کا سلفاً خلفاً اس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ جن میں سے ایک وہی ہے جسے امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت نے اختیار فرمایا ہے۔ یعنی "تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے"۔ پس اس کی تغلیط کرنا بھی بہت بڑی جسارت، قطعاً ناروا اور طریقِ سلف کے بالکل خلاف ہے جبکہ یہ معانی حقیقت میں ایک دوسرے سے متصادم اور متناقض بھی نہیں۔ (جیسا کہ اس کی تفصیل عنقریب آ رہی ہے)۔

آیتِ فتح کے "ذو وجوہ" ہونے کے حوالہ جات:۔

چنانچہ "تفسیر قرطبی" میں ہے: "واختلف اهل التاويل فی معنی لیغفرلک اللّٰہ ماتقدم من ذنبک وماتاخر"۔ اھ۔

ملاحظہ ہو جلد نمبر ۱۶، صفحہ نمبر ۲۔۱۷

نیز "شفاء قاضی عیاض" میں ہے:۔ "قد اختلف فیہ المفسرون" اھ ملاحظہ ہو (صفحہ نمبر ۱۳۷ جلد ۲ طبع مصر)۔

علامہ ہبۃ اللہ بغدادی فرماتے ہیں:۔(وقد اختلف المفسرون فی قولہ تعالیٰ لیغفرلک اللّٰہ ما تقدم من ذنبک و ماتاخر"۔ملاحظہ ہو "الناسخ و المنسوخ۔" "انوارِ رضا" صفحہ ۱۴۳ طبع لاہور)۔

نیز "تفسیر کبیر" (جزء نمبر ۲۸ صفحہ نمبر ۷۸) میں امام فخر رازی فرماتے ہیں:۔

"الجواب عنہ قد تقدم مراراً من وجوہ"۔ اھ۔

بلکہ خود صاحبزادہ صاحب کو بھی اس کا اقرار ہے چنانچہ اس موضوع پر دی گئی وہ اپنی ایک قلمی تحریر (کے صفحہ نمبر ۴) میں "صاوی" جزء ۴ صفحہ ۹۰ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:۔ "و ھذا احدا وجہ فی تاویل ھذہ الآیۃ و ھو احسنھا"۔ اھ۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ زیر بحث آیتِ فتح "ذو وجوہ" ہے۔

آیتِ "فتح" اپنے ظاہر پر نہیں بلکہ بالاتفاق مؤول ہے:۔

ترجمۂ اعلیٰ حضرت کو کماحقہ، سمجھنے کے لئے یہ بھی ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ اس کے الفاظ "لک" اور "من ذنبک" بالاتفاق اپنے ظاہر پر نہیں بلکہ محققین کے اجماع سے مؤول ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ "سورۂ فتح کی زیرِ بحث اس آیت کے ان الفاظ (من ذنبک) میں محض ظاہری طور پر لفظ "ذنب" کے "ک" ضمیرِ خطاب کی جانب مضاف ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ اسی طرح اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ اس میں، یونہی "لک" کے لفظوں میں "ک" ضمیر کا مصداق و مرجع ظاہراً حضور سیدِ عالم ﷺ کی ذات پاک ہے، نیز اس پر بھی تمام محققینِ اہلِ سنت متفق ہیں کہ یہاں لفظِ "ذنب" عوام کے ذہن میں موجود اس کے مفہوم کے مطابق "گناہ" کے معنیٰ میں نہیں۔ (جسے انگریزی میں "SIN" کہا جاتا ہے) کیونکہ وہ مقامِ نبوت کے قطعاً غیر شایانِ شان اور شانِ رسالت کے بالکل منافی ہے۔ نیز اس حقیقت سے بھی کسی ذی عقلِ سلیم اور منصف مزاج کو کچھ انکار نہیں کہ اس مقام پر لفظِ "ذنب" کا صحیح مفہومی معنیٰ اور اس کی معیاری تاویل کئے بغیر محض لفظِ "گناہ" سے اس کا لفظی ترجمہ کر کے گزر جانا بھی عوام مسلمین کی پریشانی اور گمراہی کا باعث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم اذھان میں راسخ شدہ عظمتِ نبوت و مقامِ رسالت کی بناء پر ایک عام مسلمان بھی اس مقام پر "ذنب" بمعنیٰ "گناہ" اور "خطا" وغیرہ دیکھ، سن کر چونک اٹھتا اور سراپا احتجاج بن جاتا ہے جو ایک قابلِ تعریف امر اور دلیلِ ایمان

ہے۔

خلاصہ یہ کہ آیت ھذا معنوی اعتبار سے بالاتفاق مؤوّل ہے اس کا ظاہری اور لفظی ترجمہ شانِ عصمت کے قطعاً خلاف ہے چنانچہ مشہور و متداول تفسیر "جلالین شریف" میں اس آیت کے تحت لکھا ہے :۔ "و ھو مؤوّل لعصمۃ الانبیاء علیہم السّلام بالدلیل العقلی القاطع من الذنوب"۔ اھ۔

اس کے تحت "حاشیہ الجمل" (جلد ۴ صفحہ ۱۵۷ طبع کراچی) میں ہے :

"والاسلم ما اقتصر علیہ الجلال المحلی"۔ اھ۔

لہٰذا دلائلِ شرعیہ کی روشنی میں بالاتفاق آیتِ ھذا کے ظاہر سے ہٹ کر اس کا ایسا معنی لینا لازم قرار پایا جو شانِ نبوّت و رسالت کے عین مطابق ہو اور جس سے مقامِ رسالت و نبوّت پر کوئی حرف نہ آئے پس اس حوالہ سے اس کا وہ معنیٰ صحیح ہو گا جو ذاتِ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان ہو جب کہ گناہ والا ترجمہ قطعاً آپ کے شایانِ شان نہیں۔ "القرآن حجۃ من جمیع الوجوہ" ۔کا حقیقت پر مبنی مقولہ بھی اسی جیسے مقامات کے لئے ہے۔ و للہ الحمد۔

وجوہِ آیت:۔

رہا یہ کہ آیتِ ھذا کی وہ وجوہ کیا اور کون کون سی ہیں؟ تو اس بارے میں عرض ہے کہ اس کے مؤوّل ہونے پر اتفاق کے بعد مطلقاً عصمت کے قائل محقّقین و مفسّرینِ کرام کے نزدیک بنیادی طور پر اس کی چار مختلف تاویلیں ہیں جن کا مآل ایک ہی ہے تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

تاویلِ اوّل:۔

چنانچہ بعض نے یہ فرمایا کہ یہاں یہ کلام بطورِ محاورہ وارد ہوا ہے اور اس

سے آپ ﷺ کے ہر دو رو پیٹن ہر قسم کے ہر گناہ سے معصوم ہونے (اور آپ کی شانِ عصمت) کو بیان کرنا مقصود ہے اور معنٰی یہ ہیں کہ آپ قطعاً زمانہ ماضی، حال اور مستقبل تمام ادوار میں ہر قسم کے عمداً سہواً خطأً ہر چھوٹے بڑے گناہ سے قبلِ اعلانِ نبوّت اور بعدِ اعلانِ نبوّت بھی معصوم، مقدّس اور منزّہ ہیں۔ جس کی بناء پر آپ سے قطعاً کسی قسم کا کوئی گناہ کبھی سرزد نہیں ہوا۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ "ماتقدم" یا "ماتأخر" میں فی الواقع آپ سے معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ کسی قسم کا کوئی گناہ سرزد ہوا تھا جس کی مغفرت کا مژدہ سنایا گیا کیونکہ محاورہ میں لفظی ترجمہ قطعاً ملحوظ نہیں ہوتا ورنہ اردو محاورہ "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کا مطلب بھی یہ جا بنے گا کہ جس کے ہاتھ میں لاٹھی ہو وہ ضرور بھینس کا مالک ہو گا یا وہ جس کی بھینس کھول کر لے جائے اس پر کوئی پابندی نہیں بلکہ یہ اس کا حق ہو گا جو قائل کی مُراد ہرگز نہیں اور اس سے اس کا مقصد محض یہ بتانا ہے کہ ہمیشہ راج اسی کا چلتا ہے اور بات صرف اسی کی مانی جاتی ہے جو ڈنڈے والا یعنی طاقت میں دُوسروں سے زیادہ ہو۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں :۔ "المراد العصمۃ" یعنی (بعض نے کہا کہ) اس سے مقصود آپ ﷺ کی شانِ عصمت کو بیان کرنا ہے۔ ملاحظہ ہو :۔ (تفسیر کبیر جز نمبر ۲۸ صفحہ ۸۷ طبع قم، ایران)۔

نیز امام جلال الملۃ والدین سیوطی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ارقام فرماتے ہیں :۔ "احسن ما یجاب بہ عن الآیۃ الکریمۃ انہ کنی بالمغفرۃ عن العصمۃ"۔ یعنی اس آیت کریمہ کے حوالہ سے عصمتِ نبی ﷺ پر مخالفین کے وارد کئے گئے اعتراض کا سب سے بہترین جواب یہ ہے کہ اس میں مغفرت کا ذکر کر کے آپ علیہ السلام کی شانِ عصمت کو بیان کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو (الحاوی للفتاوی صفحہ ۳۲۲ جلد نمبر ۱، طبع مصر و پاکستان)۔

بے گناہ پر مغفرت کا اطلاق :۔

رہا یہ کہ گناہ کے نہ ہونے کے باوجود "عفو و مغفرت" کے اطلاق کا کیا ثبوت ہے؟ تو اس کی وضاحت کے لئے علّامہ سیوطی نے درج ذیل نصوص پیش فرمائے ہیں "عفا اللّٰہ عنک"۔ " فاذلم تفعلوا و تاب اللّٰہ علیکم" "علم اللّٰہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم و عفاعنکم"۔ " علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم"۔ نیز حدیث "عفا اللہ لکم عن صدقۃ الخیل" ۔فرمایا ان تمام نصوص میں عفو اور توبہ۔ محض اجازت اور رخصت دینے کے معنٰی میں ہے کیونکہ ان کے مقابل، گناہ نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو: "الحاوی للفتاوی" جلد ا، صفحہ ۳۲۲)۔

اقول :۔

" غفرت " بمعنٰی " کسی کا بے گناہ ہونا ظاہر کرنا " بھی دلائلِ شرعیّہ سے ثابت ہے جس کی ایک واضح مثال "قرآن مجید" کی "سورۃ بقرہ" کی آیت ۱۷۳ کے یہ لفظ بھی ہیں :۔ " فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہط ان اللّٰہ غفور رحیم " یعنی جو شخص اضطراری کیفیّت میں اپنی جان کو بچانے کی غرض سے حرام کھالے جب کہ وہ اس کا شائق یا باغیٔ شرع نہ بنے نیز اس کے کھانے میں حدّ سے بھی نہ بڑھے تو اس پر کوئی گناہ نہیں بلا شبہ اللہ غفور رحیم ہے۔
پس اگر بے گناہ پر مغفرت کا اطلاق، بے محل ہے تو " فلا اثم علیہ ان اللّٰہ غفور رحیم " کا کیا جواب ہے؟

تاویلِ دوم :۔

بعض نے اس کی یہ تاویل بیان فرمائی کہ یہ کلام، بالفرض کے فلسفہ پر مبنی

ہے یعنی حقیقتِ واقعیۃ تو یہ ہے کہ گناہ کا سرے سے ادھر کوئی تصوّر ہی نہیں لیکن اگر بالفرض کبھی ہوتا بھی ہی تو معاف تھا۔ چنانچہ "تفسیر قرطبی" (جزء نمبر ۱۶ صفحہ نمبر ۲۶۲ طبع بیروت) میں ہے :۔ قال ابو علی الروز باری یقول لو کان ذنب قدیم او حدیث لغفر ناہ لک اھ اسی کی مانند "تفسیر ثعالبی" (ج ۳، صفحہ نمبر ۱۹۷ طبع بیروت) میں بھی ہے۔ نیز شیعہ "تفسیر مجمع البیان" للطبرسی (ج ۵، صفحہ نمبر ۱۱۰ طبع ایران) میں بھی ہے۔ بعض نے اس کو "عدم مواخذہ" سے تعبیر کیا۔ ملاحظہ ہو "روح المعانی" جلد نمبر ۱۳، صفحہ نمبر ۹۱ وفیہ "قالہ الصدر"۔ نیز "تفسیر ثعالبی" جلد نمبر ۳، صفحہ ۱۹۷ وفیہ "قالہ عیاض"۔ نیز معاصر دیوبندی مولوی شریف اللہ نے بھی اپنی "تفسیر تبیان الفرقان" میں اسی طرح لکھا ہے۔

تاویلِ سوم :۔

بعض نے فرمایا کہ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے عزّت افزائی کا جملہ ہے۔ چنانچہ امام علّامہ سبکی پھر امام سیوطی رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔ "ھو تشریف النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من غیر ان یکون ھناک ذنب" یعنی یہاں کوئی گناہ نہیں اس میں محض نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت افزائی مقصود ہے۔ ملاحظہ ہو ("تفسیر سبکی"، "خصائص کبری" جلد نمبر ۲، صفحہ ۲۵۶ طبع لائل پور)

نیز امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے والدِ ماجد اور استاذِ گرامی حضرت مولانا الشاہ نقی علی خان صاحب قادری بریلوی برّد ... آیت کے تحت ارقام فرماتے ہیں :۔ کبھی بادشاہ اپنے کسی خاص مقرّب کو ایک قسم کی خصوصیّت کے ساتھ ممتاز فرماتا ہے اور اس سے مقصود صرف عزّت بڑھانا ہوتا ہے۔ نہ وقوع اس کا۔ جیسے بعض مصاحبوں اور وزیروں کے واسطے حکم ہوتا ہے کہ ہم نے تین خون تجھے معاف کئے حالانکہ بادشاہ جانتا ہے کہ ایسے شخصِ مہذّب

سے ایک خون بھی واقع نہ ہو گا۔ یا کبھی بعض وزراء کے لئے صوبوں اور سردارانِ ملک کے نام حکم جاری ہوتا ہے کہ جب وہ تمہارے پاس آئے تو اس کے حکم کو میرا حکم سمجھو اور اس کی اطاعت میری اطاعت جانو، اگرچہ وزیر کبھی دارالحکومت سے باہر نہ جائے۔ ہاں اس قسم کی باتوں سے عزّت اس مصاحب اور وزیر کی لوگوں کے دلوں میں زیادہ ہوتی ہے، سو یہاں بھی صرف اپنے محبوب کی عزّت بڑھانا مقصود ہے" اھ۔

ملاحظہ ہو (الکلام الاوضح فی تفسیر سورۃ الم نشرح صفحہ نمبر ۲۰۱ طبع شبیر برادرز اردو بازار لاہور نمبر ۲) نیز سرور القلوب بذکر المحبوب صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم صفحہ نمبر ۲۲۶ طبع شبیر برادرز اردو بازار لاہور نمبر ۲)

تاْویلِ چہارم:۔

بعض نے لفظِ " ذنب " کو مؤوّل قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ یہاں یہ لفظ اپنے ظاہری معنیٰ سے ہٹ کر ایک خاص مفہوم کو ادا کرنے کے لئے وارد ہوا ہے الغرض انہوں نے لفظِ " ذنب " میں تاْویل کی۔ پھر اس طبقہ کے علماء کی کئی مختلف آراء ہو گئیں جن میں سے بعض کا بیان حسبِ ذیل ہے۔

ا۔ لفظِ " ذنب " کا مفہوم ' الزام :۔

پس بعض نے کہا کہ یہاں " ذنب " بمعنیٰ الزام ہے تو ان کے طور پر اس کا معنیٰ یہ ہو گا " تاکہ دور فرما دے آپ کے لئے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت کے) بعد لگائے گئے "۔ "یعنی اے حبیب! جو الزامات، کفّار آپ پر ہجرت سے پہلے عائد کیا کرتے تھے اور جو الزمات ہجرت کے بعد اب تک وہ لگاتے رہے ہیں اس فتحِ مبین سے وہ سارے کے

سارے نیست و نابود ہو جائیں گے اور ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہے گا"
اھ۔

ملاحظہ ہو :۔ ("ضیاء القرآن" جلد چہارم صفحہ ۵۳۱ ' ۵۳۳' ۵۳۴ طبع لاہور از کرم شاہ) نیز "نزہۃ القاری" جلد ا' صفحہ نمبر۲۷۶ طبع کراچی۔

نیز مشہور مماتی مولوی غلام اللہ خاں صاحب دیو بندی نے مولوی انور کشمیری کی کتاب "مشکلات القرآن" کے حوالہ سے "جواہر القرآن" جلد ۳' صفحہ نمبر۱۱۴۹ طبع پنڈی) میں اور رفاعی نے "سورۂ مؤمن" کی آیت نمبر۵۵ کے تحت اپنی "تفسیر رفاعی" (صفحہ نمبر۵۶۸ طبع لاہور) میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔ (واللفظ للاوّل)

۲۔ "ذنب" از قبیلِ حسنات الابرار سیّئات المقربین :۔

بعض نے کہا یہاں " ذنب " " حسنات الابرار سیئات المقربین " کے قبیل سے ہے اور اسے " ذنب " محض آپ "علیہ السلام" کے مقامِ رفیع کے حوالہ سے کہا گیا ہے۔ حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو :۔ "تفسیر ابو السعود" جلد نمبر۷' صفحہ نمبر۳۰۷' طبع بیروت۔ "خازن" جلد نمبر۴' صفحہ نمبر۱۴۴' طبع مروان "روح المعانی" جلد نمبر۱۳' صفحہ نمبر۹۱' طبع امدادیہ ملتان۔ "حاشیۃ الجمل" جلد نمبر۴' صفحہ نمبر۱۵۷' طبع کراچی' "تفسیرِ مظہری" جلد نمبر۹' صفحہ نمبر۳)

اسی طرح غلام اللہ دیو بندی کی "جواہر القرآن" (جلد نمبر۳' صفحہ نمبر۱۱۴۹) میں بھی ہے۔

نیز "سورۂ محمد" (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آیت نمبر۱۹ کے تحت "ابو السعود" جلد ۷' صفحہ نمبر۳۰۷ طبع بیروت اور "سورۂ مؤمن" کی اسی آیت نمبر۵۵ کے تحت مولوی تھانوی دیو بندی کی "بیان القرآن" (پ ۲۴' صفحہ نمبر۴۴) میں بھی ہے۔

۳۔ "ذنب" بمعنٰی "ترکِ اولٰی" و "ترکِ افضل":۔

بعض نے کہا کہ یہاں "ذنب" "ترکِ اولٰی" اور "ترکِ افضل" کے معنٰی میں ہے۔ ملاحظہ ہو:۔ ("ابو السعود" جلد نمبر ۷، صفحہ نمبر ۳۷ طبع بیروت "حیث قال ای جمیع ما فرط منک من ترک الاولٰی" نیز "تفسیر کبیر" جزء نمبر ۲۸ صفحہ نمبر ۸۷ "المراد ترک الافضل"۔ نیز "روح المعانی" جلد ۱۳، صفحہ نمبر ۹۱۔ نیز "البیان" ترجمۂ قرآن" از غزالیِ زماں علیہ الرحمۃ والرضوان تحتِ آیتِ ہٰذا (نیز "مقالات کاظمی" جلد ۳، صفحہ نمبر ۸۷ طبع مکتبہ فریدیہ ساہیوال۔ نیز "تحفۃ الاحوذی" جلد نمبر ۴، صفحہ ۱۴۵ از عبدالرحمٰن مبارک پوری غیر مقلد)۔

مولوی غلام اللہ خاں دیو بندی نے بھی "جواہر القرآن" (جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۱۱۴۹ طبع پنڈی) میں لکھا ہے۔

علاوہ ازیں "قرآن مجید" کے پارہ نمبر ۲۴ کی "سورۂ مؤمن" کی آیت نمبر ۵۵ کے تحت درج ذیل کتب و تفاسیر میں بھی ہے۔ وھی ھٰذہٖ:۔

"تفسیر کبیر" جزء نمبر ۲۷ صفحہ نمبر ۷۷۔ ۸۷ طبع قم۔ جلد ۷، صفحہ نمبر ۳۲۱ طبع بیروت۔ "تفسیر الخازن" جلد نمبر ۴، صفحہ ۴۷ طبع مردان۔ "تفسیر ابوالسعود" جلد نمبر ۷ صفحہ نمبر ۶۳۰ برھامش کبیر۔ (نیز اسی میں پارہ نمبر ۲۶ سورہ "محمد ﷺ" کی آیت نمبر ۱۹ کے تحت صفحہ نمبر ۳۰۷ میں بھی ہے)۔ نیز "البحر المحیط" جلد نمبر ۷، صفحہ ۴۷۱ طبع بیروت۔ "تفسیر حسینی" صفحہ نمبر ۱۰۷۰، طبع تاج کمپنی۔ "حاشیۂ الجمل" جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۲۰ طبع کراچی۔ نیز "فتح القدیر"۔ نیز اسی طرح رافضی مولوی فیض کاشانی کی تفسیر "الصافی" جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۳۴۵ اور مماتی مولوی عبدالغنی کی "تفسیر عبدالغنی" میں بھی ہے۔

۴۔ "ذنب" کہنے کی ایک اور وجہ:۔

بعض نے فرمایا کہ یہاں "ذنب" واقع میں اور "عنداللہ" خلافِ اولیٰ بھی نہیں بلکہ محض اس معنیٰ میں ہے کہ آپ علیہ السلام اپنے مرتبۂ عالیہ کے پیشِ نظر اپنی نظرِ عالی میں بعض امور کو "ذنب" خیال فرماتے تھے۔ ملاحظہ ہو ("روح المعانی" جلد ۱۳، صفحہ نمبر ۹۱) و لفظہ، وقد یقال المراد ما هو ذنب فی نظره العالی ﷺ وان لم یکن ذنبا ولا خلاف الاولی عندالله تعالیٰ کما یرمز الی ذلک الاضافة اھ۔

نیز "جواہر القرآن" جلد ۳، صفحہ نمبر ۱۱۴۹ طبع پنڈی بحوالہ "روح المعانی"۔

بعض ساقط الاعتبار معانی:۔

ان کے علاوہ بعض کتبِ تفسیر میں اس مقام پر یہ بھی لکھا ہے کہ یہ لفظ اپنے ظاہری معنیٰ پر ہوتے ہوئے سہو و غفلت اور بعض قصص کے پیشِ نظر صغائر پر محمول ہے جیسے "خازن" (جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۱۴۴) میں ہے:۔ ما کان من سهو و غفله اھ۔ نیز اسی میں اسی صفحہ پر ہے:۔ ما تقدم من ذنبک یعنی قبل النبوّة وما تأخر یعنی بعدها و هذا علی قول من یجوز الصغائر علی الانبیاء علیہم السلام اھ۔ "نیز کبیر" جزء نمبر ۲۸، صفحہ نمبر ۷۸ میں ہے "الصغائر"۔ پھر اسی میں اسی صفحہ پر ہے "فما قبل النبوّة بالعفو وما بعد ها بالعصمة" اھ۔

اور "روح المعانی" جلد نمبر ۱۳، صفحہ ۹۱ اور "درِ منثور" جلد نمبر ۶، صفحہ نمبر ۷۰ میں بحوالہ ابن المنذر عن عامر وابی جعفر۔

نیز "بغوی" جلد نمبر ۴، صفحہ ۱۸۸۔ ۱۸۹ میں مجاہد، سفیان ثوری اور طبری کے حوالہ سے، اسی طرح "قرطبی" جلد نمبر ۱۶، صفحہ نمبر ۲۷۲ اور "مظہری" جلد نمبر ۹، صفحہ نمبر

۳ میں ہے۔

یا جیسے "خازن" جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۱۲۴" "در منثور" جلد نمبر ۶، صفحہ نمبر ۷۰، "بغوی" جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۱۸۸، ۱۸۹۔ "قرطبی" جلد نمبر ۱۶ صفحہ نمبر ۲۷۲ اور "مظہری" جلد نمبر ۹، صفحہ نمبر ۳ میں سفیانِ ثَوری اور واحدی کے حوالہ سے ہے کہ معنٰی یہ ہیں کہ جو قبلِ نبوّت کیا اور جو بعدِ نبوّت نہ کیا سب کی مغفرت ہے۔ یا جیسے "خازن" جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۱۴۵ میں ہے او ما تقدم من حدیث ماریۃ وما تاَخر امراَۃ زید " اسی طرح "بغوی" جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۱۸۹ میں بھی ہے۔

ان معانی کے ساقط الاعتبار ہونے کے وجوہ :۔

لیکن یہ معانی نہایت درجہ اور قطعاً ساقط اعتبار ہیں کیونکہ ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جن کے قائلین سے ان کی نسبت بطریقِ شرعی ثابت نہیں۔ بالفاظِ دیگر ان کی کوئی معتبر اور صحیح سند، نہیں۔ نیز جن قصص اور اقوال کی بنیاد پر یہ قول کیا گیا ہے اولاً وہ بھی معیاری طریقہ سے صحیح ثابت نہیں ثانیاً بر تقدیرِ تسلیم وہ واقع میں گناہ ہونے کی شرعی دلیل نہیں۔ ہوں بھی سہی تو وہ مقامِ نبوّت اور شانِ رسالت کے منافی اور متصادم ہونے کے باعث معلّل اور غلط ہیں جب کہ مقام نبوّت کے تحفّظ کی غرض سے رواۃ و روایات ہی پر کلام الیق ہے۔ امام رازی نے فرمایا :۔ فلاں یضاف الکذب الی رواته اولی من ان یضاف الی الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ ملاحظہ ہو :۔ ("تفسیر کبیر" جزء نمبر ۲۱ صفحہ نمبر ۱۸۵، پارہ نمبر ۱۷، "سورہ الانبیاء"، تحت آیت نمبر ۶۳ طبع قم)

"نیز کبیر" جزء نمبر ۲۸، صفحہ نمبر ۷۸ میں واقعہ ماریہ رَضی اللہ عنہا و قصۂ امر زید رَضی اللہ تعالیٰ عَنہ کو ابعد اور اسقط الوجوہ سے شمار کیا ہے۔ اور "روح المعانی" جلد نمبر ۱۳، صفحہ نمبر ۹۱ میں ہے فرمایا :۔ ولیس بشئی مع ان العکس اولیٰ لان

حدیث امرأۃ زید متقدم اھ۔

خلافِ عصمت کوئی دلیل ثابت نہیں:۔

جب کہ پوری تاریخ میں کوئی ایک بھی ایسا واقعہ صحیح ثابت نہیں جو اس امر کی شرعی دلیل بننے کا صالح ہو کہ آپ ﷺ سے قبلِ نبوّت یا بعدِ نبوّت کبھی بھی کسی قسم کا "ذنب" بمعنی معروف (صغیرہ و کبیرہ) صادر ہوا۔ الغرض آپ ﷺ ہر دور میں ہر قسم کے ہر گناہ سے معصوم اور پاک ہیں۔ چنانچہ "التفسیرات الاحمدیہ" (صفحہ نمبر ۳۴ طبع پشاور) میں ہے:۔ والحق انہ لا خلاف لاحد فی ان نبینا علیہِ السّلامُ لم یرتکب صغیرۃ و کبیرۃ طرفۃ عین قبل الوحی و بعد کما ذکرہ ابو حنیفۃ رحمہ اللہ فی الفقہ الاکبر اھ۔

نیز "حاشیۃ الجمل علی الجلالین" میں علّامہ جلال محلّی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول "لعصمۃ الانبیاء علَیہمُ السّلامُ بالدلیل العقلی القاطع من الذنوب" کے تحت ہے:۔ "ای صغیرھا و کبیرھا عمدھا و سھوھا قبل النبوۃ و بعدھا" ملاحظہ ہو (جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۴۵۷ طبع کراچی)

امام الفقہاء علّامہ شامی قُدِّسَ سِرُّہُ السّامِی ارشاد فرماتے ہیں:۔ ان الانبیاء کلھم علَیہمُ الصلوٰۃ والسّلام لم تقع منھم معصیۃ قط لا قبل النبوّۃ ولا بعدھا وان ساحتھم منزھۃ عنھا اھ

ملاحظہ ہو:۔ ("مجموعہ رسائل ابن عابدین" عربی جزء اول صفحہ نمبر ۳۱۲ طبع سہیل اکیڈمی لاہور) نیز اسی میں صفحہ نمبر ۳۱۳ پر ہے کہ قائلینِ صغائر کے کلام کا تعلّق بھی محض امکان کے بارے میں ہے، وقوع کا کوئی قائل نہیں حیث قال:۔ ان ھٰذہ الاختلاف المارّۃ انما ھی فی جواز الوقوع وعدمہ لا فی

الوقوع نفسه فتأمل اھ۔

نیز اسی میں اسی صفحہ پر ہے فاتضح ح ان القول الصریح والوجه الصحیح ان شاء اللّٰه تعالٰی تنزههم عن کل عیب۔ وعصمتهم عن کل ما یوجب الریب۔ فهوالذی لیس عنه اعتیاض کما ذهب الیه القاضی عیاض والاستاذ ابو اسحٰق الا سفرائنی وابو الفتح الشهرستانی والامام السبکی رحمهم اللّٰه تعالٰی لانهم اکرم علی اللّٰه سبحانه وتعالٰی من ان تصدر منهم صورة ذنب وقد عزی هذا الرایٔ ابن برهان لاتفاق المحققین قاله الشیخ ابراهیم اللقانی فی اتحاف المرید فهوالذی یعتقد ولا ینبغی ان یجحد وتحصل به السلامة دنیاً و دیناً و تنال به المراتب العلیا، ویبلغ معتقده به المرام و یحصل له ان شاء اللّٰه تعالٰی حسن الختام اھ۔

نیز اما سیوطی "الخصائص الکبرٰی" میں امام سبکی کی "تفسیر" کے حوالہ سے رقمطراز ہیں :۔

" اجمعت الامة علی عصمة الانبیاء (علیهم السلام) فیما یتعلق بالتبلیغ وفی غیر ذٰلک من الکبائر والصغائر الرذیلة التی تحط مرتبتهم ومن المداومة علی الصغائر، هٰذه الاربعة مجمع علیها واختلف فی الصغائر التی لا تحط مرتبهم فذهبت المعتزلة و کثیرة من غیر هم الی جوازها والمختار المنع لاناما موررون بالاقتداء بهم فی کل ما یصدر منهم من قول اوفعل فکیف یقع منهم مالا ینبغی و یؤمر بالاقتداء فیه، قال والذی جوز ذٰلک لم یجوزها بنص ولا دلیل انما اخذ ذلک من هذه الاٰیة (الٰی) قال وقد سبق الی نحو هذا ابن عطیة (الٰی) ثم قال وعلٰی تقدیر الجواز لا

شک ولا ارتیاب انه لم یقع منه ﷺ وکیف یتخیل خلاف ذٰلک وما ینطق عن الھویٰ ان ھوا الا وحی یوحیٰ (الیٰ) ومن تامل احوال الصحابۃ معه ﷺ استحی من اللّٰہ ان یخطر بباله خلاف ذٰلک اھ ملخصًا بلفظہ۔ ملاحظہ ہو:۔ (جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۲۵۶، ۲۵۷ طبع مکتبہ نوریّہ رضویّہ لائل پور)۔

اسی طرح دیگر سینکڑوں کُتب تفسیر و فقہ و کلام وغیرھا میں ہے۔ خصوصی طور پر مسئلہ ہٰذا کی تفصیل مع مالہ وما علیہ دیکھنے کے لئے "تفسیر کبیر" نیز علامہ شامی کا رسالہ "رفع الاشتباہ عن عبارۃ الاشباہ" کا مطالعہ کیا جائے ایمان تازہ ہو گا۔ ان شاء المولیٰ تعالیٰ ------

ذنبک کی پانچویں تاویل

۵۔ذنوبِ اُمّت مراد ہیں:۔

عُلماء کے ایک طبقہ نے فرمایا ہے کہ اس مقام پر لفظِ "ذنب" کی نسبت حضور سیّدِ عالم ﷺ سے حقیقی نہیں بلکہ مجازی ہے اور دراصل اس سے مراد آپ ﷺ کی اُمّت کے ذنب ہیں۔

قائلینِ ترجمۂ ہٰذا:۔ چنانچہ:۔

ا۔ امام فخرالدین رازی:۔

امامِ اہلِ سنّت علامہ فخرالدین رازی رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ (متوفّٰی ۶۰۶ھ جو قطعًا محتاجِ تعارف نہیں) اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں:۔ "المسئلۃ الثالثۃ، لم یکن للنبی ﷺ ذنب فماذا یغفر له؟ قلنا الجواب عنه

قد تقدم مرارًا من وجوہ، احدھا المراد ذنب المؤمنین " یعنی اس آیت کے حوالہ سے تیسرا سوال یہ ہے کہ " نبی کریم ﷺ جب گناہوں سے پاک ہیں تو آپ کی مغفرت کے کیا معنٰی ؟ تو ہم اس کے جواب میں عرض کریں گے کہ اس کا جواب کئی وجوہ سے متعدّد مقامات پر (ہماری اس کتاب " تفسیر کبیر" میں) گزر چکا ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ (" ذنب " کو اگر بمعنٰی معروف اور اس کے حقیقی معنٰی میں رکھا جائے تو یہاں) اس سے مراد حضور ﷺ کی اُمت کے مؤمنین کے ذنب ہیں۔ ملاحظہ ہو :۔ (" تفسیر کبیر" جزء نمبر ۲۸، صفحہ ۷۸ طبع قم ایران) اسی کی مانند اسی کے صفحہ نمبر ۸۲ پر بھی ہے۔

۲۔ امام ابو اللیث سمرقندی۔

۳۔ امام ابنِ عطاء بغدادی اور

۴۔ امام ابو عبدالرحمٰن سلمی :۔

امام ابو اللیث سمرقندی حنفی (متوفّٰی ۳۷۳ ھ) امام ابو العبّاس احمد بن محمّد بن سہل بن عطاء الزاھدی البغدادی (متوفّٰی ۳۹۹ ھ) اور امام الصوفیہؔ صاحب " الحقائق " محمّد بن حسین ابو عبدالرحمٰن سلمی نیشاپوری مؤلف " طبقات الصوفیہؔ " (متوفّٰی ۴۱۲ ھ) رحمۃ اللہ علیہم اجمعین (یہ تینوں ائمہؔ) بھی اسی کے قائل ہیں کہ آیتِ ہٰذا کے الفاظ " ذنبک " میں اُمت کے ذنب مُراد ہیں چنانچہ امام قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ اس حوالہ سے اپنی معرکۃ الاراء تصنیف لطیف، و تالیف منیف " الشفاء " (جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۱۳۸ طبع مصر) میں ارقام فرماتے ہیں :۔ " حکاہ السمرقندی والسلمی عن ابن عطاء " یعنی امام ابو اللیث سمرقندی اور امام ابو عبدالرحمٰن سلمی نے امام ابن عطاء سے یونہی بیان کیا ہے اھ۔

تعارفِ امام ابو اللیث :-

محدث جلیل علامہ علی القاری رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں :- " الامام الجلیل الحنفی المحدّث المفسّر امام الھدٰی الامام الکبیر صاحب الاقوال المفیدۃ والتصانیف المشھورۃ العدیدۃ و تفسیر القرآن اربع مجلّدات اھ " نیز لکھا ہے :- الفقیہ الامام ابو اللیث من اکابر الحنفیۃ " اھ-

ملاحظہ ہو :- ("شرح الشفاء" جلد نمبر ا، صفحہ نمبر ۸۱، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۱۷۵ برہامش "نسیم الریاض" طبع ملتان)

نیز علامہ خفاجی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :- " ھو الامام الجلیل المعروف بامام الھدٰی الفقیہ الحنفی المشھور صاحب التصانیف الجلیلۃ کالتفسیر والنوازل الخ ملاحظہ ہو :- ("نسیم الریاض فی شرح الشفاء للقاضی عیاض" جلد ا، صفحہ نمبر ۸۱ طبع ملتان)

تعارفِ امام ابنِ عطاء بغدادی :-

علامہ علی القاری فرماتے ہیں :- احد مشائخ الصوفیۃ بالعراق کان قانتاً مجتھداً فی العبادۃ لاینام من اللیل الا ساعتین و یختم القرآن فی کل یوم ولہ احوال و معارف و کرامات سنیۃ " اھ

ملاحظہ ہو :- ("شرح الشفاء" جلد نمبر ا، صفحہ نمبر ۲۴ طبع مذکور)

نیز علامہ خفاجی فرماتے ہیں :- قالوا ان لہ لسانا فی فھم القرآن یختص بہ وکان صحب الجنید اھ- ملاحظہ ہو :- ("نسیم الریاض" جلد نمبر ا، صفحہ نمبر ۲۴ طبع مذکور)

آپ عراق کے مشائخِ صُوفیہ میں سے ہیں۔ آپ خشوع و خضوع کے مالک، عبادت میں بُہت طاق تھے، رات میں صرف دو گھڑی سوتے تھے، روزانہ قُرآن مجید کا ختم فرماتے اور صاحبِ احوال و معارف اور باکرامت بزرگ تھے، لوگوں کا جمِ غفیر شاہد ہے کہ آپ کو قرآن فہمی میں ملکۂ عظیمہ حاصل تھا جو آپ ہی کا حصہ تھا اور آپ حضرت جنید بغدادی کے مصاحبین میں سے تھے اھ۔

تعارفِ امام ابو عبدالرحمٰن سلمی :۔

آپ مشہور محدّث امام دار قطنی کے شاگرد اور امام بیہقی (صاحبِ "سننِ کبریٰ") کے استاذ ہیں (کمافی دیباجۂ تالیفہ "طبقات الصوفیہ" وغیرھا)۔

علّامہ علی القاری نے فرمایا :۔ "صاحبُ "طبقات الصوفیہ" و مؤلف "التفسیر فی التصوّف" " آپ مشہورِ زمانہ کتاب "طبقات الصوفیہ" کے مُصنف اور ایک (عظیم الشّان) صُوفیانہ طرز کی تفسیر کے مؤلف ہیں۔ ملاحظہ ہو :۔ ("شرح الشفاء" جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۱۷۵)۔

نیز علّامہ خفاجی نے فرمایا :۔ " ھو الامام ابو عبدالرحمٰن الصوفی " ملاحظہ ہو ("نسیم الریاض" جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۱۷۵)

۵۔ امام ابو القاسم ھبۃ اللہ بغدادی :۔

نیز مفسّرِ قرآن امام ابوالقاسم ھبۃ اللہ بن سلامہ بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (متوفّٰی ۴۱۰ ھ) نے اپنی کتاب " الناسخ والمنسوخ " میں اس آیت کی تفسیر میں اس طرح ارقام فرمایا ہے :۔ " وقال الأخرون ماتقدم من ذنبک وما تاخر من ذنوب امتک " یعنی بعض دوسرے مُفسّرین نے کہا کہ " ما تقدم من ذنبک وماتاخر " کامعنیٰ یہ ہے کہ (تاکہ اے محبوب! اللہ) آپ کی اُمّت

کے اگلے پچھلے گناہ (معاف فرمائے)۔ ملاحظہ ہو ("انوارِ رضا" صفحہ نمبر ۱۴۳ طبع لاہور)

آپ کا تعارف :۔

علاّمہ یاقوت حموی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے بارے میں رقمطراز ہیں :۔ المقریٔ المفسّر النحوی " (الیٰ) کان من احفظ الناس لتفسیر القرآن والنحو والعربیّۃ " (الیٰ) " مات ۴۱۰ھ " یعنی آپ مقری، مفسّر، نحوی (تفسیرِ قرآن، علمِ نحو اور علمِ لغت کے بڑے حفّاظ اور ماہرین میں سے) تھے، آپ نے ۴۱۰ھ میں وفات پائی اھ۔

ملاحظہ ہو :۔ ("معجم الادباء" جلد نمبر ۱۰، جزء نمبر ۱۹ صفحہ نمبر ۲۷۵ طبع بیروت)

اسی کے حوالہ سے مشہور غلام خانی (مماتی) مولوی طاہر دیو بندی پنج پیری کی کتاب "نیل السائرین الیٰ طبقات المفسّرین" (صفحہ نمبر ۸۸) میں بھی ہے۔

علاوہ ازیں امام جلال الملۃ والدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی ان سے استناد فرمایا ہے چنانچہ وہ اپنی معرکۃ الاراء کتاب " الاتقان " (جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۲۴ طبع لاہور) میں ایک آیت کی تفسیر کے بارے میں ان کے حوالہ سے لکھتے ہیں :۔ وذکر ھبۃ اللہ بن سلامۃ الضریر انہ قال الخ یعنی اس بارے میں ھبۃ اللہ بن سلامۃ الضریر کا قول یہ ہے الخ۔

۶۔ امام مکّی بن ابو طالب :۔

امام مکّی بن ابو طالب (متوفّٰی ۴۳۷ھ) نے فرمایا :۔ " مخاطبۃ النبی ﷺ ھھنا ھی مخاطبۃ لامتہ " "یعنی سورۂ فتح کی اس آیت کے ان الفاظ میں نبی کریم ﷺ کی وساطت سے آپ کی امّت کو خطاب ہے اھ

ملاحظہ ہو:۔ (الشفاء للقاضی عیاض جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۱۳۸ طبع مصر و پاک)۔

آپ کا تعارف :۔

موصوف کے بارے میں علّامہ یاقوت حموی حنفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :۔
النحوی اللغوی المقریٔ کان اماماً عالمًا لوجوہ القرات متبحرا فی علوم القرآن والعربیۃ فقیہًا ادیبًا متفنًا غلبت علیہ علوم القرآن فکان من الراسخین فیہا " (الیٰ) ولہ تصانیف کثیرۃ اشہرھا (الیٰ) تفسیر القرآن خمسۃ عشر مجلدًا " یعنی آپ عِلم نحو اور عِلم لغت کے ماہر، عِلم قراءت و تجوید کے پڑھانے کے حاذِق استاد، وجوہِ قراءت کے امام، علومِ قرآن اور عربی کے متبحر عالم، فقیہ، (ادیب اور جامع الفنون تھے، آپ پر علومِ قرآن کا زیادہ غلبہ تھا اور آپ قرآنی علوم کے راسخین (کامل و اکمل علماء) میں سے تھے، آپ کی تصانیف بکثرت ہیں۔ مشہور ترین کتابوں میں سے ان کی لکھی ہوئی قرآن مجید کی تفسیر ہے جو پندرہ جلدوں میں ہے اھ۔
ملاحظہ ہو :۔ (معجم الادباء جلد ۱۰، جزء نمبر ۱۹، صفحہ نمبر ۱۶۷، ۱۶۹ طبع بیروت)

نیز علامہ علی القاری ارقام فرماتے ہیں :۔ ھو من اھل التبحر فی علوم القرآن والعربیّۃ و کثیر التالیف فی علم القرآن " یعنی آپ عربی اور قرآنی علوم کے متبحر علماء میں سے ہیں جو عِلمِ قرآن کے حوالہ سے متعدّد کتب کے مؤلّف ہیں۔ ملاحظہ ہو (شرح الشفاء، جلد ۱، صفحہ نمبر ۱۳۸)۔

نیز علّامہ خفاجی رقمطراز ہیں :۔ " شیخ الصوفیّۃ واھل السنۃ المتبحر فی التفسیر وغیرہ من العلوم ولہ تفسیر کبیر " یعنی آپ اہلِ سنّت خصوصًا صوفیاءِ کرام کے شیخ، عِلمِ تفسیر وغیرہ علوم کے متبحّر عالم ہیں اور آپ تفسیر کی، چوٹی کی ایک بڑی کتاب کے مؤلّف ہیں اھ۔

ملاحظہ ہو :۔ (نسیم الریاض جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۱۳۸)۔ اسی طرح مع زائد بحوالہ ابن خلکان، مشہور مماتی مولوی طاہر پنج پیری کی کتاب نیل السائرین (صفحہ نمبر ۹۴، ۹۵ طبع مردان پشاور) میں بھی ہے۔

۷۔ امام قاضی عیاض مالکی :۔

مستغنی از القاب، غیر محتاج تعارف مشہورِ زمانہ مالکی فقیہ و محدّث، امام جلیل الشّان قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔ قد اختلف فیہ المفسّرون (الیٰ) وقیل المراد بذٰلک امتہ ﷺ " یعنی سورۂ فتح کی اس آیت کے ان الفاظ (لیغفرلک اللّٰہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر) کی تفسیر کے بارے میں مفسّرین کا اختلاف ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس میں آپ ﷺ کی اُمّت (کے ذنوب) کو مُراد لیا گیا ہے اھ۔ ملاحظہ ہو :۔ (الشفاء عربی، جلد ۲، صفحہ نمبر ۱۳۷، ۱۳۸)۔

۸۔ امام علی القاری :۔

امامِ احناف علّامہ علی القاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفّی ۱۰۱۴ھ) علّامہ مکّی بن ابی طالب کے منقولہ بالا قول کو برقرار رکھتے ہوئے اس کے تحت لکھتے ہیں :۔ "لا دنی الملابسۃ فی اضافتہ اوبحذف مضاف عن مرتبتہ " نیز اس سے تھوڑا سا پہلے " المراد بذٰلک امتہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام " کے تحت لکھا ہے :۔ " علی حذف مضاف "

ملاحظہ ہو :۔ (شرح الشفاء جلد ۴، صفحہ نمبر ۱۷۵، طبع مصر و پاک برہامش نسیم الریاض)

۹۔ امام شہاب الدّین خفاجی :۔

امام علّامہ شہاب الدّین خفّاجی حنفی رحمۃ اللہ (متوفّٰی ۱۰۶۹ھ) رقمطراز ہیں

:۔ ای یغفر اللّٰہ لامتک ما صدر وما یصدر منھا فالمراد بخطابہ خطاب امتہ فاضافۃ الذنب لہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم لا دنی ملابسۃ لانہ یسوء مایسوء ھم وھو الشفیع لھم اھ۔

ملاحظہ ہو :۔ ("نسیم الریاض" جلد ۴، صفحہ نمبر ۱۷۵، طبع مصر و پاک)۔

۱۰۔ علّامہ احمد مالکی صاوی :۔

علاوہ ازیں علّامہ احمد صاوی مالکی رحمہ اللہ (متوفّٰی ۱۲۴۱ھ) نے اپنی کتاب "صاوی حاشیہ جلالین" (جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۹۰) میں "جلالین" کی عبارت "وھو مؤوّل" کے تحت ارقام فرمایا ہے :۔ ای اسناد الذنب لہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم مؤوّل اما بان المراد ذنوب امتک اھ۔ یعنی اس کے مؤوّل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذنب کا اسناد، مؤوّل ہے اور ایک قول پر اس آیت میں اُمّت کے ذنوب مراد ہیں اھ۔

۱۱۔ علّامہ اسماعیل حقّی :۔

علّامہ اسمٰعیل حقّی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفّٰی ۱۱۳۷ھ) امام شعرانی کے حوالے سے لکھتے ہیں :۔ ویجوز حمل نحو قولہ لیغفر لک اللّٰہ ماتقدم من ذنبک وماتاخر علی نسبۃ الذنب الیہ من حیث ان شریعتہ ھی التی حکمت بانہ ذنب فلولا اوحی بہ الیہ ما کان ذنباً فجمیع ذنوب امتہ یضاف الیہ والی شریعتہ بھذا التقدیر (الٰی) فما کان قولہ لیغفر لک الخ تطمیناً لہ علیہ السّلام ان اللّٰہ قد غفر جمیع ذنوبھ

امتہ التی جات بہا شریعتہ ولو بعد عقوبۃ باقامۃ الحدود علیہم فی دار الدنیا کما وقع لما عز ومن الواجب علی کل مؤمن انتحال الا جوبۃ للاکابر جہدہ وذٰلک مما یحبہ اللّٰہ ویحبہ من احبنا عنہ فافہم ہذا اعتقادنا الذی نلقی اللّٰہ علیہ ان شاء اللّٰہ تعالیٰ اھ ("روح البیان" جلد نمبر۹، صفحہ نمبر۱۰، طبع کوئٹہ)۔

۱۲۔ اعترافِ معترضین :۔

بلکہ خود معترضین (علامہ غلام رسول صاحب سعیدی اور صاحبزادہ محمد زبیر صاحب) کو بھی اس سے انکار نہیں کہ اس ترجمہ کی اصل زمانۂ قدیم کی کئی تفاسیر میں موجود ہے جیسا کہ صفحہ نمبر۷۵ پر باحوالہ گزر چکا ہے۔

ولنعم ما قیل

ع والفضل ما شہدت بہ الاعداء

دیگر حوالہ جات :۔

اسی طرح بعینہٖ یہی مضمون "قرآن مجید" کی "سورۂ مؤمن" کی آیت نمبر۵۵ کے تحت درج ذیل کتبِ تفسیر میں بھی موجود ہیں۔ طوالت سے بچنے کے لئے صرف کتب کے نام اور جلد و صفحہ کی نشاندہی پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ ملاحظہ ہو :۔

۱۳= "تفسیر الجامع الاحکام القرآن" جلد نمبر۸، صفحہ نمبر۲۱۱ طبع بیروت از امام قرطبی مالکی۔ ۱۴= "تفسیر البحر المحیط" جلد نمبر۴، صفحہ نمبر۵۲۸ طبع بیروت نیز جلد نمبر۷ صفحہ نمبر۴۷۱۔ از امام ابو حیان اندلسی ۔ ۱۵= "تفسیر مدارک التنزیل" جلد نمبر۳، صفحہ نمبر۵۴۵، طبع کراچی از امام علامہ نسفی حنفی۔ ۱۶= "تفسیرِ کبیر" جزء نمبر۲۷، صفحہ نمبر۷۷، ۷۸ طبع قم، جلد نمبر۷، صفحہ نمبر۳۲۱، طبع بیروت، از امام فخرالدین رازی

شافعی، ۱۷= "تفسیر روح المعانی" جلد نمبر ۱۳، صفحہ نمبر ۷۷، طبع ملتان۔ از علامہ سید محمود آلوسی بغدادی حنفی۔ ۱۸= "حاشیہ الجمل علی الجلالین" جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۲۰، طبع کراچی۔ از علامہ سلیمان الجمل۔ ۱۹= "تفسیر حسینی" فارسی صفحہ نمبر ۱۰۷ طبع تاج کمپنی۔ از علامہ واعظ الکاشفی۔ ۲۰= "نور العرفان" صفحہ نمبر ۷۵۵۔ از حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی۔

دیابنہ و غیر مقلدیہ کے حوالہ جات :۔

۲۱= "موضح القرآن" صفحہ نمبر ۴۹۵، طبع کراچی، شائع کردہ دیابنہ منسوب بہ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی مسلّم بین الفریقین المذکورتین۔ ۲۲= "تفسیر قادری" صفحہ نمبر ۶۴۲، طبع کراچی، شائع کردہ دیابنہ کراچی، بنام مولوی فخرالدین لکھنوی۔ ۲۳= "تفسیر عثمانی" صفحہ نمبر ۶۲۹، از دیوبندی شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی۔ ۲۴= "اشرف الحواشی" حاشیہ ترجمہ وحید الزمان غیر مقلد، صفحہ نمبر ۵۶۵، طبع کراچی، از مولوی محمد عبدہ الفلاح، غیر مقلد۔ ۲۵= "حاشیہ ترجمہ ثنائی"، صفحہ نمبر ۵۶۶، از مولوی داؤد راز گوڑگانوی غیر مقلد۔

اسی طرح دیگر متعدد کتبِ تفسیر نیز فریقین کی مسلّم اور فریقِ آخر کی سینکڑوں کتب میں بھی ہے۔

تاویلِ ھٰذا کی نوعیت :۔

اس تاویل کی نوعیت کے بارے میں علماءِ تفسیر کے دو مختلف اقوال ہیں جو حسبِ ذیل ہیں :۔

حذفِ مضاف :۔

چنانچہ ان میں سے بعض نے اس جیسے مقامات پر "حذفِ مضاف" کا قول

کیا جن میں سے بعض نے تقدیرِ عبارت کی تحریر پر اکتفاء کیا اور بعض دوسروں نے اس کی تصریح بھی فرما دی۔ جیسے علّامہ قرطبی وغیرہ۔ چنانچہ انہوں نے اپنی مشہور "تفسیر الجامع لاحکام القرآن" (جلد نمبر ۸، صفحہ نمبر ۲۱۱، طبع بیروت) میں "سورۃ مؤمن" کی آیت نمبر ۵۵ کے تحت ارقام فرمایا ہے :۔ (واستغفر لذنبک) قیل لذنبک امتک حذف المضاف واقیم المضاف الیہ مقامہ اھ

اسی طرح اسی کے حوالہ سے "حاشیۃ الجمل علی الجلالین" (جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۲۰، طبع کراچی) میں بھی ہے۔

نیز علّامہ علی القاری ارقام فرماتے ہیں :۔ "علٰی حذف مضاف" تھوڑا سا آگے لکھا ہے :۔ "او بحذف مضاف" ملاحظہ ہو :۔ ("شرح الشفاء" جلد ۴، صفحہ نمبر ۱۷۵)

نیز "مدارک التنزیل" المعروف "تفسیرِ نسفی" (جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۱۵۴۵ طبع کراچی) میں ہے "ای لذنب امتک"

اسنادِ مجازی :۔

جب کہ بعض دیگر نے اسے مجازِ عقلی اور اسنادِ مجازی کے طور پر "اضافۃ المصدر الی المفعول" پر محمول کیا۔ چنانچہ "تفسیر روح المعانی" (جلد نمبر ۱۳، صفحہ نمبر ۷۷، طبع ملتان) میں ہے :۔ لذنب امتک فی حقک قیل فاضافۃ المصدر الی المفعول اھ۔ اس کی مانند "تفسیر البحر المحیط" (جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۵۲۸) میں بھی ہے۔ نیز "تفسیرِ کبیر" (جزء نمبر ۲۸، صفحہ نمبر ۷۸) میں ہے :۔ فقولہ واستغفر لذنبک من باب اضافۃ المصدر الی المفعول ای واستغفر لذنب امتک فی حقک اھ۔

اسی طرح مشہور رافضی مولوی طبرسی کی "تفسیر مجمع البیان" (جلد ۵، صفحہ نمبر

۱۱۰، ۱۱۱ طبع ایران) میں بھی ہے حیث قال :- وحسنت اضافۃ ذنوب امتہ الیہ للاتصال والسبب بینہ وبین امتہ (الٰی) ان الذنب مصدر یجوز اضافتہ الی الفاعل والمفعول معًا فیکون ھٰہنا مضافًا الٰی المفعول الخ نیز علّامہ علی القاری نے فرمایا :- "علی ان الاضافۃ لادنی ملابسۃ" تھوڑا سا آگے فرمایا:- "لادنی الملابسۃ فی اضافتہ" ملاحظہ ہو : ("شرح الشفاء" جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۱۷۵) طبع مصر و پاک) نیز علامہ شہاب الدین خفاجی نے فرمایا : فاضافۃ الذنب لہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم لادنی ملابسۃ لانہ یسوء مایسوء ھم وھو الشفیع لھم اھ ملاحظہ ہو ("نسیم الریاض" جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۱۷۵)

اعلیٰ حضرت کی مختار تاویل :-

امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ العزیز کا مختار مذکورۃ الصدر دوسری (اسنادِ مجازی والی) تاویل ہے (جیسا کہ اس کی باحوالہ تفصیل صفحہ نمبر ۱۱۳ پر آرہی ہے)

"تمہارے سبب" کس لفظ کا ترجمہ :-

اسنادِ مجازی کے صحیح ثابت ہو جانے کے بعد "تمہارے سبب" کے ترجمہ کا صحیح ہونا بھی خود بخود واضح ہو گیا۔ اس نکتہ کی تفصیل صفحہ نمبر ۱۲۰ پر ملاحظہ ہو۔

آیتِ ہٰذا کے دیگر تراجم اعلیٰ حضرت کی نظر میں :-

سورۃ فتح شریف کی زیرِ بحث آیت کے ترجمہ کے حوالہ سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں وارد لفظِ "ذنب" کو اس

کے ظاہر پر رکھ کر اس کا ترجمہ "گناہ" کرنا نیز اسے مؤوّل ٹھہرا کر اسے "خلافِ اولیٰ" وغیرہ کے معنیٰ میں لینا، دونوں طرح سے درست ہے البتہ اس امر کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ اگر اسے بمعنیٰ معروف گناہ کے معنیٰ میں لیں اور "غفران" بمعنیٰ "عفو" ہو تو اس صورت میں اس کی نسبت صرف اور صرف امت ہی سے دینا درست ہے۔ اور اگر اسے اس کے ظاہر معنیٰ سے ہٹ کر "خلاف اولیٰ" وغیرہ کے معنیٰ میں لیا جائے یا وہ اپنے حقیقی معنیٰ میں ہو اور "غفران" بمعنیٰ "ستر" ہو کما فی ارشاد الساری للقسطلانی لان الغفر ستر اللّٰہ تو اس صورت میں آپ کے نزدیک لفظِ "ذنب" کو سرکار علیہ السلام سے نسبت دینے میں کوئی حرج نہیں۔ اور مذکورہ بالا تراجم میں سے ہر وہ ترجمہ آپ کے نزدیک درست اور برحق و بجا ہے جو مقامِ نبوّت کے مطابق ہو اور جس سے آپ علیہ السلام کی شانِ عصمت پر حرف نہ آتا ہو۔

دعویٰ ہٰذا کی دلیل :۔

جس کی ایک واضح دلیل یہ ہے کہ آپ سے ان دیگر تراجمِ آیت کی صحت کی نفی کہیں بھی ثابت نہیں (ومن ادعیٰ فعلیہ البیان بالبرھان) بلکہ آپ سے اس کے برخلاف ثابت ہے کہ آپ نے اپنی کئی تصانیف جلیلہ میں آیتِ ہٰذا کی بعض دوسری توجیہات کے صحیح ہونے کی بھی تصریح فرمائی ہے بلکہ لفظِ "ذنب" کو "حسنات الابرار سیئات المقربین" کے قبیل سے مان کر اور اسے "خلافِ اولیٰ" وغیرہ کے معنیٰ میں رکھ کر حضور سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نسبت دینا بھی آپ سے صراحت کے ساتھ ثابت ہے۔ جس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

"ذنب" بمعنٰی "خلافِ اولیٰ" کی نسبت کا ثبوت:۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ مسئلہ ختم نبوت پر تحریر کردہ اپنی معرکۃ الاراء کتاب "جزاء اللّٰہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ" المعروف "ختم النبوۃ" (صفحہ نمبر ۱۰۰ طبع مکتبہ نبویہ لاہور) میں ارقام فرماتے ہیں "امام الطریقہ لسان الحقیقہ شیخ اکبر رضی اللہ عنہ "فتوحاتِ مکیہ" باب نمبر ۲۹ میں فرماتے ہیں لما کان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبداً محضاً قد طھرہ اللّٰہ واہل بیتہ تطھرا واذھب منھم الرجس وھو کل ما یشینھم فھم المطھرون بل ھم عن الطھارۃ۔ فھٰذہ الایۃ تدل علی ان اللّٰہ تعالیٰ قد اشرک اھل البیت مع رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی قولہٖ تعالیٰ لیغفر لک اللّٰہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر وای وسخ و قذر من الذنوب فطھر اللّٰہ سبحانہ کلھم رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھم بالمغفرۃ مما ھو بالنسبۃ الینا فدخل الشرفاء اولاد فاطمۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھم (الیٰ) الیٰ یوم القیمۃ فی حکم ھٰذہ

اس عبارت میں "ذنب" بمعنٰی "خلافِ اولیٰ" لے کر اس کی مغفرت کی نسبت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صراحت کے ساتھ دی گئی ہے۔ اعلیٰ حضرت اسے نقل فرمانے کے بعد فرماتے ہیں:۔ الیٰ آخر ما افاد و اجاد وثمہ کلام طویل نفیس جلیل فعلیک بہ رزقنا العمل بما یحبہ ویرضاہ آمین" اھ۔ کما مر بعضھا جس سے ما نحن فیہ (ہمارا یہ موقف) مزید پختہ ہو جاتا ہے۔

ثبوت از رسالہ "اعتقاد الاحباب":۔

نیز آپ اپنے مشہور رسالہ "اعتقاد الاحباب" (صفحہ نمبر ۴۰ طبع فرید بک سٹال

لاہور) میں رقمطراز ہیں :۔ نظیر اس کی عصمت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء ہے کہ اہلِ حق شاہراہ عقیدت پر چل کر مقصود کو پہونچے اور اربابِ باطل تفصیلوں میں خوض کر کے مغاک بد دینی میں جا پڑے۔ کہیں دیکھا " وعصیٰ آدم ربہ فغویٰ " کہیں سُنا " لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر " اھ

شرح از حضرت مفتی محمد خلیل خان برکاتی :۔

حضرت مفتی محمد خلیل خان برکاتی علیہ الرحمۃ اس کی شرح " دس عقیدے " میں صفحہ نمبر (۴۰) پر منقولہ بالا آیتِ فتح کے بعد لکھتے ہیں :۔ " جس سے ذنب یعنی گناہ و غفران یعنی بخشش گناہ کی نسبت کا حضورِ اقدس ﷺ کی جناب والا کی جانب گمان ہوتا ہے اھ

ایک اور حوالہ :۔

نیز اعلیٰ حضرت اسی میں (صفحہ نمبر ۸۶، ۸۷ پر) فرماتے ہیں بعد از وصول، اگر اتباعِ شریعت سے بے پروائی ہوتی تو سید العٰلمین ﷺ اور امام الواصلین علی کرم اللہ وجہہ اس کے ساتھ احق ہوتے۔ نہیں بلکہ جس قدر قرب زیادہ ہوتا ہے شرع کی باگیں اور زیادہ سخت ہو جاتی ہیں۔ حسنات الابرار سیئات المقربین " اھ۔

ایک اور حوالہ :۔

نیز اپنے ایک اور رسالہ مبارکہ " انباء المصطفیٰ " (ﷺ) میں (صفحہ نمبر ۹ پر) فرماتے ہیں :۔ خود قرآنِ عظیم و احادیثِ صحیحہ، صحیح بخاری و صحیح مسلم میں اس کا ناسخ موجود ہے کہ جب آیتِ کریمہ " لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر " اتری یعنی تاکہ اللہ بخش دے تمہارے واسطے سے سب

اگلے پچھلے گناہ۔ صحابہ نے عرض کی "هنيئًا لك يا رسول الله لقد بيّن الله لك ما ذا يفعل بك فما ذا يفعل بنا" یا رسول اللہ! آپ کو مبارک ہو، خدا کی قسم، اللہ عزّوجلّ نے یہ تو صاف بیان فرما دیا کہ حضور کے ساتھ کیا کرے گا۔ اب رہا یہ کہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا؟ اس پر یہ آیت اتری "ليدخل المؤمنين (الىٰ قوله تعالىٰ) فوزًا عظيمًا" تاکہ داخل کرے اللہ، ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اھ۔

ایک اور حوالہ :۔

نیز "فتاویٰ رضویہ شریف" جلد نہم میں (صفحہ نمبر ۷۵ پر) ارقام فرمایا ہے :۔
یعنی اللہ عزّوجلّ نے آپ پر اور آپ کے اصحاب پر جو نعمتیں فرمائیں ان کے شکر میں جس قدر کمی واقع ہو اس کے لئے استغفار فرمائیے، کہاں کمی اور کہاں غفلت ؟ (الیٰ) شکر میں ایسی کمی ہر گز گناہ بمعروف نہیں بلکہ لازمۂ بشریت ہے۔ نعمائے الٰہیہ ہر وقت ہر لحہ ہر آن ہر حال میں متزاید ہیں، خصوصًا خاصوں پر خصوصًا ان پر جو سب خاصوں کے سردار ہیں اور بشر کو کسی وقت کھانے، پینے، سونے میں مشغولی ضرور، اگرچہ خاصوں کے یہ افعال بھی عبادت مگر اصل عبادت سے تو ایک درجہ کم ہیں۔ اس کمی کو "تقصیر" اور اس "تقصیر" کو "ذنب" سے تعبیر فرمایا گیا اھ۔

نیز اسی میں اسی صفحہ پر ہے :۔ "بلکہ خود نفسِ عبارت گواہ ہے کہ یہ جسے "ذنب" فرمایا گیا ہر گز "حقیقةً ذنب" بمعنیٰ "گناہ" نہیں" اھ۔
نیز اسی میں اسی صفحہ پر ہے :۔ "ان کا حقیقةً گناہ ہونا کوئی معنیٰ ہی نہ رکھتا تھا" الخ۔

سے صبح کو مراد ہے بوقتِ سحری کہ میں سحری کے وقت اٹھتا ہوں
رات کو غسل نہیں کیا ہوتا نیت روزے کی ہوتی ہے، اس وقت
کھانا سحری کا کھا کر غسل کرتا ہوں کہ غسل پہلے کروں تو
سحری کا وقت ختم ہو جاتا ہے کیا ایسا کرنا صحیح درست جائز ہے؟ یہ

نیز اسی میں صفحہ نمبر ۷۷ پر ہے :۔ اگر " فاعلم " میں تاؤیل کرے تو "ذنبک" میں تاویل سے کون مانع ہے اور اگر " ذنبک " میں تاویل نہیں کرتا تو "فاعلم " میں تاویل کیسے کر سکتا ہے "۔

نیز اسی میں اسی صفحہ پر ہے " جتنا قُرب زائد' اسی قدر احکام کی شدّت زیادہ "۔

ع جن کے رُتبے سوا ان کو سوا مشکل ہے

بادشاہ جبّار جلیل القدر ایک جنگلی گنوار کی جو بات سُن لے گا جو برتاؤ گوارا کرے گا' شہریوں سے پسند نہ کرے گا' شہریوں میں بازاریوں سے معاملہ آسان ہو گا اور خاص لوگوں سے سخت اور خاصوں میں درباریوں اور درباریوں میں وزراء ہر ایک پر دُوسرے سے زائد ہے' اس لئے وارد ہوا " حسنات الابرار سیئات المقرّبین " نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربوں کے حق میں گُناہ ہیں۔ وہاں "ترکِ اولیٰ" کو بھی "گناہ" سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ " ترکِ اولیٰ " ہر گز "گناہ" نہیں " اھ۔

ایک اور حوالہ :۔

نیز آپ " فتاویٰ رضویّہ " جلد چہارم (صفحہ نمبر ۶۱۵' ۶۱۶ طبع امجدیّہ کراچی) میں " صحیح مسلم "، " موطأ مالک ' ابوداؤد " اور " نسائی " کے حوالہ سے نقل کردہ ایک حدیث کا ترجمہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :۔ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے (الیٰ) حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے دروازہٴ اقدس کے پاس کھڑے تھے ایک شخص نے حضور سے عرض کی اور میں سُن رہی تھی کہ " یا رسول اللہ میں صُبح کو جنب اٹھتا ہوں اور نیت روزے کی ہوتی ہے۔ " حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا " میں خود ایسا کرتا ہوں۔ " اس نے عرض کی " حضور کی ہماری کیا برابری ؟ حضور کو تو اللہ

عزّوجلّ نے ہمیشہ کے لئے پُوری معافی عطا فرما دی ہے الخ۔

امامِ اہلِ سنّت کی یہ عبارت اپنے اس مفہوم میں نہایت درجہ واضح ہے کہ آپ نے اس میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں پوری معافی (یعنی مغفرتِ کلیّہ جو عصمت سے کنایہ ہے) کے لفظ بولے ہیں جو کسی طرح محتاجِ تبصرہ نہیں۔ پس اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ کی ان تصریحات سے ثابت اور روزِ روشن سے زیادہ واضح ہو گیا کہ آیتِ ہٰذا میں لفظِ "ذنب" کو بمعنٰی معروف' "گناہ" سے ہٹ کر اسے شانِ نبوّت کے لائق کسی بھی تاویل میں لیا جائے جیسے "خلافِ اولیٰ" وغیرہ' تو آپ علیہ الرحمۃ اسے درست بلکہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب اسے نسبت دینے کو بھی صحیح سمجھتے ہیں جس کا خُود علّامہ غلام رسول صاحب اور صاحبزادہ صاحب کو بھی تحریک کی حدّ تک اقرار ہے۔ ملاحظہ ہو:۔ "شرح صحیح مسلم" جلد نمبر ۷' صفحہ نمبر ۳۴۳ وغیرہ۔

نیز رسالہ "مغفرتِ ذنب" صفحہ نمبر ۵۰ تا ۵۴ طبع حیدر آباد از "صاحبزادہ" نیز ان کی دیگر تحریرات۔ لہٰذا اس سے بے شمار اعتراضات کا خُود بخُود دفعیہ ہو گیا کما سیجیٔ تفصیلہ قریبًا۔

"کنزالایمان" میں دیگر تراجم سے عدول کی وجوہ:۔

رہا یہ کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے "کنزالایمان" میں اسنادِ حقیقی والے ترجمہ خلافِ اولیٰ وغیرہ سے عدول کر کے اسنادِ مجازی والے ترجمہ کو کیوں اختیار فرمایا جب کہ آپ اسنادِ حقیقی والے ترجمہ کے بھی قائل ہیں؟ تو اس کی بے شمار وجوہ ہیں جن میں سے بعض حسبِ ذیل ہیں:۔

وجہِ اول :۔

اولاً :۔ آیتِ ہٰذا مختلف المعانی ہے جن میں سے ایک معنیٰ وہی ہے جو آپ کا اختیار فرمودہ ہے جب کہ اس جیسی صورتوں میں کسی ایک ثابت شدہ معنیٰ کو اختیار کر لینے سے مطلوبِ شرع حاصل ہو جاتا ہے اور یہ بھی مسلّم امر ہے کہ قرآن اپنے ہر معنیٰ پر حجّت ہے۔ خلاصہ یہ کہ آپ کا اسے اختیار کر لینا شریعتِ مطہرّہ کے دیئے گئے اختیار کی بناء پر ہے۔ چنانچہ آپ اس اصول کو بیان فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں :۔ " حدیث میں فرمایا " القرآن ذو وجوہ " قرآن متعدّد معنیٰ رکھتا ہے رواہ ابو نعیم عن ابن عباس رضیَ اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم علماء فرماتے ہیں قرآن عظیم اپنے ہر معنیٰ پر حجّت ہے۔ "ولم یزل الائمۃ یحتجون علی وجوھہ وذٰلک من اعظم وجوہ اعجازہ وقد فصلنا ھذا المرام فی رسالتنا الزلال الا نقیٰ من بحر سبقۃ الا تقیٰ " اھ ملاحظہ ہو :۔ (الامن والعلیٰ صفحہ نمبر ۴۳ طبع لاہور۔

اعلیٰ حضرت اسی قاعدہ کی رُو سے ایک آیت سے احتجاج فرماتے ہوئے اسی کے صفحہ نمبر ۴۲ پر لکھتے ہیں " فالمدبّرات امرًا " قسم ان فرشتوں کی کہ تمام کاروبار دنیا ان کی تدبیر سے ہے " اھ۔

نیز صفحہ ۴۳ پر ارقام فرمایا :۔ " اب آیۂ کریمہ کے دُوسرے معنیٰ لیجئے۔ تفسیرِ بیضاوی شریف میں ہے " اوصفات النفوس الفاضلۃ حال المفارقۃ" اھ۔

الغرض امامِ اہلِ سُنّت کے اس معنیٰ (تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گُناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے) کو اختیار کرنے کی ایک وجہ اس قاعدے کے حوالہ سے پائی جانے والی یہ شرعی گنجائش ہے۔

وجہِ دوم :۔

زیرِ بحث آیت کے تمام معانی اس کے علوم میں سے ہیں جب کہ علم کی حفاظت و اشاعت کرنا فرائضِ دینیہ سے ہے، اعلیٰ حضرت کے دور میں چونکہ اس کا اسنادِ مجازی والا معنیٰ مٹ رہا تھا کیونکہ لوگ عموماً اس کے دوسرے معنیٰ کو اختیار کر چکے تھے اور وہ بھی غلط انداز میں جیسا کہ اس دور کے تراجم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ پس آپ نے حفاظت و اشاعت کے فریضہ کو پورا کرنے کی غرض سے اُسے اختیار فرمایا۔ جب کہ آپ' اس کے دوسرے معتبر فی التفسیر معانی کے بھی قائل ہیں (کما مرّا آنفاً)

غزالیٔ زماں کے "خلافِ اولیٰ" والے ترجمہ کو اختیار کرنے کی وجہ :۔

ہمارے اس بیان سے غزالیٔ زماں علیہ الرحمۃ والرضوان کے "خلافِ اولیٰ" والے ترجمہ کو اختیار فرمانے کی وجہ بھی واضح ہو گئی کہ آپ کے دور میں عوام یہ سمجھنے لگ گئے تھے کہ آیتِ کریمہ کا صرف وہی ایک ترجمہ ہے جسے اعلیٰ حضرت نے اختیار فرمایا ہے اور اس کا دوسرا ترجمہ مٹ رہا تھا۔ جب کہ وہ بھی آیتِ ہٰذا کے معانی میں سے اور درست و صحیح ہے جس کی حفاظت و اشاعت لازم ہے۔ پس آپ نے اس فریضہ کو سرانجام دیتے ہوئے "خلافِ اولیٰ" والا یہ ترجمہ اختیار فرمایا جب کہ آپ نے کنزالایمان والے ترجمہ کی بھی تغلیط نہیں فرمائی۔ فافہم! ولا تکن من الغٰفلین!

وجہ دوم کی مزید وضاحت :۔

کسی مسئلہ میں سلف کا مختلف ہونا اس کے غیر قطعی ہونے کی دلیل ہوتا ہے خصوصاً جب کہ اس متعلقہ اختلافی مسئلہ کے کسی پہلو کے بارے میں معیاری

صحیح صریح دلیل نہ ہو۔ پس اگر کسی دور میں عوام اس کی کسی ایک شق کو اختیار کر کے اسے قطعی سمجھنے لگ جائیں جس سے ظاہر ہے کہ اس سے اس کی شرعی حیثیت کا بدلنا لازم آتا ہے۔ تو علماء و فقہاءِ اسلام پر اس کی دوسری شق کو اختیار کر کے عملی طور پر اس کی شرعی حیثیت کو بیان کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ پس اس مقام پر "کنزالایمان" اور "البیان" کا یہ معمولی سا ظاہری اختلاف محض اسی نکتہ پر مبنی ہے جب کہ دونوں میں سے کوئی' دوسرے معنی کا منکر نہیں بلکہ اس کے قائل ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے متعلقہ حوالہ جات ابھی گزرے ہیں۔ غزالیٔ زماں کا ارشاد سنیئے جو آپ نے کنزالایمان کی مدح و تائید میں فرمایا ہے چنانچہ آپ اپنے ترجمۂ قرآن "البیان" کے مقدمہ میں دفعِ دخلِ مقدر کے طور پر ارقام فرماتے ہیں :۔ "اس میں شک نہیں کہ اعلیٰ حضرت الامام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ ایک عظیم شاہکار ہے اور اپنے نہج میں وہ ایک ہی ترجمہ ہے لیکن اس میں ایسے الفاظ بھی موجود ہیں جن کا استعمال آج کل اردو محاورات میں متروک ہے اس لئے ضرورت تھی کہ اس کے منہاج پر کوئی دوسرا ترجمہ بھی سامنے لایا جائے" اھ ملاحظہ ہو (صفحہ نمبر۳ طبع ملتان)

جس کی ایک واضح مثال یہ بھی ہے کہ اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ کے شیخ امامِ کعبہ علامہ سیّد دحلان مکّی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو طالب کے ایمان کے موضوع پر "اسنی المطالب" نامی کتاب لکھی تھی جس کے بعد مسئلہ ہٰذا کے دوسرے اختلافی پہلو کی وضاحت کے لئے آپ نے "شرح المطالب فی مبحث ابی طالب" نامی رسالہ تحریر فرمایا۔ وانما الاعمال بالنیّات وانما لکل امریٔ مانوی۔ صدق رسولنا الکریم و نحن علیٰ ذلک لمن الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العالمین۔

وجہِ ثالث :۔

ثالثاً :۔ اعلیٰ حضرت کے ترجمۂ ہٰذا کو اختیار کرنے کی سب سے بڑی اور اہم ترین وجہ یہ ہے کہ یہ آسان اور ایسا عام فہم ہے کہ اس کے حوالہ سے پیدا ہونے والی تمام الجھنیں بآسانی رفع ہو جاتی ہیں۔ پس آپ نے دُوسرے ترجمہ کی بہ نسبت عوام کے حق میں اسی کو طریقِ اسلم سمجھتے ہوئے اسے اختیار فرمایا :۔
فسبحانِ من اخفا لھٰذا الزمان شیخنا العلام الامام احمد رضا خان علیہ شابیب الرحمۃ والرضوان۔

ترجمۂ ہٰذا کا اصل مآخذ :۔

امامِ اہلِ سنّت کے اس ترجمے کی بُنیاد "تفسیر و تأویل" دونوں پر ہے۔

تأویل کو اختیار کرنے کی وجہ :۔

تأویل کو اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تفسیر کے درجاتِ اربعہ (جن کی تفصیل صفحہ نمبر پر گزر چکی ہے) ان میں سے کسی ایک سے بھی صراحت کے ساتھ بطریق شرعی صریحاً یہ ثابت نہیں کہ اس آیت میں ذنب کا اسناد سرکار ﷺ سے حقیقی طور پر ہے۔ بالفرض یہ ثابت ہو بھی سہی تو اس کا لزوم کہیں ثابت نہیں۔ یعنی اس کی کوئی صحیح اور معیاری دلیل نہیں کہ اس میں اسنادِ حقیقی والا معنیٰ ہی اختیار کرنا لازم ہے اور اس کے علاوہ کسی اور معنیٰ کی شرعاً گنجائش نہیں۔

اجتماعِ تفسیر و تأویل کی عُمدہ مثال :۔

تفسیر کے عدمِ لزوم کی صُورت میں تأویل کے جواز بالفاظ دیگر "تفسیر و

تاویل" کے اجتماع کی ایک عمدہ مثال قرآن مجید کے پارہ نمبر ۳۰ کی سورۃ والنزعت کی آیت نمبر ۵ (فالمدبرات امرًا) بھی ہے کہ تفسیر کی رو سے اس کا مصداق ملائکہ کرام ہیں مگر چونکہ بعینہٖ اور بہیئتِ کذائیہ اس سے ملائکہ ہی کے مُراد ہونے کا حصر و لزوم کہیں ثابت نہیں اس لئے مفسّرین نے اس کے ساتھ ساتھ مقرّبینِ بارگاہ انسانوں کی ارواح کے مُراد لینے کو بھی درست قرار دیا ہے جیسا کہ صفحہ نمبر ۱۰۹ پر "تفسیر بیضاوی" اور "الامن والعلیٰ" کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔

باقی اس مقام پر علّامہ غلام رسول صاحب اور صاحبزادہ صاحب نے جن روایات کو اس کی تفسیر اور اس کے لزوم کی دلیل بنا کر پیش کیا ہے وہ ان کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے (جیسا کہ عنقریب صفحہ نمبر ۱۲۸ پر آ رہا ہے)۔

خلاصہ یہ کہ اصولاً و شرعاً گنجائش کے ہونے کے باعث آپ نے طریقِ تاویل کو اختیار فرمایا۔

تاویلی اصل:۔

پھر آیتِ ہٰذا کا تاویلی معنیٰ کرتے ہوئے اگرچہ عُلماء کے ایک طبقہ نے حذفِ مضاف کا قول کیا اور "ذنب" اور "ک" کے درمیان لفظِ "اُمّت" کو محذوف مانا ہے (جیسا کہ صفحہ نمبر ۱۰۰ پر با حوالہ گزر چکا ہے) لیکن اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرّہٗ اس بارے میں حذفِ مضاف کے قائل نہیں بلکہ آپ اس حوالہ سے مجازِ حکمی، مجاز فی الاثبات، مجازِ عقلی اور اسنادِ مجازی کے قائل ہیں جیسا کہ وہ بے شمار محققین کا مختار ہے (کما مرّ قریبًا)۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سورۃ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی آیت کے الفاظ "واستغفر لذنبک" کے متعلق المعتقد المنتقد کے حاشیہ میں

ارقام فرماتے ہیں :۔ فی الآیۃ توجیہات معلومات و لا حب الینا ان استغفر لذنوب ذویک فخصہم ثم عمم الامۃ ولا نقول بحذف المضاف بل الاضافۃ من باب المجاز فان العقلی ابلغ منہ بالحذف اھ ۔ یعنی اس آیت کی کئی توجیہات ہیں جو معروف ہیں۔ ہمارے نزدیک اس کی سب سے محبوب تاویل یہ ہے کہ اے محبوب! آپ اپنے خاصوں کے لئے استغفار فرمائیں۔ پس اس تخصیص کے بعد اس کے بعد والے الفاظ " وللمؤمنین والمؤمنات" میں امّت کی تعمیم فرمائی۔ اور ہم حذفِ مضاف کا قول نہیں کرتے ہیں بلکہ ہمارے نزدیک " ذنب " اور " ک " کی نسبت' مجازی ہے کیونکہ "مجازِ عقلی" "حذف" کی بہ نسبت بُہت بلیغ ہے اھ۔

ملاحظہ ہو :۔ "المستند المعتمد" صفحہ نمبر ۱۳۵ طبع مکتبہ حامدیہ لاہور (حاشیہ نمبر ۳) :۔ "فتاویٰ رضویہ" جلد ۹ صفحہ نمبر ۷۷ طبع کراچی میں ہے :۔ "اضافت کے لئے ادنیٰ ملابست بس ہے (الیٰ) تو "ذنبک" سے مراد اہلِ بیتِ کرام کی لغزشیں ہیں اور اس کے بعد "وللمؤمنین والمؤمنات" تعمیم بعد تخصیص ہے یعنی شفاعت فرمائیے اپنے اہلِ بیت کرام اور سب مسلمان مردود عورتوں کے لئے اھ۔

مفسّرین سے معنیٰ ھٰذا کی تائید :۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان کردہ یہ معنیٰ بھی مفسّرین سے صریحاً ثابت ہے۔ چنانچہ "تفسیرِ کبیر" (جزء نمبر ۲۸ صفحہ نمبر ۶۱) میں امام فخرالدّین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارقام فرماتے ہیں : وقال بعض الناس لذنب اھل بیتک وللمؤمنین والمؤمنات ای لیسوا منک باھل بیتک " اھ۔

نیز "تفسیر الخازن" (جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۱۳۹ طبع مروان پشاور) میں ہے :۔

وقیل فی معنی الآیۃ واستغفر لذنبک ای لذنوب اھل بیتک وللمؤمنین والمؤمنات یعنی من غیر اھل بیتک اھ۔

ایک تازہ شبہ کا ازالہ :۔

شاید کوئی یہ شبہ پیش کرے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی یہ تقریر "سورۂ محمد" (ﷺ) کی آیت نمبر ۵۵ کے بارے میں ہے جب کہ بحث "سورۂ فتح" کی آیت نمبر ۲ میں ہے پس آپ کی اس عبارت کو اس بحث میں لانا بے محل ہے؟

تو اس کا ازالہ یہ ہے کہ " ذنبک " کے الفاظ میں پائی جانے والی اضافت کے نکتہ میں یہ دونوں آیتیں مشترک ہیں اس لئے اضافت کی یہ بحث دونوں میں جاری ہے اور وہ ہے " ادنیٰ ملابست "۔ جس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ صدیوں پہلے علماء و ائمہ تفسیر سے یہ امر صریحاً ثابت ہے کہ "سورۂ فتح" کی آیت معنوی حوالہ سے "سورۂ محمد" (ﷺ) کی اس آیت کی طرف راجع ہے۔ چنانچہ محی السنہ مفسر جلیل، محدث نبیل امام بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی "تفسیر معالم التنزیل" میں آیتِ فتح کے تحت ارقام فرماتے ہیں :۔ قال الحسین بن الفضل ھو مردود الیٰ قولہٖ واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات اھ ۔ یعنی آیتِ ہٰذا (لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر) (معنوی اعتبار سے) "سورۂ محمد" (ﷺ کی آیت) واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنٰت کی طرف راجع ہے۔ ملاحظہ ہو :۔ (جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۱۸۸ طبع ملتان، پاکستان) اسی طرح "تفسیرِ مظہری" جلد نمبر ۹، صفحہ نمبر ۳ اور "عمدۃ القاری" جزء نمبر ۱۹، صفحہ نمبر ۱۷۶، طبع کوئٹہ میں بھی ہے۔

تعریفِ اسناد کے حوالہ سے شبہ کا ازالہ :۔

اگر کوئی یہ کہے کہ " ذنبک " کی ترکیب کو اسنادِ مجازی یا مجازِ عقلی کہنا درست نہیں کیونکہ اسناد تو "مرکّب مفید" اور "کلام" میں ہوتا ہے یا بالفاظ دیگر " فعل" یا "معنیٔ فعل" اور اس کے فاعل میں پائے جانے والے "تعلّق" کا نام اسناد ہے جب کہ " ذنبک " مرکّب غیر مفید (مرکب اضافی) ہے۔ پس اسے اسناد کہنا غلط ہوا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اصطلاح معانی میں اس مقام پر اسناد سے مراد مطلق نسبت یعنی محض ایک کلمہ کا دوسرے کلمہ سے تعلّق ہے جو مرکّباتِ کلامیّہ اور غیر کلامیّہ دونوں کو شامل ہے۔ چنانچہ اس فن کی معرکۃ الاراء کتاب "مختصر المعانی" میں ہے :۔ وینبغی ان یعلم ان المجاز العقلی یجری فی النسبۃ الغیر الاسنادیۃ ایضًا من الاضافیۃ والایقاعیّۃ نحو اعجبنی انبات الربیع البقلِ وجری النہار (الٰی) والتعریف المذکور انما ہو للاسنادی اللّٰھم الا ان یراد بالا سناد مطلق النسبۃ اھ۔ ملاحظہ ہو :۔ صفحہ نمبر۸۹ طبع کراچی (مع التجرید للبنانی)

اس کے تحت "تجرید" میں حاشیہ پر ہے :۔ (قولہٗ یجری فی النسبۃ الاسنادیّۃ) واذا جری فی ذٰلک جرت الحقیقۃ العقلیّۃ فیہ ایضًا فلا تختص الحقیقۃ ولا المجاز بالنسبۃ الاسنادیّۃ کما یوہمہ کلام المصنصف اھ۔

نیز اسی میں حاشیہ نمبر۸ پر ہے (قولہ الایقاعیّۃ) وھی نسبۃ الفعل الی المفعول فان الفعل المتعدیّ واقع علی المفعول ای متعلِّق بہ اھ۔

نیز اسی میں (حاشیہ نمبر ۱۰ پر صفحہ نمبر۸۶ میں) عبدالحکیم کے حوالہ سے

ہے :۔ المجاز العقلی لانه کما یشمل الاسناد یشمل النسبة الاضافیّة والایقاعیّة ایضاً اھ۔

ترجمہ ہٰذا کی تفسیری اصل :۔

تأویلی اصل کے ثابت ہونے کے ساتھ ساتھ بمطالعۂ عمیق دیکھا جائے تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا یہ ترجمہ تفسیری حوالہ سے بھی ثابت ہے اور اس کی اصل، تفسیر کا درجۂ رابعہ (قولِ تابعی) ہے جس کے معتبر اور قابلِ احتجاج ہونے کے لئے اتنا بھی کافی ہے کہ اوپر کے تین درجات (قرآن، حدیث مرفوع اور حدیث موقوف) میں سے کسی ایک سے بھی نہ تو اس کی نفی ثابت ہے اور نہ ہی یہ کسی دلیل شرعی کے بر خلاف و متصادم ہے (ومن ادعٰی فعلیه البیان بالبرهان)

اس کا ثبوت :۔

چنانچہ اس بارے میں امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر، جلیل القدر مفسرِ قرآن تابعی حضرت امام عطاء بن ابی مسلم خراسانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔ انہوں نے فرمایا :۔ "ما تقدم من ذنبک یعنی من ذنب ابویک آدم و حواء ببرکتک وما تأخر من ذنوب امتک بدعائک لهم" یعنی "ما تقدم من ذنبک وما تأخر" کا معنٰی یہ ہے کہ اے محبوب! ہم نے آپ کو روشن فتح دی تاکہ اللہ آپ کے (اپنوں کے ذنب کی) مغفرت فرمائے (مثلاً) اس نے آپ کی برکت اور آپ کے وسیلہ سے آپ کے ابوَین حضرتِ آدم اور حضرت حوّاء علیہما السلام کے ذنب کی مغفرت فرمائی اور آپ کی اس دُعا کے طفیل جو آپ نے اپنی امّت کے لئے فرمائی، ان کی بخشش فرمائے اھ۔ حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو :۔ "تفسیر الخازن" جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۱۴۴، طبع پشاور (واللفظ لہ،) تفسیرِ

بغوی جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۱۸۹ طبع ملتان۔ "تفسیرِ قرطبی جلد نمبر ۱۶، صفحہ نمبر ۱۷۴، طبع بیروت)۔ "تفسیرِ مظہری جلد نمبر ۹، صفحہ نمبر ۳، طبع کوئٹہ۔ "تفسیرِ روح البیان" جلد نمبر ۹، صفحہ نمبر طبع بیروت۔ "تفسیر السراج المنیر" للعلامۃ الشربینی۔ "الناسخ والمنسوخ لھبۃ اللّٰہ البغدادی کما" فی انوار رضا" صفحہ نمبر ۱۴۳، کمالین حاشیہ جلالین۔ "تفسیر جامع البیان" للمعین۔ "الشفاء" جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۱۳۸، طبع مصر و پاک۔ "شرح الشفاء" لعلی القاری جلد ۴، صفحہ نمبر ۱۷۵۔ "نسیم الریاض" جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۱۷۵۔ نیز "عمدۃ القاری" جزء ۱۹، صفحہ نمبر ۱۷۷، طبع کوئٹہ۔

خراسانی علماء کی نظر میں :۔

امام جلال الملۃ والدّین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طبقۂ تابعین کے ائمۂ تفسیر کا بطورِ نمونہ ذکر فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں :۔ " ومنھم الحسن البصری وعطاء بن ابی رباح وعطاء بن ابی مسلم الخراسانی (الیٰ) فھؤلاء قدماء المفسّرین و غالب اقوالھم تلقوھا عن الصحابۃ" یعنی طبقۂ تابعین کے قدیم مفسّرین کہ تفسیرِ قرآن کے بارے میں جن کے اقوال کا ماخذ عموماً صحابۂ کرام کے ارشادات ہوتے ہیں ان میں سے امام حسن بصری، امام عطاء بن ابی رباح اور امام عطاء ابن ابی مسلم خراسانی ہیں۔ ملاحظہ ہو :۔ ("الاتقان" جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۱۸۹، ۱۹۰، طبع سہیل اکیڈمی لاہور)

نیز مماتی فرقہ کے مشہور مولوی طاہر پنج پیری نے اپنی کتاب "نیل السائرین" (صفحہ نمبر ۲۵ طبع مردان) میں لکھا ہے کہ عطاء بن ابی مسلم خراسانی نے صحابۂ کرام سے مرسل اور غیر مرسل طریقہ سے روایت کیا ہے انہیں امام جرح و تعدیل یحییٰ بن معین اور امام المحدّثین ابنِ ابی حاتم نے اپنے والد کے حوالہ سے ثقہ قرار دیا ہے۔ ان کی ولادت ۵۰ھ میں اور وفات ۱۳۵ھ میں ہوئی اھ

نیز اسی میں صفحہ نمبر ۱۲ پر یہ عنوان قائم کیا ہے :۔ " القدماء المشہورون من التابعین " پھر اس کے تحت صفحہ نمبر ۲۲ تا ۲۵ پر " عطاء الخراسانی " کو ذکر کیا ہے۔ جس کا خلاصۂ ترجمہ یہ ہے کہ عطاء خراسانی ان مشہور و قدیم مفسّرین میں سے ہیں جن کا تعلق طبقۂ تابعین سے ہے۔

معلوم ہوا کہ عطاء خراسانی، علمِ "تفسیر القرآن" کے حوالہ سے بڑی قد آور اور اہم مقام کی حامل شخصیّت ہیں پھر چونکہ وہ تابعی بھی ہیں جب کہ تابعی کے افعال و اقوال اور تقاریر بھی عند الجمہور حدیث کی مدّ میں آتے اور حدیث کی حیثیّت رکھتے ہیں اور کسی آیت کے بارے میں تابعی بالاحسان کا بیان کردہ معنیٰ، معنوی اعتبار سے بالکل ایسے ہے جیسے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کسی صحابی کا ارشاد ہو اگرچہ وہ بظاہر اس سے اس کی نسبت نہ بھی کرے۔ اس لئے ان کا بیان کردہ یہ معنیٰ تفسیرِ مأثور قرار پایا جب کہ اس کے برخلاف بھی کوئی صحیح صریح معیاری، شرعی دلیل قائم نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ آیتِ فتح کے تحت اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ کا کیا گیا یہ ترجمہ تفسیر و تأویل کسی حوالہ سے بھی بے اصل نہیں بلکہ جس طرح اس کی تأویلی اصل موجود ہے، وہ تفسیری حوالہ سے بھی ثابت ہے۔
(وھو المقصود والحمد للہ المعبود)۔

یہ قول روایت بالمعنیٰ ہے :۔

اس مقام پر اس امر کی وضاحت کر دینا بھی ضروری ہے کہ (علی التحقیق جمعاً بین الادلّۃ) حضرت عطاء الخراسانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کو بیان کرنے والے بعض رواۃ نے روایت بالمعنیٰ کے طور پر بیان کیا ہے۔ اور " ما تقدم " سے ان کی مُراد محض بعض افراد نہیں بلکہ ان کے نزدیک اس میں حسب مراتب جملہ اوّلین شامل ہیں۔ اور حضرتِ آدم اور حضرت حوّاء علیہما السلام کا نام انہوں نے (صحیح یہ ہے کہ) بطورِ مثال پیش کیا تھا جسے بعض رواۃ نے اپنی فہم اور اپنے تصرف

سے آیت کے ان الفاظ کا مصداقِ واحد قرار دے کر اسے اس معنیٰ میں محصور کر دیا جو صحیح نہیں جس کی ایک واضح دلیل یہ ہے کہ آیت میں "لیغفر" فعل مستقبل کا صیغہ ہے جس میں زمانۂ استقبال پایا جاتا ہے جب کہ حضرت خراسانی کے اس قول میں حضرت آدم و حوّاء علیہما السلام کی مغفرت کے جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کا تعلّق زمانۂ ماضی سے ہے جو ہو چکا ہے پس ان کے اس قول میں اس کا بطورِ مثال وارد ہونا متعیّن ہوا۔

علاوہ ازیں اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ معتبر دلائل کی روشنی میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ کی برکتیں صرف حضرت آدم و حوّاء علیہما السلام ہی کو حاصل نہ ہوئیں بلکہ حسبِ استعداد و حسبِ مرتبہ اوروں کو بھی یہ برکات نصیب ہوئیں۔ چنانچہ بنی اسرائیل کا ایک بہت بڑا گناہ گار مسلمان شخص، محض آپ کے اسم پاک کے چومنے کی برکت سے بخشا گیا ملاحظہ ہو:۔ "الخصائص الکبریٰ"، عربی جلد نمبر۱، صفحہ نمبر۱۶، طبع مکتبہ نوریّہ رضویّہ لائل پور)

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی:

ع وردت نار الخلیل مکتتما
انت فی صلبه فکیف یحترق

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ کے الاؤ میں ڈالا گیا تو آپ ان کی پاک پشت میں جلوہ گر تھے تو ان کے آگ میں جل جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ ملاحظہ ہو:۔ (نشر الطیب صفحہ نمبر۱۰، از مولوی اشرف علی تھانوی (وھو منہم)۔ وقال العارف:۔

؎ اگر نام محمد را نیاوردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا
(صلی اللہ علیہ و بہ علیہما وسلّم)

بلکہ اٹھارہ ہزار عالم میں کوئی ایک بھی ایسا فردِ مخلوق نہیں جو آپ سے مستغنی ہو۔ قال اللّٰہ تعالیٰ " وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین " اس آیت کے تحت "تفسیر روح المعانی" (جلد نمبر ۹، صفحہ نمبر ۱۰۵) میں ہے:۔ و کونہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم رحمۃ للجمیع باعتبار انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام واسطۃ الفیض الالٰھیّ علی الممکنات علی حسب القوابل و لذا کان نورہ ﷺ اول المخلوقات ففی الخبر " اول ما خلق اللّٰہ تعالیٰ نور نبیک یا جابر۔ وجاء اللّٰہ تعالیٰ المعطی وانا القاسم " اھ۔

یعنی تمام ما سواء اللہ کے لئے آپ ﷺ کا رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر ایک کی قابلیّت اور استعداد کے مطابق سب کے لئے فیضانِ الٰہی کے حصول کا واسطہ ہیں اسی لئے آپ کا نور جملہ مخلوقات سے پہلے پیدا کیا گیا (ﷺ)۔ حدیث شریف میں ہے آپ علیہ السّلام نے حضرت جابر کے استفسار پر فرمایا تھا، اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جس چیز کو پیدا فرمایا تھا وہ تیرے نبی کا نور ہے۔ نیز حدیث شریف میں وارد ہے ارشاد فرمایا:۔ اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں اھ۔

"ذنبِ ابویک" کا مطلب:۔

عبارت کے ان الفاظ "ذنب ابویک" میں "ذنب" بمعنیٰ معروف "گناہ" کے معنیٰ میں نہیں بلکہ ان کے شایانِ شایان مراد ہے کیونکہ قرآن و سنّت میں یہ لفظ، کفار و مشرکین نیز مؤمنین اور انبیاء و مرسلین علیہم السلام سب کے لئے بولا گیا ہے۔ کفار و مشرکین کا ذنب دنیا میں قابلِ معافی، آخرت میں ناقابلِ معافی اور مؤمنین کا ذنب دنیا و آخرت میں قابل معافی ہے۔ جب کہ انبیاء و مرسلینِ کرام علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں اس لئے ان کا "ذنب" بمعنیٰ معروف سرے سے گناہ ہی نہیں۔ پس سب کا حکم یکساں نہ رہا (افادہ شیخنا العلام الکاظمی

الفاطمی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ نیز اس کی مثال لفظِ "جدّ" بھی ہے جو خالق و مخلوق دونوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ مخلوق کے لئے ہو تو "دادا" اور نانا کے معنیٰ میں ہوتا ہے خالق کے لیئے ہو تو "شان" کا معنیٰ دیتا ہے۔ قال تعالیٰ "تعالیٰ جدّ ربنا۔ وفی استفتاح الصلوٰۃ و تعالیٰ جَدّک"۔

ان نفوسِ قدسیہّ کو یہاں بطورِ مثال لانے سے مقصود یہ ہے کہ جب اللہ نے اپنے ان محبوب و مقرّب بندوں کو بھی اپنے محبوبِ اعظم ﷺ کے طفیل نوازتے ہوئے مغفرت (جیسا کہ ان کی شان کے لائق ہے) عطا فرمائی تو دوسرا کوئی آپ سے کیونکر مستغنی ہو سکتا ہے ؟؟؟

اعتراضات کے جوابات :۔

باقی اس مقام پر حضرت خراسانی پر علاّمہ غلام رسول صاحب اور صاحبزادہ زبیر صاحب نے جو بے بنیاد اعتراضات کئے ہیں' ان کے مسکت' مسکّت اور مسقط جوابات اپنے مقام پر (صفحہ نمبر ۲۳۵ پر) عنقریب آ رہے ہیں۔ فمن شاء الاطلاع علیھا فلیرجع الیھا

"تمہارے اگلوں پچھلوں" سے اعلیٰ حضرت کی مراد ؟

ہمارے بعض معاصرین علماء و غیرھم نے اعلیٰ حضرت کے اس ترجمہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ کے اس ترجمہ میں "تمہارے اگلوں اور پچھلوں" سے مراد حضور سیّدِ عالم ﷺ کی وہ امّتِ اجابت ہے جس کی طرف آپ مبعوث فرمائے گئے' آپ کے ظہور مبارک سے پہلے کے مسلمان اس میں شامل نہیں جو خلافِ تحقیق' "توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ" کا صحیح مصداق اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی اپنی تحریرات و تصریحات کے بھی خلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ آپ نے "ذنب" بمعنیٰ معروف ہونے کی صورت میں' "تمہارے اگلوں اور

پچھلوں " کے الفاظ سے خصوصاً نسب پاک میں شامل ما سوائے انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے جملہ اوّلین و آخرین کو مراد لیا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں آپ کے اپنے لفظ ہیں :۔

" اور "ما تقدم من ذنبک" " تمہارے اگلوں کے گناہ " اعنی سیّد نا عبداللہ و سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منتہائے نسبِ کریم تک تمام آباء کرام و امہات طیبات باستثنائے انبیاء کرام مثل آدم و شیث و نوح و خلیل و اسمٰعیل علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ اور "ما تاخر" "تمہارے پچھلے "یعنی قیامت تک تمہارے اہلِ بیت و امّتِ مرحومہ تو حاصل کریمہ یہ ہوا کہ ہم نے تمہارے لئے فتح مبین فرمائی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے بخش دے تمہارے علاقہ کے سب اگلوں پچھلوں کے گناہ۔ والحمد للہ رب العٰلمین " اھ۔ ملاحظہ ہو :۔ ("فتاویٰ رضویہ" جلد نمبر۹، صفحہ نمبر۸۷، طبع دار العلوم امجدیہ مکتبہ رضویہ کراچی)۔

ایک تازہ سوال کا جواب :۔

اگر کوئی سوال کرے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت میں "ما تقدم" کی تفسیر میں ان افراد کو مقیّد کر دیا گیا ہے جو نسب شریف میں شامل ہیں جو آیت میں بلا دلیلِ تخصیص نیز بے شمار آیات و احادیث خصوصاً حدیثِ شفاعت (جس میں جملہ اوّلین و آخرین کے آپ سے مستفید ہونے کا بیان ہے اس) کے خلاف ہے؟

تو اس کا **جواب** یہ ہے کہ امامِ اہلِ سنّت کا یہ ارشاد تاویل کی بناء پر ہے اور ابھی گزر چکا ہے کہ آپ آیتِ ہٰذا میں اسنادِ مجازی کے قائل ہیں جب کہ اسناد مجازی کے لئے ملابست و علاقہ ضروری ہے جب کہ بنیادی طور پر آپ علیہ السلام سے نسب شریف میں شامل افراد ہی کو علاقہ و ملابست ہے۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت نے جس طرح "ماتقدم" میں اہلِ نسب شریف کا ذکر فرمایا (اسی طرح "ما تاخر"

میں امّت کے ذکر سے قبل، اہلِ بیت (جو آپ کے نسبی متعلق ہیں انہیں) مقدّم فرمایا۔ پس آپ کی مُراد یہ ہے کہ خصوصی طور پر انہی حضرات کو یہ سعادت ملے گی۔ اسی لیئے ہم نے بھی "خصوصاً نسبِ پاک میں شامل" لکھا۔ دُوسروں کی اس میں نفی مُراد نہیں کہ کسی چیز کا ذکر دُوسروں کی نفی کو مستلزم نہیں پھر یہ کہ جُملہ اوّلین و آخرین کے حسبِ مقام اس میں شامل ہونے کے خود اعلیٰ حضرت بھی قائل ہیں اور یہ امر آپ کی کئی تحریرات سے ثابت ہے۔ چنانچہ آپ اپنی مشہورِ زمانہ کتاب "تجلّی الیقین" (صفحہ نمبر ۱۳، طبع مکتبہ نوریّہ رضویّہ، لائل پور) میں فرماتے ہیں :۔ ازل سے ابد تک ارض و سماء میں، اولیٰ و آخرت میں، دنیا وَ دین میں، روح و جسم میں، چھوٹی یا بڑی، بُہت یا تھوڑی، جو نعمت و دولت کسی کو ملی یا اب ملتی ہے یا آئندہ ملے گی سب حضور کی بارگاہِ جہان پناہ سے بٹی اور بٹتی ہے اور ہمیشہ بٹے گی اھ۔

نیز اسی میں (صفحہ نمبر ۵۵ پر) حاکم اور بیہقی کے حوالہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک ارشاد نقل فرما کر اس کا ترجمہ ارقام فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔ "ہر شخص قیامت میں میرے ہی نشان کے نیچے کشائش کا انتظار کرتا ہو گا" الخ۔

نیز اسی میں (صفحہ نمبر ۵۹ پر) متعدّد کتبِ حدیث کے حوالہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے :۔ میں ان کا شفیع ہوں گا جب عرصۂ محشر میں روکے جائیں گے اور میں انہیں بشارت دوں گا جب وہ نا امید ہو جائیں گے۔ الخ۔

نیز اسی میں (صفحہ نمبر ۷۰ پر) "صحیح مسلم شریف" وغیرہ کے حوالہ سے آپ علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تین سوال دیئے میں نے دو بار عرض کی "الٰہی میری امّت کو بخش دے" اور تیسرا اس دن کے لئے اٹھا رکھا جس میں تمام خلق میری طرف نیاز مند ہو گی۔ یہاں تک کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ

والسلام' (الیٰ) قیامت کے دن ابراہیم بھی میری دعا کے خواہش مند ہوں گے۔ اھ۔

صاحب زادہ کا اعلیٰ حضرت پر شدید افتراء:۔

اس مقام پر صاحب زادہ زبیر صاحب نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ آپ اس آیت کی تفسیر کی رو سے اس بات کے قائل ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل حضرتِ آدم کے گناہ' حضرت یوسف کے گناہ۔ حضرت عیسیٰ کے گناہ اور تمام انبیاء کے گناہ معاف ہوئے (معاذاللہ) جو ان کا آپ پر افتراءِ شدید' بہتانِ عظیم اور کذبِ مبین ہے۔ اعلیٰ حضرت نے قطعاً ایسا کہا ہے نہ کہیں لکھا ہے اور آپ نے اس قسم کے جارحانہ لفظ قطعاً کہیں نہیں کہے اور اس کے جھوٹ ہونے کے لئے آپ کی متذکرہ بالا عبارت بھی کافی ہے جس میں آپ نے انبیاء و رسلِ کرام علیہم السلام کو نہایت درجہ صراحت کے ساتھ مستثنیٰ قرار دیا ہے جو صفحہ نمبر ۱۲۳ پر گزر چکی ہے اسے دوبارہ پڑھیئے! اور صاحب زادہ صاحب کی اس کمالِ دیانت داری پر انہیں داد دیتے ہوئے بار بار سر دھنئیے!!!

ع۔ ناطقہ سربہ گریباں ہے اسے کیا کہیئے؟

ایک اور شبہ کا ازالہ:۔

شاید کوئی یہ شبہ پیش کرے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنے اس فتویٰ میں آیتِ ہٰذا کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت آدم علیہ السلام (وغیرہ انبیاءِ کرام علیہم السلام) کو اس میں مذکور "مغفرتِ ذنب" سے مستثنیٰ قرار دیا ہے جب کہ قولِ خراسانی میں صراحت کے ساتھ ان کو اس میں شامل کیا گیا ہے۔ پس خراسانی کے اس قول کو ترجمۂ اعلیٰ حضرت سے اور ترجمۂ اعلیٰ حضرت کو ان کے اس قول سے کوئی مطابقت نہ رہی لہٰذا اسے اس کا ماخذ تو کجا مؤید کے طور پر پیش کرنا بھی درست نہ رہا؟

تو اس کا ازالہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے اس ارشاد اور امام خراسانی کے اس قول میں قطعاً کوئی تناقض نہیں کہ ان دونوں کے محامل الگ الگ ہیں۔ چنانچہ حضرتِ آدم علیہ السلام (وغیرہ انبیاء و رسلِ کرام علیہم السلام) سے نفیٔ ذنب سے اعلیٰ حضرت کی مراد قطعی طور پر وہ ذنب ہے جو بمعنٰی معروف گناہ ہو کیونکہ آپ نبی ہونے کے باعث اس سے قطعاً معصوم ہیں جب کہ حضرت خراسانی کی مراد وہ ذنب ہے جو خلافِ اولیٰ وغیرہ کے معنٰی میں ہو کر مقامِ نبوّت کے منافی نہ ہو اور ثبوتِ تناقض کے لئے وحداتِ ثمانیہ کا پایا جانا شرط ہے جو حسبِ ذیل مشہور شعروں میں مذکور ہیں۔

؎ در تناقض ہشت وحدت شرط داں
وحدتِ موضوع و محمول و مکاں
؎ وحدتِ شرط و اضافتِ جزو و کل
قوت و فعل است در آخر زماں

ملاحظہ ہو (مرقاۃ صفحہ نمبر ۲۲، ۲۳، طبع ملتان)

جس کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت خراسانی کے اس قول میں حضور سیّدِ عالم ﷺ کے طفیل حضرتِ آدم علیہ السلام کی مغفرت کے جس واقعہ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ، تحریک کی حد تک اس کے مثبت و قائل ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔ (تجلّی الیقین بان نبیّنا سیّد المرسلین (ﷺ) صفحہ نمبر ۴۱ بحوالہ حاکم۔ بیہقی۔ طبرانی۔ آجرّی۔ ابو نعیم۔ ابن عساکر)۔

ترجمۂ ہٰذا جامع التراجم:۔

اس بحث کے اختتام پر اس حقیقت سے پردہ اٹھا دینا بھی ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو اعلیٰ حضرت کے اس ترجمہ سے "خلافِ اولیٰ"

وغیرہ والے دوسرے صحیح تراجم کی نفی نہیں ہوتی بلکہ آپ کا یہ ترجمہ ان تمام تراجم کا جامع ہے، اس میں اور ان میں گہری مناسبت پائی جاتی ہے اس لئے اس میں وہ دوسرے تراجم بھی آ گئے ہیں کیونکہ اولاً بعض کا ذکر دوسرے بعض کی نفی کو مستلزم نہیں۔ ثانیاً کسی کا مغفور ہونا بارگاہِ ایزدی میں اس کے دوسروں کے لئے شفیع ہونے کو مستلزم نہیں جب کہ منصبِ شفاعت کا ثابت ہونا پہلے اس کے اپنے مغفور ہونے کو مستلزم ہے۔ پس "ذنب" بمعنٰی "خلافِ اولیٰ" والا ترجمہ اگرچہ اپنی جگہ درست و بجا ہے لیکن حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی مغفرت کی نسبت دینے سے لزوماً آپ کا اپنی امّت کے لئے شفیع ہونا ثابت نہیں ہوتا لیکن جب یہ کہا جائے کہ "تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے" تو فوراً ذہن میں آتا ہے کہ جس ذاتِ پاک کے تصدّق سے گناہ گاروں کے گناہوں کی سیاہی دھلتی ہو، گناہوں کے دفتر مٹتے اور دوزخی، جنتی بنتے ہوں تو وہ خود کتنے ارفع و اعلیٰ مقام کے مالک اور کتنے مقدس و مقرّب ہوں گے۔ نیز اضافۃ المصدر الی المفعول (اسناد مجازی) کے مان لینے کی صورت میں جب یہ کہاجائے کہ آپ کی طرف "ذنب" کی نسبت اس حوالہ سے ہے کہ آپ شریعت لائے اس پر عمل میں آپ کی امت سے کوتاہی ہوئی۔ پس وہ گناہ کے مرتکب ہوئے، آپ نہ ہوتے آپ کی شریّعت ہوتی نہ اس کی نافرمانی کر کے امّت گناہ کی مرتکب ہوتی اس حوالہ سے یہ معاملہ آپ کے کھاتے میں پڑ گیا تو پریشان نہ ہوں، اللہ آپ کو اس کی بھی مغفرت کا پروانہ دیتا ہے (جیسا کہ صفحہ نمبر ۹۸ پر روح البیان وغیرہ کے حوالہ بالتفصیل گزر چکا ہے)، تو اس صورت میں آپ علیہ السلام کی جانب "مغفرتِ ذنب" کی نسبت بھی نہ چھوٹی اور امت کی مغفرت والا ترجمہ بھی اس میں آگیا۔ اس لئے اس مقام پر اگر اعلیٰ حضرت کے اس ترجمہ مبارکہ کو احسن اور جامع التراجم کہہ دیا جائے تو قطعاً کچھ مبالغہ نہ ہو گا۔

اس سے بھی قطع نظر کر لی جائے تو اعلیٰ حضرت کے اس ترجمہ کا علماء و

ائمہ تفسیر کے ایک جمِ غفیر سے ثابت ہونا تو بہر حال ایک حقیقتِ ثابتہ ہے جب کہ اعلیٰ حضرت "خلافِ اولیٰ" وغیرہ جیسے دوسرے تراجم میں سے کسی ترجمہ کے مخالف بھی نہیں (جیساکہ سیر حاصل طریقہ سے گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے)۔

باقی علّامہ غلام رسول صاحب نے "مغفرت" اور "مغفرتِ کلیّہ" میں فرق ہونا ظاہر کر کے اس پر جو اعتراض کیا ہے اس کا نیز ترجمۂ ہٰذا پر کئے گئے ان کے اور صاحبزادہ صاحب کے دیگر اعتراضات کا "آپریشن" آئندہ سطور میں آ رہا ہے۔ فلیلاحظ۔

اعتراضات کا آپریشن

نام نہاد دلائل کا ترکی بہ ترکی جواب:۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے زیر بحث ترجمہ پر علّامہ غلام رسول صاحب سعیدی اور صاحبزادہ محمد زبیر صاحب نقشبندی کے کئے گئے اعتراضات اور اس کے خلاف قائم کئے گئے ان کے نام نہاد دلائل کے کسی نہ کسی طرح، گزشتہ مباحث میں اگرچہ جوابات آ چکے ہیں جس کے بعد مزید کچھ لکھنے کی حاجت نہیں، تاہم عنوانِ ہٰذا کے تحت کئے گئے ان اعتراضات کا ترکی بہ ترکی جواب اور آپریشن کا فریضہ سر انجام دیتے ہوئے گزشتہ مندرجات کے اعادہ کے بغیر چند لفظ حوالۂ قرطاس کئے جاتے ہیں۔ واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

شانِ نزول سورۂ فتح کے حوالہ سے سب سے بڑا اعتراض:۔

زیرِ بحث آیت میں لفظِ "ذنب" کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبتِ حقیقیہ نیز اس کے اسی تفسیر میں منحصر ہونے اور اس کے لزوم کو ثابت کرنے کے لئے نقل کے حوالہ سے ان حضرات کی سب سے جو قویّ اور صریح

دلیل ہو سکتی ہے اور جسے انہوں نے اپنی بہت بڑی دلیل سمجھا ہے اور جس پر وہ بہت نازاں اور فرحان ہیں، **حضرت انس** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب یہ روایت ہے کہ جب سورۃ فتح کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں ہدیۂ تہنیت پیش کرتے ہوئے عرض کی هنیئًا مریئًا یا رسول اللہ لقد بیّن لک اللہ ماذا یفعل بک فماذا یفعل بنا فنزلت علیہ لیدخل المومنین والمومنات جنّٰت تجری من تحتہا الانہار حتی بلغ فوزًا عظیمًا "

حضور! آپ کو بہت مبارک ہو! کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا اخروی معاملہ واضح فرما دیا ہے مگر یہ بات رہ گئی ہے کہ ہمارا کیا بنے گا؟ تو اس پر (اس سورت کی آیت نمبر ۵) " لیدخل المؤمنین والمؤمنات جنّٰت تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ویکفر عنہم سیئاتہم وکان ذلک عند اللہ فوزا عظیما " نازل ہوئی۔

علّامہ صاحب نے اس روایت کے ثبوت کے لئے صحیح بخاری جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۶۰۰، ۶۱۷، نیز صحیح مسلم جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۱۰۶ طبع کراچی۔ ترمذی صفحہ نمبر ۴۶۹ طبع کراچی۔ اور مسندِ احمد جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۲۱۵، ۱۲۲، ۱۳۴، ۱۹۷، ۱۷۳، ۲۵۲، طبع بیروت۔ ابنِ کثیر جلد نمبر ۶، صفحہ نمبر ۳۲۷، طبع بیروت اور در منثور جلد نمبر ۶، صفحہ نمبر ۱۷، طبع مصر کا حوالہ دیا ہے۔ ملاحظہ ہو:۔ (شرح صحیح مسلم، جلد نمبر ۶، صفحہ نمبر ۶۸۶، جلد نمبر ۷، صفحہ نمبر ۳۳۱، ۳۳۲)

جب کہ صاحبزادہ صاحب نے اس کے لئے بخاری جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۶۰۰، ۷۱۶، مسلم، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۱۰۶، مسندِ احمد، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۲۱۰۔ تفسیر ابنِ کثیر، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۴۹۶۔ کبیر جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۵۳۷، مظہری جلد نمبر ۹، صفحہ نمبر ۳۔ صاوی جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۴۹۶۔ روح المعانی جلد نمبر ۹، صفحہ نمبر ۹۶۔ ترمذی صفحہ نمبر ۴۶۹ اور در منثور جلد نمبر ۶، صفحہ نمبر ۱۷ (وغیرھا) کے حوالے

دیئے ہیں۔ ملاحظہ ہو :۔ ان کی ایک مفصّل قلمی تحریر صفحہ نمبر ۶، ۱۱۔ نیز رسالہ مغفرتِ ذنب صفحہ نمبر ۲۰۔

روایتِ ہٰذا کے حوالہ سے تفصیلِ اعتراضات اور ان کا آپریشن :۔

علّامہ غلام رسول صاحب اور ان کی تقلید میں صاحبزادہ محمّد زبیر صاحب نے اس روایت کے حوالہ سے اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ کے زیرِ بحث ترجمہ پر تین اعتراض کئے ہیں جو مع آپریشن حسبِ ذیل ہیں۔

پہلا اعتراض اور اس کا آپریشن :۔

ان حضرات نے روایتِ ہٰذا کے حوالہ سے ترجمہ ہٰذا پر پہلا اعتراض یہ کیا ہے کہ "اس حدیث میں یہ صریح نص ہے کہ " لیغفرلک اللّٰہ ما تقدم من ذنبک " میں آپ کے ذنوب (بظاہر خلافِ اولیٰ کاموں) کی مغفرت کا بیان ہے۔ اگلوں، پچھلوں یا امّت کے ذنوب کی مغفرت کا ذکر نہیں" اھ ملاحظہ ہو :۔ (شرح صحیح مسلم، جلد نمبر ۷، صفحہ نمبر ۳۳۳، طبع لاہور۔ نیز قلمی تحریر صاحبزادہ صاحب۔ نیز " مغفرتِ ذنب " صفحہ نمبر ۲۱) اس کے کئی جواب ہیں جن میں سے بعض حسبِ ذیل ہیں۔

جوابِ اوّل :۔ بعض حوالے غلط ہیں :۔

علّامہ صاحب اور صاحبزادہ صاحب دونوں نے حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے ثبوت کے لئے صحیح بخاری جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۷۱۶ طبع بیروت، اور صحیح مسلم جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۱۰۶، طبع کراچی۔ نیز صاحبزادہ صاحب نے اس کے لئے مسندِ احمد جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۲۱۰، طبع کراچی کا حوالہ بھی دیا ہے جو بالکل خلافِ واقعہ ہے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب اس روایت کا ان کتب کے ان صفحات پر کوئی نشان پتہ نہیں ہے۔ ذرّہ بھر بھی صداقت اور جرأت ہے تو وہ

اپنے حسبِ دعویٰ مذکورہ کتب سے اسے ثابت کر کے دکھائیں۔ دیدہ باید۔

جوابِ دوم :۔ روایت صحیح ثابت نہیں :۔

اس کے متعلّق بعض حوالے، کتابوں کے نام اور نشانات، صفحات کی حد تک درست ہیں مگر اس روایت کا " لقد بیّن اللہ لک " الخ والا حصہّ پھر بھی کسی طرح صحیح ثابت نہیں بلکہ حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غلط منسوب ہے جس پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے ائمہّ حدیث کی تصریحات موجود ہیں نیز روایتِ ہٰذا کا یہ حصہّ اصولِ درایت کی رو سے بھی نہایت درجہ غلط اور غیر صحیح ہے جس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے :۔

غیر صحیح ہونے کی دلیل :۔

اصولِ روایت کی رو سے اس کے غیر صحیح ہونے کی ایک دلیلِ قاطع یہ ہے کہ روایتِ ہٰذا کے راوی جن پر اس کا دارو مدار ہے، قتادہ بن دعامہ سدوسی ہیں جن سے یہ روایت بالفاظ مختلفہ ان کے متعدّد تلامذہ نے بیان کی ہے جیسے ہمام، سلیمٰن، شیبان، معمر، شعبہ اور سعید بن ابی عروبہ۔ حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو :۔ بخاری جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۷۰۰۔ مسلم، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۱۰۶۔ جامع الترمذی جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۲، صفحہ نمبر ۱۵۹ طبع دہلی اور مسندِ احمد جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۱۲۲۔ ۱۳۴۔ ۱۷۳۔ ۱۹۷۔ ۲۱۵۔ ۲۵۲ طبع بیروت۔

جن میں بعض کے بیان دیگر سے مختلف ہیں ایسی صورت میں تطبیق اور ترجیح کی حاجت پڑتی ہے جس کا واحد حل ان کا آپس میں مواز نہ در تقابل ہے۔ پس متعلقہ کتبِ فن کے مطالعہ سے اس امر کی تعیین ہو جاتی ہے کہ " اصحابِ قتادہ " میں علی الاطلاق سب سے مقدّم اور اثبت سعید بن ابی عروبہ ہیں۔ نیز قتادہ کی مرویّاتِ مسموعہ اور غیر مسموعہ کا فرق جاننے کے حوالہ سے ان کے تلامذہ میں سب سے اعلم، "شعبہ" ہیں یعنی قتادہ کا اپنے شیوخ میں سے کس سے [illegible]

ہے اور کس سے نہیں یا انہوں نے کونسی روایت اپنے کس شیخ سے لی ہے؟ اس فن کو ان کے تلامذہ میں سب سے زیادہ، امام شعبہ جانتے ہیں۔ چنانچہ امام ابوداؤد طیالسی نے فرمایا :۔ "کان احفظ اصحاب قتادۃ" یعنی سعید بن ابی عروبہ، قتادہ کے تلامذہ میں سب سے احفظ ہیں۔ نیز امام ابنِ ابی حاتم نے ابو زرعہ کے حوالہ سے بیان فرمایا "سعید احفظ و اثبت" یعنی سعید احفظ اور اثبت ہیں۔ نیز امام ابو حاتم نے فرمایا :۔ کان اعلم الناس بحدیث قتادۃ" یعنی سعید بن ابی عروبہ، قتادہ کی روایات کے تمام لوگوں سے زیادہ عالم ہیں۔ امام ابن عدی نے کہا "هو مقدم فی اصحاب قتادۃ ومن اثبت الناس عنه روایة" یعنی سعید، اصحابِ قتادہ میں سب سے مقدّم اور اثبت ہیں۔ ملاحظہ ہو (تہذیب التہذیب، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۵۷، ۵۸، طبع مصر و پاک)

نیز حافظ الشّان امام الدّنیا حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے بارے میں رقم طراز ہیں :۔ ثقه حافظ له تصانیف (الیٰ) وکان من اثبت الناس فی قتادۃ" یعنی سعید، ثقہ، حافظ اور کئی کتب کے مصنف ہیں جو قتادہ کے بارے میں سب سے اثبت ہیں۔ ملاحظہ ہو :۔ (تقریب التہذیب، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۳۰۲۔ برقم نمبر ۲۲۶، طبع دار المعرفہ۔ بیروت، لبنان)

نیز تہذیب التہذیب (جلد نمبر ۱۱، صفحہ نمبر ۶۱ طبع بیروت) میں ہے :۔ قال ابن المدینی لما ذکر اصحاب قتادہ کان هشام ارواهم عنه وسعید اعلمهم به و شعبة اعلمهم بما سمع عن قتادۃ مما لم یسمع اھ ما اردنا۔

ابن عروبہ کی روایت کے الفاظ :۔

جب کہ سعید بن ابی عروبہ کی روایت میں "لقد بیّن اللّٰہ عزّ و جلّ لک فماذا یفعل بک فماذا یفعل بنا" الخ والی زیادت قطعاً نہیں ہے بلکہ اس میں

آیتِ فتح کے حوالہ سے صرف اتنا ہے کہ " لقد انزلت علیّ آیۃ ھی احب الیّ من الدنیا جمیعا " ملاحظہ ہو :۔ (صحیح مسلم شریف، عربی جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۱۰۶، طبع کراچی)۔

جو اس امر کی روشن دلیل ہے کہ " لقد بیّن اللّٰہ "الخ" والی زیادت قطعاً صحیح ثابت نہیں۔

علّامہ صاحب اور صاحبزادہ کی ایک غلط فہمی کا آپریشن :۔

علّامہ صاحب اور صاحبزادہ نے اس مقام پر یہ عذرِ لنگ پیش کر کے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی ہے کہ مسلم شریف کی یہ روایت اسی طرح صحیح بخاری میں منقول اس موضوع کی وہ جملہ روایات جن میں "لقد بیّن اللّٰہ " والی زیادت نہیں ہے یہ ان طویل روایات کا مختصر حصہ ہیں جن میں یہ زیادت موجود ہے، جو ان کی علمِ حدیث سے کمالِ بے خبری، انتہائی غلط فہمی یا کمال ہوشیاری ہے۔ فیا للعجب ولضیعۃ العلم والادب۔

ایک ضمنی سوال کا جواب :۔

شاید کوئی یہ کہے کہ مسندِ احمد (جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۲۱۵، طبع بیروت) میں انہی سعید بن ابی عروبہ سے بھی یہ زیادت منقول ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسندِ احمد میں وہ روایت ان سے سعید بن عامر اور عبدالوہاب بن عطاء کے ذریعہ منقول ہے جب کہ صحیح مسلم شریف کی متذکرہ بالا روایت ان کے تلمیذ " خالد بن حارث " سے مروی ہے اور عندالمحدّثین، اختلاف کی صورت میں ابنِ عروبہ کے تلامذہ میں سے " خالد بن حارث " موصوف کا بیان راجح ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے شیخ کی روایات کے بارے میں ان کے دوسرے تلامذہ میں سب سے اثبت ہیں چنانچہ امام ابنِ حجر اس بارے میں

ارقام فرماتے ہیں :۔ " واثبت الناس عنه ابن زریع و خالد بن الحارث و یحیٰی بن سعید ونظراؤ ھم " یعنی سعید بن ابی عروبہ کے تلامذہ میں سب سے اثبت' ابن زریع' خالد بن حارث' یحیٰی بن سعید اور علم و فن میں ان کے ہم رتبہ ان کے دوسرے تلامذہ ہیں۔ ملاحظہ ہو :۔ (تہذیب التہذیب' جلد ۴' صفحہ نمبر ۵۸)

"نظراؤ ھم" میں سعید اور عبدالوہاب شامل نہیں :۔

شاید کوئی تہذیب التہذیب کی اس عبارت میں " نظراؤھم " کے الفاظ کے ذریعہ یہ شبہ پیش کرے کہ ممکن ہے کہ خالد بن حارث کے دوسرے استاذ بھائی سعید بن عامر اور عبدالوہاب بن عطاء ان کے " نظراء " میں سے ہوں ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سعید اور عبدالوہاب (مذکورین)' خالد موصوف کے " نظراء " میں سے نہیں کیونکہ یہ دونوں' روایت میں غلطی کھا جاتے ہیں جب کہ خالد بالاتفاق ثقہ اور ثبت ہیں۔

چنانچہ امام ابنِ حجر عسقلانی نے خالد بن حارث کے بارے میں ارقام فرمایا ہے " ثقة ثبت "۔ ملاحظہ ہو :۔ (تقریب التہذیب جلد نمبرا' صفحہ نمبر ۲۱۲' برقم ۱۵' طبع بیروت) نیز ان پر ائمۂ جرح و تعدیل میں سے کسی کی کسی قسم کی کوئی جرح ثابت نہیں۔ جب کہ سعید اور عبدالوہاب پر ائمۂ کی سخت جرحیں بھی منقول ہیں چنانچہ سعید مذکور کے بارے میں تہذیب التہذیب (جلد نمبر ۴' صفحہ نمبر ۴۵) میں ہے امام ابو حاتم نے فرمایا:۔

" کان رجلاً صالحاً فی حدیثه بعض الغلط " نیز تقریب التہذیب (جلد نمبرا' صفحہ نمبر ۲۹۹' برقم نمبر ۱۹۷) میں ہے :۔ " ربما وهم " یعنی سعید بن عامر نیک آدمی ہیں مگر انہیں بعض اوقات وہم لگ جاتا ہے پس وہ اپنی روایت میں غلطی کا ارتکاب کر جاتے ہیں اھ۔

عبدالوہّاب مذکور کے بارے میں تہذیب التہذیب (جلد نمبر۶، صفحہ نمبر ۳۹۹، اور صفحہ نمبر ۴۰۰) میں ہے۔ امام ساجی، امام بخاری، امام نسائی، امام ابنِ ابی حاتم، امام احمد بن حنبل اور امام بزار نے اسے ضعیف الحدیث اور غیر قوی فی الحدیث فرمایا۔

نیز تقریب التہذیب (جلد نمبر۱، صفحہ نمبر ۵۲۸ برقم ۱۴۰۶) میں ہے "صدوق ربما اخطأ " یعنی صدوق ہے مگر بعض اوقات، بیانِ روایت میں اس سے غلطی واقع ہو جاتی ہے اھ۔ پس ائمہ شان کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ " لقد بیّن اللہ عز و جل " والی زیادت، ان وہم و غلط کا شکار رواۃ کی خطاء فی الروایۃ کا نتیجہ ہے اور صحیح وہی ہے جو خالد بن حارث کے طریق سے سعید بن ابی عروبہ سے مروی ہے جو صحیح مسلم (جلد نمبر۲، صفحہ نمبر۱۰۶) میں موجود ہے۔

ایک ضمنی شبہ کا ازالہ :۔

شاید کوئی تہذیب التہذیب (جلد نمبر۶، صفحہ نمبر ۳۹۹) کی درج ذیل عبارت کے حوالہ سے عبدالوہّاب مذکور کی اقدمیّت کا" استدلال " کرے جو یہ ہے :۔ قال الاجری سئل ابو داؤد عن السهمي والخفاف في حديث ابن ابی عروبۃ فقال عبدالوہّاب اقدم (الیٰ) سمعت احمد يقول عبدالوہّاب " اقدم " یعنی آجری نے کہا کہ امام ابو داوٗد سے سہمی اور عبدالوہاب الخفاف کے متعلق ابنِ ابی عروبہ کی روایت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ عبدالوہّاب، "اقدم " ہے (پھر فرمایا) میں نے امام احمد سے سنا کہ آپ نے خفاف کو اقدم کہا تھا اھ۔ ؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی یہ اقدمیّت علی الاطلاق نہیں بلکہ محض سہمی (جس کا نام شاید عبداللہ ابنِ بکیر ہے اس) کے مقابلہ میں ہے یعنی ابنِ ابی عروبہ سے کسی روایت کے بارے میں صرف سہمی اور خفاف کا اختلاف ہو تو اس

صورت میں سہمی کو مقدم سمجھا جائے گا جیسا کہ مذکورہ بالا عبارت کے الفاظ "سئل ابو داؤد عن السہمی والخفاف " سے ظاہر ہے کہ اس میں محض ان کا تقابل مراد ہے لاغیر۔ جب کہ خالد بن حارث مطلقاً مقدّم ہیں چنانچہ ان کے بارے میں ابنِ عدی کے لفظ ہیں " واثبت الناس عنه (الٰی) خالد بن الحارث " (جیسا کہ ابھی باحوالہ گزر چکا ہے) پس اقدمّیت عبدالوہّاب علی الاطلاق کا شبہ باطل ہو گیا۔

روایتِ " شعبہ عن قتادۃ " کے حوالہ سے شبہ کا ازالہ :۔

شاید کوئی یہ شبہ پیش کرے کہ صحیح بخاری (جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۶۰۰، طبع نور محمد کراچی) میں شعبہ کے طریق سے بھی قتادہ کی ایک ایسی روایت موجود ہے جس میں " لقد بیّن اللّٰہ عزوجل " کی زیادت کا مضمون پایا جاتا ہے جب کہ شعبہ بھی روایاتِ قتادہ کے اثابت میں سے ہے چنانچہ صحیح بخاری کے لفظ ہیں کہ "شعبۃ عن قتادۃ عن انس بن مالک انا فتحنا لک فتحًا مبینًا قال الحدیبیۃ' قال اصحابہ ہنیئًا مریئًا فما لنا فانزل اللّٰہ لید خل المومنین والمومنات جنّٰت " یعنی شعبہ نے قتادہ سے انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ آیت " انا فتحنا لک فتحًا مبینًا " میں مذکور " فتح مبین " سے مراد صلحِ حدیبیہّ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی، بہت مبارک ہو۔ پس ہمارا کیا بنے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ ارشاد نازل فرمایا " لید خل المؤمنین والمؤمنات جنّٰت " یعنی اے محبوب ! ہم نے آپ کو فتحِ مبین دی تاکہ اللہ مؤمن مردوں اور مؤمنہ عوتوں کو اپنی جنتیں عطا فرمائے اھ۔

تو اس کا ازالہ یہ ہے کہ یہ بھی انہیں کچھ مفید اور ہمیں کچھ مضر نہیں کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ اس روایت میں " قال اصحابہ " سے لے کر آخر تک کے

الفاظ علی التحقیق اس روایت کا حصہ اور حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نہیں بلکہ یہ درحقیقت عکرمہ تابعی کا قول ہیں جو راوی کے تصرّف سے حضرتِ انس کا قول مشہور ہو گئے جس کی وضاحت خود حضرتِ شعبہ سے صحیح ثابت ہے۔

روایت "لقد بیّن اللہ" کے غیر صحیح ہونے کی ایک اور دلیل:۔

چنانچہ صحیح بخاری جلد نمبر ۲، طبع نور محمد طبع کراچی کے اسی صفحہ نمبر ۶۰۰ پر جس کا ان "حضرت صاحبان" نے حوالہ دیا اور اس کی بعینہٖ اسی روایت کے آخر میں جسے انہوں نے اپنے دعویٰ کی دلیل بنا کر پیش کیا ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی، امام شعبہ کے حوالہ سے اس کی یہ تصریح موجود ہے کہ:۔ "قال شعبۃ فقدمت الکوفۃ فحدثت بھٰذا کلہ عن قتادۃ ثم رجعت فذکرت لہ فقال اما انا فتحنا لک فعن انس واما ھنیئًا مریئًا فعن عکرمۃ" یعنی امام شعبہ نے فرمایا کہ قتادہ سے اس روایت کو لینے کے بعد مجھے کوفہ میں آنے کا اتفاق ہوا تو میں نے یہ پوری روایت اوّل تا آخر اپنے استاذ قتادہ کے حوالہ سے لوگوں کو بیان کی۔ پھر واپس آکر میں نے یہ بات قتادہ کو بتائی تو انہوں نے کہا کہ "انا فتحنا لک" کی فضیلت کے بیان پر مشتمل حصّہ میں نے براہِ راست حضرتِ انس سے لیا ہے اور "ھنیئًا مریئًا" سے تا آخر حضرتِ انس سے نہیں بلکہ عکرمہ سے ہے اھ۔

اس کے تحت ارشاد السّاری لشرح صحیح البخاری (جلد نمبر ۶، صفحہ نمبر ۳۱۵ طبع بیروت) میں علّامہ قسطلانی لکھتے ہیں:۔ "حاصلہ انہ روی بعضہ عن ھٰذا و بعضہ عن الآخر" اھ۔

نیز عینی شرح بخاری (جلد نمبر ۱۷، صفحہ نمبر ۲۲۲، طبع کوئٹہ) میں ہے:۔ "اشارۃ الیٰ ان بعض الحدیث عند قتادۃ عن انس و بعضہ عندہ عن عکرمۃ" اھ۔

نیز فتح الباری شرح بخاری (جلد نمبر ۷، صفحہ نمبر ۵۱۶، طبع بیروت) میں ہے

افادھنا ان بعض الحدیث عن قتادۃ عن انس وبعضہ عن عکرمۃ اھ۔

روایتِ شعبہ کا تفصیلی پسِ منظر:۔

امام بخاری اور امام مسلم کے استاذ، امام احمد بن حنبل کی شہرہ آفاق کتاب مسندِ احمد بن حنبل (جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۱۷۳، طبع مکۃ المکرمہ و بیروت) میں اس روایت کے پسِ منظر کی مکمّل تفصیل اس طرح مرقوم ہے:۔ "وقال شعبۃ کان قتادۃ یذکر ھٰذا الحدیث فی قصصہ عن انس بن مالک قال نزلت ھٰذہ الآیۃ لما رجع رسول اللہ ﷺ من الحدیبیۃ انا فتحنا لک فتحًا مبینًا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر، ثم یقول قال اصحاب رسول اللہ ﷺ ھنیئًا لک ھٰذا الحدیث قال فظننت انہ کلہ عن انس فاتیت الکوفۃ فحدثت عن قتادۃ عن انس ثم رجعت فلقیت قتادۃ بواسط فاذا ھو یقول اوّلہ عن انس و آخرہ عن عکرمۃ قال فاتیتھم بالکوفۃ فاخبرتھم بذٰلک" یعنی شعبہ نے فرمایا کہ قتادہ اس حدیث کو اپنے بیانات میں حضرتِ انس بن مالک کے حوالہ سے بیان کرتے ہوئے کہتے تھے کہ یہ آیت (انا فتحنا لک فتحًا مبینًا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر) رسول اللہ ﷺ کے حدیبیہ سے لوٹتے وقت نازل ہوئی۔ پھر وہ یہ حدیث بیان کرتے ہوئے کہتے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام نے آپ کی بارگاہ میں عرض کی حضور! آپ کو مبارک ہو۔ شعبہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے ان کا یہ بیان سن کر یہ سمجھا کہ یہ مکمّل روایت انہوں نے حضرتِ انس سے لی ہے۔ اس کے بعد میرا کوفہ میں آنے کا اتفاق ہوا تو میں نے اسے "قتادہ عن انس" کہہ کر بیان کیا۔ پھر وہاں سے واپس آیا تو واسط کے مقام پر میری ان سے ملاقات ہوئی پس میں نے انہیں یہ بیان کرتے ہوئے پایا

کہ اس روایت کا ابتدائی حصہ حضرتِ انس سے اور اس کا آخری حصہ عکرمہ سے ہے۔ شعبہ فرماتے ہیں پس میں نے کوفہ میں دوبارہ آکر اپنے تلامذہ کو اس تفصیل سے آگاہ کیا اھ۔

یہ تفصیل مشہور محدّث علّامہ اسمٰعیلی نے بھی لکھی ہے۔ ملاحظہ ہو:۔ (عینی شرح بخاری جزء نمبر ۱۷، صفحہ نمبر ۲۲۳، طبع کوئٹہ اور فتح الباری جلد نمبر ۷، صفحہ نمبر ۵۱۶، طبع بیروت)۔ نیز امام ابنِ حجر عسقلانی نے بھی اسے اپنی کتاب "المدرج" میں اسی تفصیل سے لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو (فتح الباری جلد نمبر ۷، صفحہ نمبر ۵۱۶)۔

معلوم ہوا کہ "لقد بیّن اللّٰہ" والا یہ مضمون صحابیٔ رسول حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نہیں بلکہ یہ عکرمہ تابعی کا قول ہے جسے ان بزرگوں نے اپنی بزرگانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے کمالِ درجہ بے خبری یا کمال ہوشیاری اور دیانت داری سے کیا کا کچھ بنا کر پیش کیا ہے۔ فانا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

ع چوں کفر خیزد از کعبہ کجا ماند مسلمانی

قولِ عکرمہ کی فنی حیثیت:۔

شاید علامہ صاحب اور صاحبزادہ صاحب، عکرمہ کے تابعی ہونے کے حوالہ سے ان کے اس کا قول کو دلیل بنائیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ قول تابعی کے حجّت ہونے کے لئے شرائطِ معتبرہ کے ساتھ اس کا صحیح ثابت ہونا ضروری ہوتا ہے جب کہ۔

صحیح ثابت نہیں:۔

ان کا یہ قول اصولِ روایت و درایت دونوں کی رو سے غلط اور غیر صحیح ہے کیونکہ **اوّلاً** روایت ہٰذا میں عکرمہ کے شاگرد، قتادہ بن دعامہ ہیں جو مدلّس ہیں

اور وہ اس میں تحدیث و سماع کے صیغ میں سے کسی صیغہ کی بجائے " عَنْ " سے روایت کر رہے ہیں۔ چنانچہ بخاری صفحہ جلد نمبر ۲، نمبر ۶۰۰، میں ہے " واما هنيئًا مريئًا فعن عكرمة " نیز مسندِ امام احمد بن حنبل جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۱۷۳، طبع بیروت میں ہے :۔ شعبة عن قتادة عن عكرمة " اھ جب کہ عنعنہ مدلّس معتبر نہیں پس اس حوالہ سے یہ روایت مدلّس ہوئی جو ضعیف اور غیر مقبول روایات کے اقسام سے ہے۔ چنانچہ امام حافظ ابنِ حجر عسقلانی تہذیب التہذیب میں ان کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں :۔ " قال ابو حاتم (الىّٰ) هو احب الىّ (الىّٰ) اذا ذكر الخبر يعنى اذا صرح بالسماع " یعنی بعض دوسرے رواۃ کی بہ نسبت مجھے اس کی روایت زیادہ محبوب ہے جب کہ بیانِ روایت میں وہ اپنے شیخ سے سماع کی تصریح کرے۔

نیز ابنِ حبان کے حوالہ سے لکھا ہے " كان مدلّسًا علىٰ قدر فيه " یعنی یہ مدلّس تھے، قدری بھی، ملاحظہ ہو :۔ (جلد نمبر ۸، صفحہ نمبر ۳۱۸، طبع مصر و پاک)

نیز علامہ ذہبی، میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں :۔ " حافظ ثقة ثبت لكنه مدلس ورمى بالقدر قاله يحيىٰ بن معين و مع هٰذا فاحتج به اصحاب الصحاح لا سيما اذا قال حدثنا " اھ یعنی قتادہ، حافظ ثقہ ثبت ہیں لیکن وہ مدلّس ہیں اور قدری ہونے کے حوالہ سے بھی ان پر اعتراض ہے۔ یہ امام یحیٰ بن معین کا ارشاد ہے مگر اس کے قدری ہونے کے باوجود اصحابِ صحاح نے اس کی مرویّات کو لائقِ احتجاج گردانا ہے۔ لیکن چونکہ وہ مدلّس بھی ہے اس لئے اس کی روایت کے حجّت ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس کی بیان کردہ روایت بصیغہ سماع (جیسے " حدثنا " وغیرہ) ثابت ہو۔ ملاحظہ ہو :۔ (جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۳۵۸، طبع سانگلہ ہل)

عنعنۂ صحیحین کے ذریعہ شبہ کا ازالہ:۔

رہا یہ کہ یہ روایت صحیح بخاری میں ہے جب کہ صحیحین کی اس قسم کی روایات سماع پر محمول ہیں (کما فی الاصول)؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ

(۱) بنیادی طور پر اس اصول کا تعلق، محض احادیثِ مرفوعہ سے ہے کیونکہ صحیح بخاری کی تألیف سے امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بنیادی مقصد، استنباطِ مسائل کے علاوہ احادیثِ مرفوعہ کے تحفّظ کی غرض سے ان کا مجموعہ پیش کرنا ہے جیسا کہ وہ ان کے رؤیا وغیرہ کے حوالہ سے اس کے پسِ منظر اور سببِ تألیف سے ظاہر ہے۔ نیز ان کی اس کتاب کا مکمّل نام بھی اس پر شاہدِ عدل ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف کا پورا نام اس طرح ہے:۔ الصحیح المسند المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سننہٖ وایامہٖ" (کما فی مقدمۃ فتح الباری للعسقلانی وغیرھا لغیرہ)

(۲) علاوہ ازیں یہ اکثریّہ ہے کلیّہ نہیں جس کا کلیّۂ شاملہ قطعیّہ ہونا کسی صحیح اور متصل معیاری دلیل سے ثابت نہیں (ومن ادعٰی فعلیہ البیان بالبرھان) جیسے خود اسے "صحیح کہنا محض تغلیباً" ہے۔ اسی لئے محقق ابن ہمام (امام احناف) نے محدّثین کے قول" اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری الصحیح للبخاری" کو مبالغہ قرار دیتے ہوئے اس سے سخت اختلاف فرمایا ہے۔

اس کے غیر صحیح ہونے کا ایک اور قرنیہ:۔

علاوہ ازیں سورۂ فتح کی فضیلت کی احادیث متعدد طرق سے دیگر صحابۂ کرام سے بھی مروی ہیں۔ اور ان میں بھی روایتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابتدائی حصّہ والا مضمون مذکور ہے جیسے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ ملاحظہ ہو:۔ (صحیح بخاری، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۷۱۶، صفحہ نمبر ۷۵۰ صفحہ نمبر ۶۰۰) نیز جیسے حضرتِ مجمع

بن جاریہ سے۔ ملاحظہ ہو:۔ (مسندِ احمد جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۴۲۰، طبع بیروت) مگر ان میں سے کسی ایک طرق میں بھی "لقد بیّن اللّٰہ" والی زیادت نہیں۔ یہ بھی "ما نحن فیہ" کے لئے واضح قرینہ ہے کہ یہ جملہ حدیثِ انس کا حصّہ نہیں۔

"لقد بیّن اللہ" کے از روئے درایت غلط ہونے کا بیان:۔

اس سے بھی قطع نظر کر لی جائے تو اصولِ درایت کی رو سے بھی یہ روایت قطعاً صحیح نہیں کیونکہ معترضین، اسی روایت کے بل بوتے پر سورۂ فتح کی ابتدائی آیات کو سورۂ احقاف کی آیت نمبر ۹ (وما ادری ما یفعل بی ولا بکم الآیۃ) کا ناسخ گردانتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ احقاف کی اس آیت کی رو سے سورۂ فتح کی ان آیات کے نزول سے پہلے تک، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحابِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور کفار کے اخروی معاملات کا کسی دوسری آیت میں ذکر تک نہیں تھا۔ انہی آیات نے آکر اس امر کی وضاحت کی جو قطعاً خلافِ حقیقت ہے کیونکہ سورۂ فتح کی ان آیات بلکہ خود سورۂ احقاف کی اس آیت سے بھی پہلے کی، قرآن مجید کی بیسیوں آیات میں اس امر کی نہایت درجہ صراحتیں موجود ہیں، اس لئے محققین کے ایک جمِ غفیر نے سورۂ فتح کی ان آیات کے سورۂ احقاف کی مذکورہ آیت کے لئے ناسخ ہونے سے سخت انکار فرمایا ہے (جس کی تفصیل متذکرہ بالا آیتِ احقاف کے حوالہ سے ترجمۂ اعلیٰ حضرت پر کئے گئے اعتراض کے جواب کے تحت صفحہ نمبر   پر آرہی ہے)

ہیرا پھری اور پیوند کاری:۔

علّامہ صاحب اور صاحبزادہ صاحب نے حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب اس روایت اور حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت کو جو بخاری جلد

نمبر ۲، صفحہ نمبر ۶۰۰، ۷۱۶، ۷۵۰ پر موجود ہے محض اپنے دلائل کا نمبر بڑھانے اور عوام پر رعب جھاڑنے کی غرض سے ایک بنا کر پیش کیا ہے جو اہلِ علم کی شان سے قطعاً بعید ہے۔ پس ان کی اس ہیرا پھیری اور پیوند کاری کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے کیونکہ وہ در حقیقت قولِ عکرمہ ہے ثانیاً وہ بھی صحیح ثابت نہیں (کما مرّ آنفاً) فیا للعجب ولضیعۃ العلم والادب)۔

روایتِ مجمع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے معارضہ کا آپریشن :۔

شاید علّامہ صاحب اور صاحبزادہ صاحب یہ کہیں کہ حضرتِ مجمع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس مضمون کی ایک روایت کے ایک طریق میں یہ لفظ بھی ہیں :۔ "قال جبریل لیھنئک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فھناہ المسلمون" یعنی سورۂ فتح کی ان آیات کے نزول کے وقت جبریل علیہ السلام نے عرض کی تھی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کو مبارک ہو، پھر مسلمانوں نے بھی آپ کو اس پر مبارک باد پیش کی۔ ملاحظہ ہو۔ الخصائص الکبریٰ جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۱۶۹، طبع مصر و پاک) جو "لقد بیّن اللہ" کی مؤید ہے؟

تو اس کا جواب :۔ یہ ہے کہ یہ روایت بھی ان کے اس بے بنیاد دعوی کی قطعاً دلیل اور ان کے مؤقف کی کسی طرح مؤید نہیں کیونکہ اس میں صرف ان آیات کے نزول پر مبارک بادی کے پیش کرنے کا ذکر ہے، اس میں یہ ہرگز نہیں کہ "آپ کا اخروی معاملہ تو اللہ نے واضح فرما دیا باقی ہم رہ گئے" وغیرہ۔ جب کہ اس موقع پر صرف مبارک بادی دینے کا مسئلہ خارج از بحث ہے اور ہمارے خلاف بھی نہیں بلکہ اس موقع پر اصحابِ کرام کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں ہدیۂ تہنیت پیش کرنا ایک لازمی امر ہے کیونکہ یہ آیات فی الواقع، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے طفیل آپ کی امت کے لئے بشارتِ عظمیٰ اور بہت بڑی خوشخبری ہیں۔ باقی مبارک باد پیش کرنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب لفظِ "ذنب" کی

نسبتِ حقیقیہ کے لزومی ثبوت کی قطعاً دلیل نہیں۔ کیونکہ امّت کی مغفرت بھی تو آپ کے لئے بڑی مسرت کی بات اور لائقِ مبارک باد تھی۔ فافہم۔

روایتِ ابنِ عروبہ کے حوالہ سے فیصلہ کن استدلال:۔

ہمارے اس مفصّل اور سیر حاصل بیان سے یہ بات روزِ روشن کی طرح کھل کر سامنے آ گئی کہ " قتادۃ عن انس " کی روایت کے جملہ طرق میں صرف اور صرف وہی لفظ صحیح ثابت ہیں جو قتادہ کے شاگرد سعید بن ابی عروبہ اور ان کے ایک اور تلمیذ شعبہ نے بیان کئے ہیں جب کہ ان دونوں کی روایات میں " لقد بیّن اللّٰہ عزّو جل لک " الخ والی زیادت نہیں ہے اور روایتِ شعبہ میں صرف اتنا ہے کہ " انا فتحنا لک فتحًا مبینًا" حدیبیّہ سے واپسی پر نازل ہوئی اور اس میں مذکور، فتحِ مبین سے مراد صلحِ حدیبیّہ ہے (جیسا کہ مسندِ احمد جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۱۷۳، اور بخاری جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۶۰۰ میں ہے کما) جب کہ روایتِ ابنِ ابی عروبہ کے الفاظ یہ ہیں " ان انس بن مالک حدّثہم قال لما نزلت انا فتحنا لک فتحًا مبینًا لیغفرلک اللّٰہ (الٰی قولہٖ) فوزًا عظیمًا مرجعہ من الحدیبیّۃ وھم یخالطھم الحزن والکابۃ و قد نحر الھدی بالحدیبیّۃ فقال لقد انزلت علیّ آیۃ ھی احب الیّ من الدنیا جمیعًا "۔ ملاحظہ ہو صحیح مسلم، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۱۰۶، طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔ نیز صحیح مسلم بر ہامش قسطلانی شرح بخاری، جلد نمبر ۷ صفحہ نمبر ۴۲۴، ۴۲۵، طبع بیروت۔

علاوہ ازیں علّامہ غلام رسول صاحب نے بھی یہ روایت بعینہٖ حسبِ بالا لکھی ہیں۔ ملاحظہ ہو :۔ شرح صحیح مسلم جلد نمبر ۵، صفحہ نمبر ۵۳۱، کتاب الجہاد بر نمبر ۴۵۲۲۔ طبع فرید بک سٹال، لاہور۔

جس سے جہاں یہ متعیّن ہو گیا کہ " لقد بیّن اللّٰہ " الخ والی زیادت صحیح

ثابت نہیں وہاں یہ بھی واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد "لقد نزلت علیّ آیۃ ھی احب الیّ من الدنیا جمیعًا " صرف سورۂ فتح کی آیت نمبر ۲ " لیغفر لک اللّٰہ " الآیہ کے بارے میں نہیں بلکہ اس کی آیت نمبر ۱ تا نمبر ۶ کے مجموعہ کے متعلق فرمایا تھا جیسا کہ مسلم شریف کے لفظ ہیں :- لما نزلت انا فتحنا لک فتحًا مبینًا لیغفر لک اللّٰہ (الیٰ قولہٖ) فوزًا عظیمًا " جس کا خود بڑے حضرت علامہ غلام رسول صاحب کو بھی اقرار ہے۔ سبحان اللہ۔

۸- جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

نیز اس سے روایتِ مجمع رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متذکرہ بالا) سے اس زیادت کے بغیر ہدیۂ تہنیت کا پیش کرنا ثابت ہوا اور ان دونوں کو ملا کر نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ صحابۂ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی شانِ عصمت کے ظہور اور منصبِ شفاعت کے بیان دونوں پر مبارک باد پیش کی تھی کیونکہ ان میں دونوں کا بیان ہے۔ لہٰذا علامہ صاحب اور صاحبزادہ صاحب کا اسے نسبتِ مغفرتِ ذنب کے لزوم کی نصِّ صریح کہنا غلط اور ان کا خطاءِ صریح ہونا ثابت ہوا۔ وللہ الحمد۔

شیخین کی علمی ژرف نگاہی و بصیرت :-

شیخینؒ (امام بخاری و امام مسلم) رحمہما اللہ تعالیٰ نے انہی مفاسد سے بچتے اور نہایت درجہ حزم و احتیاط سے کام لیتے ہوئے " لقد بین اللّٰہ عزوجل لک " الخ کی زیادت پر مشتمل روایت کو صحیحین میں رکھنے کے قابل ہی نہیں سمجھا جس سے ان کی علمی ژرف نگاہی اور بصیرت تامّہ کا پتہ چلتا ہے اور کہنا پڑتا ہے کہ علم روایت حدیث میں انہیں واقعی امیرالمؤمنین فی الحدیث ہونے کا درجہ حاصل تھا (فرحمہما اللّٰہ ورحمہ واسعہ واسکنہما بحبوحہ جنانہ

آمین)۔

دوسرا اعتراض اور اس کا آپریشن :۔

لیدخل المؤمنین والمؤمنٰت :۔

روایتِ ہٰذا کے شانِ نزول کے حوالہ سے ترجمۂ ہٰذا پر دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ "کئی احادیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ "لیغفرلک اللہ" سے اگلی آیت "لیدخل المؤمنین والمؤمنٰت" امت کی مغفرت اور ان کے دخولِ جنّت کے اعلان کے لئے نازل ہوئی ہے تو پھر "لیغفرلک اللہ" سے بھی امّت ہی کی مغفرت مراد لینا یہ بے فائدہ تکرار ہو گی جو قرآنِ عظیم کی اس عظیم بلاغت کے منافی ہے" الخ۔ ملاحظہ ہو (مغفرتِ ذنب صفحہ نمبر ۳۳، نیز قلمی تحریر صاحبزادہ، صفحہ نمبر ۶، و ھکذا فی شرح صحیح مسلم جلد نمبر ۷، صفحہ نمبر ۳۳۱)

جس کا جواب :۔ یہ ہے کہ سورۂ فتح کی آیت نمبر ۲ (لیغفرلک اللہ الآیۃ) میں رسول اللہ ﷺ کی طرف لفظِ "ذنب" کی نسبت حقیقیہ کے لزوم پھر اس آیت کے اسی تفسیر میں محصور ہونے کے لئے ان حضرات نے جس روایت "لقد بیّن اللہ عزّ و جلّ لک الخ) کا سہارا لیا اور جس کے بل بوتے پر انہوں نے یہ سارا کھیل کھیلا ہے۔ جب ہم نے اس کا "عقلاً نقلاً مخدوش" اور دلائلِ قاطعہ سے غیر صحیح ہونا ثابت کر دیا ہے تو ان کی یہ ساری تقریر خود بخود فضول، عبث اور (ان کے اپنے لفظوں میں) بے فائدہ تکرار قرار پائی اور اس کے سہارے قائم کی گئی ان کی یہ پوری عمارت دھڑام سے گر گئی۔ پھر جب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والا ترجمہ بھی اسلاف اور زمانۂ مشہود لہم بالخیر کے ان حضرات سے ثابت ہے کہ تفسیرِ قرآن میں جن کا قول حجّتِ شرعیّہ ہے (جیسا کہ مدلّل طور پر بالتفصیل صفحہ نمبر گزر چکا ہے) تو ایسی راہ نکالتے ہوئے جس نئے نئے معانی

سلکِ مروارید کی طرح جڑ جائیں، ان میں تطبیق پیش کرنے یا اپنی علمی بے مائیگی کا اعتراف کرنے کی بجائے کسی معنیٰ کو ردّ کر دینا علم اور اہلِ علم کی شان سے قطعاً بعید امر ہے۔ ائمۂ تفسیر نے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کو بر قرار رکھتے ہوئے اس کی توجیہات پیش کی ہیں۔

علّامہ علی القاری اور امام رازی سے تائید :۔

چنانچہ علّامہ علی القاری نے سورۂ فتح کی آیت نمبر۱ (انا فتحنا لک فتحًا مبینًا) میں "لک" کے دو ترجمے کئے ہیں (۱) ایک یہ کہ بلاشبہ ہم نے اے محبوب! آپ کو روشن فتح دی اور (۲) دوسرا یہ کہ اے محبوب! ہم نے آپ کی وجہ سے روشن فتح دی چنانچہ وہ شرح الشفاء (جلد نمبر۱، صفحہ نمبر۱۷۲ برھامش خفاجی) میں ارقام فرماتے ہیں :۔ (قال اللّٰہ تعالٰی انا فتحنا) ای بعظمتنا (لک) ای لا لغیرک اولا جلکُ (فتحًا مبینًا) ای ظاہرا اھ۔

پس مذکورہ بالا دوسرے ترجمہ کی رو سے امّت کا مراد لینا ضروری قرار پاتا ہے کیونکہ یہ امر محتاجِ بیان نہیں ہے کہ آپ کی وجہ سے جس کو یہ فتح مبین ملی وہ آپ کی امّت ہی ہے۔ اس صورت میں اگلی آیت لامحالہ امّت سے متلعق ہو جائے گی۔ جو ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ اعلیٰ حضرت والے ترجمہ کی پاسداری کی بناء پر ہے جس سے معلوم ہوا کہ علّامہ علی القاری کے نزدیک یہ ترجمہ بھی بالکل درست اور اصولِ تفسیر کے عین مطابق ہے ورنہ انہیں اس تطویل کی کیا ضرورت تھی؟

"لیدخل" کا معنوی تعلق؟

رہا یہ کہ آیت نمبر۲ سے آیت نمبر۵ کا اس صورت میں معنوی تعلّق کیسے استوار ہو گا؟ تو اس کا جواب دیتے ہوئے امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

تفسیر کبیر (جزء نمبر ۲۸ صفحہ نمبر ۸۲ طبع ایران) میں آیت نمبر ۵ کے تحت ارقام فرماتے ہیں :۔ قولہٗ تعالیٰ (لیغفرلک اللّٰہ ماتقدم من ذنبک) علیٰ قولنا المراد ذنب المؤمنین کانہ تعالیٰ قال لیغفرلک ذنب المؤمنین لیدخل المؤمنین جنّٰت " یعنی ارشاد باری " لیغفرلک اللّٰہ ما تقدم من ذنبک " میں مؤمنین کے ذنوب مراد ہونے کی تفسیر پر اس کا معنیٰ یہ ہو گا کہ " تاکہ اللہ آپ کے طفیل مؤمنین کے گناہ معاف فرمائے تاکہ وہ جنّات میں جا سکیں " اھ۔

بے فائدہ تکرار کا آپریشن :۔

معلوم ہوا کہ امام رازی کے نزدیک بھی یہ ترجمہ صحیح اور موجّہ ہے ورنہ وہ ان حضرت صاحبان کی طرح صاف فرما دیتے کہ یہ ترجمہ غلط ہے کیونکہ یہ "بے فائدہ تکرار" کو مستلزم اور قرآن کی عظیم بلاغت کے منافی ہے۔

ع بہ بین تفاوت کہ راہ کجا است تا بہ کجا

پھر اگر تکرار مطلقاً بے فائدہ اور خلافِ بلاغت ہوتا ہے تو قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر جہاں بعض آیتیں کئی کئی بار آئی ہیں تو کیا وہ مقام بھی معاذاللہ فضول، اور بلاغت سے خالی ہیں؟

نیز اگر ایک بات کا مختلف پیراؤں میں آنا فضول و عبث ہے تو بدل، مبدل منہ، اجمال کی تفصیل اور ابہام کا کشف نیز تخصیص بعد تعمیم وغیرہ کس مّد میں آئیں گے؟

نیز یہ بھی وضاحت فرمائیے گا کہ خود اسی زیرِ بحث آیت نمبر ۲ (لیغفرلک اللّٰہ الآیۃ) کی روشنی میں مغفرتِ کلیّہ کے قول کی رو سے اگلے جملے " ویتم نعمتہ علیک" اور " ویھدیک صراطاً مستقیماً " بھی کیا

معاذاللہ فضول تکرار کا شکار ہیں؟ یا کیا "اتمامِ نعمت" اور "ہدایتِ صراطِ مستقیم" کے بغیر مغفرتِ کلیہ حاصل ہو گئی؟

نیز اگر یہ "بے فائدہ تکرار" ہے تو اس آیت کے مضمون کی حامل دیگر تمام آیات بھی معاذاللہ "بے فائدہ تکرار" فضول و عبث اور "قرآن کی عظیم بلاغت کے منافی" ہوں گی؟ جیسے آخری پارہ کی مکی سورت سورۂ بینہ کی آخری آیت " جزائهم عند ربهم جنّٰت عدن تجری من تحتها الانهٰر خالدین فیها ابداً الاٰیہ" (وغیرھا) انصاف شرط ہے۔

صاحبان کے ایک پروپیگنڈہ کا آپریشن :-

علامہ صاحب اور صاحبزادہ صاحب نے بار بار یہ سخت پروپیگنڈہ کیا اور یہ رونا رویا ہے کہ انہوں نے نسبتِ حقیقیہ والے ترجمہ کو محض سرکار ﷺ کی عظمت کو دوبالا کرنے کی غرض سے اختیار کیا ہے اور اس سے ان کا مقصود محض، شانِ رسالت کا پرچار ہے۔ ملاحظہ ہو (شرح صحیح مسلم جلد نمبر ۶، صفحہ نمبر ۶۹۷۔

بلکہ مؤخر الذکر نے تو اپنے پیشرو (اوّل الذکر) سے چند قدم آگے بڑھتے ہوئے ترجمہ اعلیٰ حضرت کی تائید کو گستاخی اور اسے اعلیٰ حضرت سے معاذاللہ، اندھی، ملحدانہ اور کافرانہ عقیدت قرار دینے سے بھی گریز نہیں کیا (جیسا کہ صفحہ نمبر ۶۳ باحوالہ گزر چکا ہے۔

پس ان کا یہ واویلا، اخلاص پر مبنی ہے تو انہیں پیشِ نظر روایت (لقد بیّن اللہ عزّو جلّ) کے ماننے منوانے پر اصرار کیوں ہے جو معاذاللہ براہِ راست شانِ رسالت پر چوٹ کر رہی ہے کہ آپ کو اپنے اور اپنے اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم کے اخروی انجام کی کوئی خبر نہ تھی اور یہ کیفیت برسہا برس تک رہی۔ کیا یہ کہیں میٹھا ہپ اور کڑوا تھو والا معاملہ تو نہیں؟

تیسرا اعتراض اور اس کا آپریشن

بے ربط اور خلافِ سیاق و سباق :-

اس حوالہ سے ترجمۂ ہٰذا پر ان حضرات کا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ :- " یہ معنٰی سیاق و سباق کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس میں پہلے فتحِ مبین' پھر آپ کی مغفرت پھر اتمامِ نعمت پھر اثبات علی الصراط المستقیم پھر غالب نصرت کا بیان ہے۔ اگر فتحِ مبین کے بعد درمیان میں اگلے پچھلوں کی مغفرت کا بیان ہے تو اللہ تعالٰی کے کلامِ معجز نظام کو اس بے ربط محمل کرنے کی کیا ضرورت ہے " اھ (ملخصًا)۔ ملاحظہ ہو شرح صحیح مسلم جلد نمبر ۶' صفحہ نمبر ۶۹۵' نیز جلد نمبر ۷' صفحہ نمبر ۳۲۹' ۳۳۰' طبع لاہور۔ نیز مغفرت ذنب صفحہ نمبر ۳۳' ۳۴)

اس کے کئی جواب ہیں جن میں سے بعض حسبِ ذیل ہیں :-

جوابِ اوّل :- بے ربطی کا قول صحیح نہیں :-

اوّلاً :- ترجمۂ ہٰذا کو بے ربط اور سیاق و سباق کے خلاف کہنا غیر صحیح خود بے ربط اور علم و تحقیق کے خلاف ہے کیونکہ بر سبیلِ تنزّل یہ بے ربط اس وقت تھا کہ جب " لک " اور " ذنبک " کے الفاظ کے ترجمہ میں رسول اللہ ﷺ کی بجائے بالکلیہ کسی اور کو مخاطب قرار دیا جاتا جب کہ اس میں ایسا نہیں کیا گیا جیسا کہ اس کے الفاظ " تمہارے سبب سے " سے ظاہر ہے۔ وہذا ثانی نیلہ'

باقی " تمہارے اگلوں پچھلوں کے " والا ترجمہ' آیت کے ان الفاظ کا مفہوم ہے کیونکہ اعلٰی حضرت نے لفظی ترجمہ کا التزام نہیں فرمایا جب کہ مفہومی ترجمہ کرنا کوئی (شرعی و اصولی) جرم بھی نہیں بلکہ عین ترجمانیٔ حقیقت ہے۔

مفہومی ترجمہ کی مثالیں :۔

بلکہ قرآنِ مجید میں بے شمار مقامات ایسے ہیں کہ جہاں ان حضرت صاحبان سمیت ہر کوئی وہاں پر مفہومی ترجمہ ہی کا قائل ہے مثلاً پارہ نمبر ۲' سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۱۰ میں رب تعالیٰ کا ارشاد ہے " هل ينظرون الا ان ياتيهم الله " جس کا باتفاقِ اہلِ سنّت' ترجمہ یہ ہے کہ " وہ تو محض اس انتظار میں ہیں کہ ان پر اللہ کا عذاب آ جائے " جب کہ اس کا لفظی ترجمہ ہے کہ خود اللہ ان کے پاس آ جائے۔ اسی طرح پارہ نمبر ۱۳ سورۂ یوسف کی آیت نمبر ۸۲ میں ہے " واسئل القرية " اس کا لفظی ترجمہ ہے " اور آپ بستی سے پوچھیں " اور اس سے مراد بالاتفاق اہلِ بستی ہیں۔ پس اگر کوئی مترجم اس کا ترجمہ اس طرح سے کرے کہ آپ اہلِ بستی سے پوچھیں' تو قطعاً کوئی جرم نہیں۔

یونہی آیتِ فتح کے الفاظ " ليغفرلك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر " کا لفظی ترجمہ ہے کہ " تاکہ اللہ آپ کے اگلے پچھلے ذنب کی مغفرت فرمائے۔ رہ گئی یہ بات کہ اس کا مفہوم کیا ہے ؟ تو بعض نے کہا کہ ان الفاظ میں آپ ﷺ کی جانب " ذنب " کی نسبت حقیقی ہے اور " ذنب " سے مراد بمعنیٰ معروف " گناہ " نہیں بلکہ " خلاف اولیٰ" امور ہیں (وغیر ذلک من التاویلات الصحیحة) اور بعض نے اسے مجازِ عقلی اور اسنادِ مجازی پر محمول فرمایا (کما مر) اعلیٰ حضرت دوسرے مفہوم کو اختیار فرماتے ہوئے اسے ترجمہ میں لائے ہیں جس سے کوئی بے ربطی پیدا نہیں ہوئی۔ خلاصہ یہ کہ ترجمۂ ہٰذا میں بے ربطی کا قول صحیح نہیں۔

درمیانِ آیت میں امّت سے خطاب کا ثبوت :۔

قرآنِ مجید میں متعدّد مقامات ایسے ہیں کہ جن کے ماقبل وما بعد میں رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اور درمیان میں بظاہر روئے سخن آپ کی طرف کر کے آپ کی امّت سے خطاب فرمایا گیا ہے تو کیا علاّمہ صاحب اور صاحب زادہ صاحب ان پر بھی ہاتھ صاف فرماتے ہوئے انہیں بھی بے ربط اور خلافِ سیاق و سباق ہونے کی بھینٹ چڑھائیں گے؟ چنانچہ پارہ نمبر ۱۵' سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۲۳ تا ۳۰ میں ہے "وقضٰی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدھما اوکلٰھما فلا تقل لھما اف ولا تنھر ھما وقل لھما قولاً کریمًا ۲۳ واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا ۲۴ ربکم اعلم بما فی نفوسکم (الیٰ) وآت ذاالقربی (الیٰ) واما تعرضن عنھم (الیٰ) ولا تجعل یدک (الیٰ) ولا تبسطھا (الیٰ) ان ربک"

ان آیات کے سیاق و سباق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے خطاب ہے اور درمیان میں "وبالوالدین احسانًا اما یبلغن عندک الکبر" وغیرہ کے الفاظ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف روئے سخن کر کے بات کی گئی ہے اور قطعی طور پر ان کی اصل مخاطب امّت ہی ہے کیونکہ یہ ایک یقینی بات ہے کہ ان آیات کے نزول سے کم و بیش چالیس پچاس برس پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدین ماجدین اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ تو جب وہ اس دنیا میں تھے ہی نہیں تو ان سے حسن سلوک اور ان کی خدمت کرنے نیز وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک بوڑھا ہو جائے تو انہیں "اُفّ" تک نہ کہنے انہیں جھڑکی نہ دینے اور ان کے ساتھ نیاز مندی سے پیش آنے کا کیا مطلب؟ ثابت ہوا کہ ان میں بظاہر روئے سخن آپ کی طرف اور درحقیقت مراد آپ کی امت ہے۔ اس کے باوجود ان آیات میں اگر کوئی بے ربطی پیدا نہیں ہوئی تو آیتِ فتح میں بھی یہ کہہ دینے سے کہ "تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے" کوئی آسمان نہیں ٹوٹ پڑا۔

علّامہ صاحب نے اپنی بعض تحریرات میں رسول اللہ ﷺ کی سخاوت اور آپ کے جود و کرم کی وسعت کو بیان کرتے ہوئے سورۂ بنی اسرائیل کی ان آیات میں " ولا تبسطھا کل البسط " کا مخاطب حضور ﷺ کو دوٹوک الفاظ میں تسلیم کیا ہے۔ اس سے بھی قطع نظر کر لی جائے تو ان جیسی آیاتِ خطاب میں بنیادی طور پر آپ ﷺ کا مخاطب ہونا تو بہر حال ایک ناقابلِ تردید اور مسلمہ حقیقت ہے۔ فافہم۔

جوابِ دوم :۔ " اسلاف سے ثابت امر کی تغلیط جائز نہیں "

جو امر، اسلاف بالخصوص زمانہ مشہود لہم بالخیر سے ثابت ہو اس کی تغلیط قطعاً جائز نہیں اگرچہ وہ خلافِ ظاہر بھی ہو خصوصاً جب کہ اس کے خلاف بھی کوئی صحیح صریح معیاری شرعی دلیل بھی قائم نہ ہو (کمافی ھٰذاالمقام) پس ترجمۂ ھٰذا چونکہ سلفِ صالح سے ثابت ہے اس لئے اگر بالفرض وہ خلافِ سیاق و سباق بھی ہوتا تو بھی اس کی تغلیط درست نہیں۔ چنانچہ امام علّامہ شہاب الدّین خفاجی حنفی رحمہ اللہ علیہ (جن سے علّامہ صاحب نے بھی اپنی کئی تصانیف (ذکر بالجہر وغیرہ) میں استناد کیا ہے وہ) ترجمۂ ہٰذا کے بارے میں متعدّد اسلاف کے اقوال کے بیان کے بعد ارقام فرماتے ہیں :۔ " وھو مما لا یقال بالرأی وقد نقلہ مثل ھٰؤلاء وان کان خلاف الظاھر " یعنی یہ ترجمہ ایک ایسی بات ہے جس میں رائے کا دخل نہیں ہو سکتا اور وہ ان (مذکور فی الکتاب) جیسے اکابرین سے منقول ہے اگرچہ (بظاہر) خلافِ ظاہر ہے (یعنی اس لئے اس سے انکار درست نہیں)۔

ملاحظہ ہو (نسیم الریاض، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۱۷۵، طبع مصر و پاک)۔

ہمارے اس بیان سے علّامہ صاحب کے اس ارشاد کا جواب بھی ہو گیا کہ اللہ تعالٰی کے کلامِ معجز نظام کو اس بے ربط محمل کی کیا ضرورت ہے۔ کما مرّ فی صفحہ نمبر)

خلاصہ :-

خلاصہ یہ کہ روایت " لقد بیّن اللّٰہ عز و جل " کو بنیاد بنا کر علاّمہ صاحب اور صاحبزادہ صاحب نے ترجمۂ ہٰذا پر بزعمِ خویش جو تین لا ینحل اعتراض قائم کئے تھے وہ سب بے جان، لا یعنی اور قطعاً غیر صحیح ہیں۔

تصحیحِ ترمذی وغیرہ سے جواب :-

رہا یہ کہ امام ترمذی نے اسے "حسن صحیح" کہا اور بعض دیگر محدثین نے بھی اس کی تصحیح کی ہے؟ تو یہ بھی انہیں کچھ مفید نہیں اور نہ ہی ہمیں کچھ مضر ہے کیونکہ حدیث کے حسن، صحیح ہونے کے دو معنیٰ ہیں۔ نمبر۱۔ سندِ حدیث کا حسن، صحیح ہونا، اور نمبر۲۔ متنِ حدیث کا حسن یا صحیح ہونا۔ پس جب حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت، سند اور متن دونوں کے اعتبار سے غیر صحیح ہے (کما مرّ) تو اس کے باوجود ان حضرات کا اس کی تحسین و تصحیح کرنا یقیناً ان کا تسامح ہے جب کہ خود علاّمہ صاحب کو بھی اس امر کا اعتراف ہے کہ امام ترمذی، تحسین و تصحیح کے باب میں بہت متساہل ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب تذکرۃ المحدثین میں لکھا ہے کہ "احادیث پر کوئی حکم لگانے میں (الیٰ) بعض اوقات امام ترمذی سے تساہل بھی واقع ہوا ہے" (تھوڑا سا آگے لکھا ہے) "امام ترمذی نے کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف مزنی کی اس حدیث کو حسن قرار دیا حالانکہ کثیر بن عبداللہ مزنی وہ شخص ہے جس کے بارے میں امام شافعی اور امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ کذاب ہے" الخ۔ (اس پر مزید سخت جرحیں نقل کرنے کے بعد تھوڑا سا آگے لکھا ہے) "اس سے بڑا تسامح یہ ہے کہ امام ترمذی نے اس کی ایک روایت کو صحیح بھی قرار دیا ہے" (کچھ آگے لکھا ہے) بعض اوقات ایک حدیث متّصل ہوتی ہے اور امام ترمذی اس کو منقطع قرار دیتے ہیں"۔ ملاحظہ ہو (صفحہ نمبر ۲۶۴، ۲۶۵ اور صفحہ نمبر ۲۶۶

طبع لاہور) اس سے بھی قطع نظر کر لی جائے تو یہ زیادہ سے زیادہ ان کی ذاتی تحقیق کے مطابق، حسن یا صحیح ہو گی جو خلافِ واقعہ ہونے کے باعث ہم پر قطعاً حجت نہیں۔ اس کو بھی جانے دیں تو بر سبیلِ تنزّل یہ زیادہ سے زیادہ محض ظاہری طور پر صحیح ہو گی جو اس کے معلّل ہونے کے منافی نہیں کیونکہ معلل میں بظاہر کوئی خرابی نہیں ہوتی (کما ھو مبرھن فی الاصول)۔

چوتھا اعتراض اور اس کا آپریشن

"وما ادری ما یفعل بی ولا بکم" کے حوالہ سے :۔

آیتِ فتح میں "ذنبک" میں ذنب کی نسبت حقیقۃ پھر اس کا اسی تفسیر میں حصر ثابت کرتے ہوئے ترجمۂ ہذا پر چوتھا اعتراض ان حضرات نے یہ کیا ہے کہ جب آیت مبارکہ "وما ادری ما یفعل بی ولا بکم" نازل ہوئی تو کفار بہت خوش ہوئے اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی " لیغفر لک اللہ ماتقدم الآیۃ (الیٰ)" اس سے معلوم ہوا کہ یہ "لیغفر لک اللہ" والی آیت "وما ادری ما یفعل بی ولا بکم" کے جواب میں نازل ہوئی ہے اور ظاہر ہے یہ جواب اسی وقت بنے گا جب "لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک" والی آیت میں مغفرت سے حضور کی مغفرت اور "لیدخل المؤمنین والمؤمنٰت" میں امت کی مغفرت مراد لی جائے ورنہ "ما ادری ما یفعل بی" کا جواب نہیں بن سکے گا صرف "ولا بکم" کا جواب بنے گا جب کہ حدیث مبارک کی رو سے یہ " یفعل بی ولا بکم "دونوں کا جواب ہے" اھ ملخصاً بلفظہ۔ ملاحظہ ہو :۔ (مغفرت ذنب صفحہ نمبر ۳۰، ۳۱۔ نیز قلمی تحریر صفحہ نمبر ۹، ۱۰۔ نیز شرح صحیح مسلم جلد نمبر ۷، صفحہ نمبر ۶۵۶، صفحہ نمبر ۷۵۷۔ طبع فرید بک سٹال، لاہور)۔

جس کے کئی جواب ہیں جن میں سے بعض حسبِ ذیل ہیں :۔

جوابِ اوّل (غلط تاثّر دینے کا آپریشن) :۔

اولاً :۔ ان حضرات نے تقریرِ اعتراض میں بعض تفاسیر کے حوالہ سے صرف مذکورہ بالا نسخ والا قول نقل کر کے یہ تأثر دینے کی کوشش کی ہے کہ شاید آیتِ ہٰذا کا منسوخ ہونا متفق علیہ امر ہے جو قطعاً صحیح نہیں کیونکہ اس کی تفسیر کے بارے میں علماءِ تفسیر کا شدید اختلاف ہے۔ چنانچہ الجواہر الحسان للثعالبی (جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۱۷۲، طبع بیروت) میں ہے :۔ " واختلف الناس فی قولہ (وما ادری ما یفعل بی ولا بکم) اھ۔

نیز تفسیر الخازن (جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۱۲۳، طبع پشاور) میں ہے :۔ اختلف العلماء فی معنی ھٰذہ الآیۃ اھ اسی طرح تفسیر بغوی (جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۱۶۴) طبع ملتان۔ پاکستان) میں بھی ہے۔ ابن جریر (جلد نمبر ۱۱، صفحہ نمبر ۵) میں ہے :۔ اختلف اھل التأویل فی تاویلہ اھ نیز خزائن العرفان (صفحہ نمبر ۷۲۷) میں ہے :۔ اس کے معنی میں مفسرین کے چند قول ہیں اھ بلفظہٖ۔

؎ خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا کہئے
ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہئے

جوابِ دوم :۔ (نسخ کا قول از حد غلط ہے) :۔

زیرِ بحث آیت (وما ادری ما یفعل بی ولا بکم) کے منسوخ ہونے کا دعویٰ، بلا دلیل اور از حد غلط ہے جس کے کئی ناقابلِ تردید دلائل ہیں جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں :۔

دلیلِ اول (اس کی بنیاد غلط روایت پر ہے):۔

اس استدلال کی بنیاد بھی حقیقت میں وہی "لقد بین اللہ عز و جل لک" والی روایت ہے جس کا عقلاً، نقلاً اور روایۃً و درایۃً صحیح اور نہایت درجہ غلط ہونا ہم نے کئی ٹھوس دلائل سے ثابت کر دیا ہے (کما مر انفاً فی صفحہ نمبر۳۱)

پس جب بنیاد ہی نہ رہی تو اس کے سہارے کھڑی کی جانے والی دیوار کیونکر قائم رہ سکتی ہے؟

دلیلِ دوم (آیت کے مخاطَب کفار ہیں):۔

علاوہ ازیں اس آیت اور "لقد بیّن اللّٰہ" الخ والی روایت میں کچھ مطابقت بھی نہیں۔ کیونکہ روایت میں یہ ہے کہ آیت "لیدخل المؤمنین" الآیۃ میں مؤمنین کو بشارت سنا کر ان کا اخروی انجام واضح کیا گیا۔ گویا کہ اس کی رو سے سورۃ فتح کی وہ آیت سورۃ احقاف کی اس آیت کے الفاظ "ولا بکم" کا جواب بن کر اتری جیسا کہ خود صاحبزادہ صاحب نے اسے ان الفاظ کا جواب گردانا ہے جو قطعاً صحیح نہیں کیونکہ علی التحقیق، آیتِ ھٰذا کے الفاظ "ولا بکم" کے مخاطَب مؤمنین نہیں بلکہ ان میں کفارِ مکّہ سے خطاب ہے جس کی ایک واضح دلیل اس سورت کا مکی ہونا نیز اس کا سیاق و سباق بھی ہے جب کہ اس آیت کا مدنی ہونا بھی کسی طرح ثابت نہیں جس کا اہلِ علم حضرات اس کے ماقبل و مابعد کے ساتھ مطالعہ کر کے بآسانی اس کا فیصلہ خود کر سکتے ہیں۔

نیز تفسیرِ طبری (جلد ۱۱ صفحہ ٦ طبع بیروت) میں ہے:۔ و قال اٰخرون بل ذٰلک امر من اللّٰہ جلّ ثناؤہٗ نبیہ علیہ السلام ان یقولہ للمشرکین من قومہ (اھ ما اردنا)۔

نیز تفسیرِ قرطبی (جلد ۸ صفحہ ۱۲۴ طبع بیروت) میں امام نحاس کے حوالہ سے

ہے کہ انہوں نے آیتِ ھٰذا کے منسوخ ہونے کو محال قرار دیا اور اس کی ایک دلیل یہ پیش کی کہ " انه من اوّل السورة الیٰ ھٰذا الموضع خطاب للمشرکین و احتجاج علیهم و توبیخ لهم فوجب ان یکون ھٰذا ایضاً خطاباً للمشرکین کما کان قبله و ما بعده۔ (اھ ما اردنا)۔

اسی طرح دیگر متعدّد کتبِ تفسیر وغیرہ میں بھی ہے۔ (فمن شاء الاطلاع علیها فلیرجع الیها)۔

دلیل سوم (توجیہِ نسخ خلافِ حقائق ہے):۔

علاوہ ازیں یہ استدلال اس لیئے بھی غلط ہے کہ روایتِ ہٰذا (لقد بیّن الله عزّ و جلّ لک) کا مضمون حقائق کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس میں یہ تصریح موجود ہے کہ سورۂ فتح کی آیت نمبر ۲ اور آیت نمبر ۵ اتریں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحابِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اخروی انجام کی وضاحت ہوئی اور ان سے سورۂ احقاف کی مبحث فیہ آیت (و ما ادری ما یفعل بی ولا بکم) منسوخ قرار پائی جو قطعاً صحیح نہیں کیونکہ نبی کو ہمیشہ سے اپنے جنتی اور اپنے متّبعین کے اخروی حوالہ سے کامیاب و کامران ہونے پر یقین ہونا ضروریّاتِ دین سے ہے ورنہ اس کا منصب عبث اور فضول قرار پائے گا کہ جب اس کا اپنا معاملہ بھی مشکوک اور غیر یقینی ہو تو وہ دوسروں کو شرحِ صدر سے اپنے پروگرام کی طرف کیونکر بلا سکتا ہے؟

نیز سورۂ فتح کی ان آیتوں بلکہ سورۂ احقاف کی اس آیت سے بھی پہلے کی قرآنِ مجید، فرقانِ حمید میں ایسی سینکڑوں آیات موجود ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے سچے متّبعین کی اخروی فلاح و کامیابی اور کفّار و مشرکین اور معاندین کی بربادی و ناکامی کے نہایت درجہ صریح، واضح اور دوٹوک بیانات

پائے جاتے ہیں (جس کی مکمّل تفصیل چند سطور بعد عنقریب آ رہی ہے)

محقّقین سے اس کی تائید:۔

محقّقین کا مختار یہی ہے جن میں سے بعض کے اقوال تبرکاً سپردِ قلم کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ جلیل القدر تابعی پیرانِ پیر امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔ "ما ادری ما یفعل بی و لا بکم فی الدنیا، اما فی الاٰخرۃ فمعاذ اللّٰہ قد علم انہ فی الجنۃ حین اخذ میثاقہ فی الرسل"۔ اھ۔ ملاحظہ ہو (قرطبی جلد ۸ پارہ نمبر۲۶، صفحہ ۱۲۴، ۱۲۵ طبع بیروت نیز ابنِ جریر جلد ۱۱ پارہ نمبر۲۶، صفحہ ۶ طبع بیروت، نیز روح المعانی جلد ۱۳ صفحہ ۹)۔ امام طبری نے اسے سیاق و سباقِ قرآنی کے مطابق اور اولیٰ واصح اور احسن فرمایا ہے چنانچہ ان کے الفاظ ہیں:۔ "و اولی الاقوال فی ذٰلک بالصحۃ و اشبھھا بما دل علیہ التنزیل۔ الخ۔ ملاحظہ ہو (تفسیر طبری جلد ۱۱ صفحہ ۶ طبع بیروت)۔

نیز تفسیرِ قرطبی (جلد ۸ صفحہ ۱۲۴) میں ہے:۔ "و الصحیح فی الاٰیۃ قول الحسن"۔ نیز اسی میں اسی صفحہ پر ہے:۔ "قال ابو جعفر و ھٰذا اصح قول و احسنہ"۔ اھ۔

نیز تفسیر ابنِ کثیر (جلد ۴ صفحہ ۱۵۵ طبع قدیمی کراچی) میں ہے:۔ و ھٰذا القول ھو الذی عوّل علیہ ابن جریر و انہ لا یجوز غیرہ و لا شک ان ھٰذا ھو اللائق بہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ بالنسبۃ الیٰ الاٰخرۃ جازم انہ یصیر الی الجنۃ و من اتبعہ۔ اھ ما اردنا۔

اسی کی مانند جلالین (مع الجمل جلد ۴ صفحہ ۱۲۵) میں بھی ہے ---- نیز الجمل میں کرخی کے حوالہ سے ہے:۔ اما فی الاٰخرۃ فقد علم انہ فی الجنّۃ و ان مکذبہ فی النار۔ اھ۔

اسی طرح علماء کی ایک جماعت کے حوالہ سے معالم التنزیل المعروف تفسیر بغوی (جلد ۴ صفحہ ۱۶۴) میں بھی ہے۔ نیز قرطبی (جلد ۸ صفحہ ۱۴۴) میں امام نحاس کے حوالہ سے ہے:۔ محال ان یقول النبی ﷺ للمشرکین (ما ادری مایفعل بی ولابکم) فی الآخرۃ۔ اھ۔

اسی میں اسی صفحہ پر ہے:۔ و لم یزل ﷺ من اوّل مبعثہٖ الٰی مماتہ یخبر ان من مات علی الکفر مخلد فی النار و من مات علی الایمان و اتبعہ و اطاعہ فھو فی الجنۃ فقد رای ﷺ ما یفعل بہ وبھم فی الآخرۃ و لیس یجوز ان یقول لھم ما ادری ما یفعل بی و لابکم فی الآخرۃ فیقولون کیف نتبعک و انت لاتدری اتصیر الٰی خفض ودعۃ الٰی عذاب و عقاب۔ اھ۔

اسی میں اسی صفحہ پر ہے:۔ "قال النحاس محال ان یکون فی ھٰذا ناسخ و لا منسوخ"۔ الخ۔ نیز اسی میں اسی صفحہ پر تھوڑا سا آگے ہے:۔ "قال القشیری فعلی ھذا لانسخ فی الآیۃ اھ۔ اس سے کچھ آگے ہے:۔ "و لا نسخ علی ھٰذا کلہ"۔(نیز تھوڑا سا آگے ہے)۔ و الصحیح ما ذکرنا عن الحسن وغیرہ۔ اھ۔

نیز تفسیر روح المعانی (جلد ۱۳ صفحہ ۹) میں ہے:۔ و قال ابو حیان ھٰذا القول لیس بظاہر قد اعلم اللّٰہ نبیہ علیہ الصلوٰۃ و السلام من اوّل الرسالۃ بحالہ و حال المؤمنین و حال الکافرین فی الآخرۃ۔ اھ۔

نیز تفسیر کبیر (جز نمبر ۲۸ صفحہ ۸ طبع قم' ایران) میں اس آیت کے تحت ہے:۔ "فی تفسیر الآیۃ و جھان' الاوّل ان یحمل ذٰلک علیٰ احوال الدنیا و الثانی ان یحمل علی احوال الآخرۃ"۔ تھوڑا سا آگے "نسخ" کا قول نقل کرنے کے بعد لکھا ہے) و اکثر المحققین استبعدوا ھٰذا القول

و احتجوا علیه بوجوه (الٰی) فثبت ان هذا القول ضعیف۔ اھ۔

نیز امام فخرالدین رازی علیہ الرحمۃ کے حوالہ سے روح المعانی (جلد ۱۳ صفحہ ۹) میں ہے:۔ و قال الامام اکثر المحققین استبعد و اھٰذا القول۔ اھ۔

نیز تفسیرِ مظہری (جلد نمبر ۸ صفحہ ۳۹۶ پارہ ۲۶) میں "فی الاٰخرۃ" والے قول کے بارے میں ہے:۔ و ھٰذا القول عندی غیر مرضی (الٰی) فکیف یکون عاقبۃ المسلمین و المشرکین غیر معلوم له ﷺ و غیر مذکور فی الکتب فانه یقتضی اعتراض الکٰفرین ما امرنا و امر محمد (ﷺ) الا واحد و ما نری لک علینا من فضل فای فائدۃ فی ترک دین الاباء و اتباع الرسل۔ اھ۔

اقوالِ نسخ سے جواب:۔

رہا یہ کہ اس کے منسوخ ہونے کا قول بعض اسلاف سے منقول ہے جس میں بعض صحابہؓ و تابعینِ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شامل ہیں جیسے حضرتِ ابنِ عباس اور عکرمہ وغیرھما؟ تو اس کا ایک جواب یہ ہے کہ ان کے یہ اقوال ان سے صحیح معیاری شرعی طریق اور معتبر اسناد سے ثابت نہیں یا پھر وہ معلّل ہونے کے باعث ناقابلِ اعتبار ہیں (و من ادعیٰ علی خلافه فعلیه البیان بالبرھان)۔ جب کہ ان میں سے بعض سے ان کے اس قول کے خلاف بھی منقول ہے جیسے حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر بغوی تحتَ آیتِ ھٰذا جو بر تقدیرِ تسلیم ان کے اس قول سے رجوع کی دلیل بھی ہو سکتا ہے۔

عطائی علم غیب پر اعتراض کا آپریشن اور آیتِ ھٰذا کا صحیح مفہوم :۔

صحیح یہ ہے کہ آیتِ ھٰذا میں علم کی نہیں بلکہ "درایۃ" کی نفی فرمائی گئی ہے جس کا معنیٰ ہے قیاس، اندازہ، اٹکل اور پچّو سے جاننا، جس کی ایک دلیل اس کا سیاق و سباق اور آخری حصّہ بھی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے "ان اتبع الا مایوحیٰ الیّ الاٰیۃ" پس آیت کے سیاق و سباق کے حوالہ سے معنیٰ یہ ہوگا کہ اے کفارِ مکہ ! میں تو عام امور کے بارے میں بھی اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا اور جو کچھ کہتا ہوں وحیِ الٰہی کے حوالہ ہی سے کہتا ہوں پس تمہارا یہ کہنا کیوں کر درست ہو سکتا ہے کہ میں نے قرآن کو خود اختراع کر کے اسے اپنی طرف سے بنا کر پیش کر دیا ہے کیونکہ یہ آیت بنیادی طور پر اسی اعتراض کے جواب میں ہے جیسا کہ اس سے پہلے والی آیت (نمبر ۸) کے الفاظ "ام یقولون افترٰیہ" الاٰیۃ سے ظاہر ہے۔ علم کی نفی نہیں فرمائی کیونکہ ہر نبی کو اپنے اور اپنے سچے متّبعین کے اخروی انجام کا یقینی طور پر علم ہونا ضروریّاتِ دین سے ہے (کما مرّ آنفاً) درایت کو علم کا مترادف بھی مان لیا جائے تو پھر بھی از خود جاننے کی نفی ہے جس کا واضح قرینہ آیتِ ہٰذا کا آخری حصّہ بھی ہے۔ ردالمحتار وغیرہ میں درایت کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے علماء نے فرمایا :۔ الدرایۃ ای ادراک العقل بالقیاس علی غیرہ۔ اھ۔

نیز تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان المعروف نیشا پوری (جلد ۱۱ پارہ ۲۶ صفحہ ۷ طبع بیروت) میں اس آیت کے تحت مرقوم ہے : "فانہ لم ینف الا الدرایۃ من قبل نفسہ و مانفی الدرایۃ من جہۃ الوحی۔ اھ ما اردنا۔ بعض نے اسے "درایتِ مفصّلہ" کی نفی پر محمول کیا ہے پس اس صورت میں قبل عطاء یا لامتناہی تفصیل کی نفی کا مراد ہونا مانا جائے گا۔ جو ہمارے دعویٰ کے

قطعاً منافی نہیں بلکہ یہ خارج از مبحث ہے۔ لہٰذا آیتِ ہٰذا میں دنیوی امور کی درایت کی نفی مراد لینے کی صورت میں بھی نبی کریم ﷺ کے علم جمیع ماکان و مایکون کے نظریہ پر قطعاً کوئی زد نہیں پڑتی کیونکہ قرآنی حوالہ سے اصولی طور پر حسبِ دعویٰ ہم نزولِ قرآن کی تکمیل کے ساتھ ہی آپ ﷺ کے لئے اس جہان میں تکمیلِ علم کے قائل ہیں۔ (کما حقّقه امام اہل السنّة فی سفره المبارک الدولة المکیة و خالص الاعتقاد و کثیر من فتاوٰه)۔

چنانچہ تفسیر نیشا پوری (جلد ۱۱ صفحہ ۷ برہامش طبری) میں ہے :۔ "و الاصح عند العلماء انه لا حاجة الیٰ التزام النسخ فان الدرایة المفصلة غیر حاصلة الخ"۔

نیز روح المعانی (جلد ۱۳ صفحہ ۹) میں ہے :۔ و قد یقال المراد ایضاً انه علیه الصلوٰة و السلام ما یدری ذٰلک علی التفصیل الخ۔

نیز اسی میں اسی صفحہ پر ہے :۔ و الذی اختاره ان المعنٰی علٰی نفی الدرایة من غیر جهة الوحی سواء کانت الدرایة تفصیلیة او اجمالیة و سواء کان ذٰلک فی الامور الدنیویة او الاخرویة و اعتقد انه ﷺ لم ینتقل من الدنیا حتّٰی اوتی من العلم باللّٰه تعالٰی و صفاته و شؤنه والعلم باشیاء بعد العلم بها کمالاً ما لم یوته احد من العٰلمین۔ اھ۔

باب سوم :۔ (بعض نے آیتِ احزاب کو بھی ناسخ مانا) :۔

بعض نے آیتِ ہٰذا کا ناسخ سورۃ فتح کی ان آیات کے علاوہ سورۃ احزاب کی آیت نمبر ۴۷ (و بشر المؤمنین بان لهم من اللّٰه فضلاً کبیرًا)۔ کو بھی قرار دیا ہے جس سے دعویٰ نسخ مزید مشکوک اور محلِّ نظر قرار پاتا ہے۔ چنانچہ

تفسیر ابنِ جریر (جلد ۱۱ صفحہ ۵ طبع بیروت) کی ایک مقطوع روایت میں ہے کہ جب سورۂ فتح کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں تو بعض اصحاب نے ہدیۂ تبریک و تہنیّت پیش کرتے ہوئے عرض کی: قد علمنا ما یفعل بک فما ذا یفعل بنا ؟ فانزلِ اللہ عزّو جلّ فی سورۃ الاحزاب فقال وبشر المؤمنین بان لھم من اللّٰہ فضلا کبیرًا وقال لیدخل المؤمنین الخ۔

اعلام :۔

و لا حجۃ لھم علینا فیہ قط فمع قطع النظر عن الاجوبۃ الاخر فیہ حسین بن واقد و ھو یھم و یخطئی فی الروایات وربما یزید فیھا (فافھم و احفظہ انہ ینفعک) لا حظ ترجمتہ فی تہذیب التھذیب وغیرہ۔

جوابِ چہارم (صاحبزادہ کے صنیع سے) :۔

اس دعویٰ کے غیر صحیح ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ بعض مفسّرین و محدّثین نے اسے لفظِ "قیل" کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو: (الشفاء للقاضی عیاض جلد ۲ صفحہ ۱۳۸ طبع مصر و پاک) جب کہ صاحبزادہ صاحب کے نزدیک لفظِ "قیل" مطلقاً بیانِ ضعف کے لئے ہوتا ہے چنانچہ انہوں نے اپنی بعض تحریرات میں ترجمۂ اعلیٰ حضرت کے ضعیف ہونے کی ایک وجہ یہ بیان کی ہے کہ اسے فلاں صاحب نے لفظِ "قیل" کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (ان کی ایک قلمی تحریر صفحہ ۸)۔ پھر لطف کی بات یہ بھی ہے کہ انہوں نے "و ما ادری" کے منسوخ ہو جانے کا یہ قصّہ اسی "شفاء" سے بھی لیا ہے جس میں لفظِ "قیل" کے ساتھ اسے ذکر کیا گیا ہے۔ نمعلوم اپنا ہی بیان کردہ یہ اصول وہ یہاں

کیوں بھول گئے ہیں؟ بہرحال اب وہ اس کے جوابدہ ہیں کہ اگر ان کا بیان کردہ یہ قاعدہ، کلیہ تھا تو اپنی باری میں انہوں نے اس سے آنکھیں کیوں بند فرمالیں؟ اور اگر یہ قاعدہ، کلیہ نہیں تو ترجمۂ اعلیٰ حضرت کے ساتھ انہوں نے سترائی والا سلوک کیوں فرمایا ہے؟؟؟ کہیں میٹھا ہپ اور کڑوا تھو والا معاملہ تو نہیں؟

آیتِ فتح و احقاف سے قبل، آیاتِ "تبشیر" و "انذار" کے وجود کا ثبوت :۔

تھوڑا سا پہلے (صفحہ ۱۵۸ پر) دلیلِ سوم کے تحت آیتِ احقاف کے الفاظ "و ما ادری ما یفعل بی و لا بکم" الآیۃ کے آیاتِ فتح کی بناء پر منسوخ ہونے کے دعویٰ کا بطلان، ثابت کرنے کے ضمن میں ہم نے قرآنِ مجید کی ایسی آیات کے پیش کرنے کا عہد کیا تھا جو سورۂ فتح کی ان آیات بلکہ سورۂ احقاف کی اس مبحث فیہ آیت سے بھی پہلے کی ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے سچے متبعین کی اخروی فلاح و کامیابی اور کفّار و مشرکین اور معاندین کی بربادی و ناکامی کے نہایت درجہ صریح اور دو ٹوک فیصلے پائے جاتے ہیں۔ پس "اوفوا بالعھد" کے پیش نظر اس کی تفصیل پیشِ خدمت ہے۔ وما توفیقی الاّ باللّٰہ علیہ توکّلت و الیہ انیب۔

اس اجمال کی تفصیل :۔

قرآنی سورتوں کی تعداد :۔

قرآنِ مجید کی کل ایک سو چودہ سورتیں ہیں جن میں سے چھیاسی وہ ہیں جو قبلِ ہجرت نازل ہوئیں اور وہ مکّی کہلاتی ہیں اور باقی (اٹھائیس) مدنی ہیں جو بعدِ ہجرت اتریں۔

سورتوں کی ترتیب و اقسام :۔

پھر فی الجملہ ان کی ترتیب دو قسم پر ہے :۔ (۱) ترتیبِ رسُولی یعنی ان کی وہ ترتیب جس کے ساتھ وہ مُصْحَفْ شریف میں لکھی ہوئی ہیں جس کے حوالہ سے پہلی سورت' سورۂ فاتحہ اور آخری سورت' سورۂ ناس ہے جسے قرآن مجید میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ لوح محفوظ پر بھی یہی ترتیب ہے۔ اسے "ترتیبِ مُصْحَفی" بھی کہا جا سکتا ہے۔ اور

(۲) ترتیبِ نزُولی یعنی جس ترتیب سے وہ آسمان سے زمین پر نازل ہوئیں جس کی رُو سے پہلی سورت' سورۂ عَلَق اور آخری سورت' سورہ تَوبَہ ہے جس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے :۔

مکّی سورتیں بہ ترتیبِ نزُولی :۔

(۱) سورۂ علق (۲) سورۂ نون (۳) سورۂ مزّمل (۴) سورۂ مدّثر (۵) سورۂ فاتحہ (۶) سورۂ لہب (۷) سورۂ تکویر (۸) سورۂ اعلیٰ (۹) سورۂ لیل (۱۰) سورۂ فجر (۱۱) سورۂ ضحیٰ (۱۲) سورۂ الم نشرح (۱۳) سورۂ عصر (۱۴) سورۂ عادیات (۱۵) سورۂ کوثر (۱۶) سورۂ تکاثر (۱۷) سورۂ ماعون (۱۸) سورۂ قل یٰاَیھاالکفرون (۱۹) سورۂ فیل (۲۰) سورۂ فلق (۲۱) سورۂ ناس (۲۲) سورۂ اخلاص (۲۳) سورۂ نجم (۲۴) سورۂ عبس (۲۵) سورۂ قدر (۲۶) سورۂ شمس (۲۷) سورۂ بروج (۲۸) سورۂ تین (۲۹) سورۂ قریش (۳۰) سورۂ قارعہ (۳۱) سورۂ قیامہ (۳۲) سورۂ ھُمَزَہ (۳۳) سورۂ مرسلات (۳۴) سورۂ قٓ (۳۵) سورۂ بَلَد (۳۶) سورہ سورۂ طارق (۳۷) سورۂ قمر (۳۸) سورۂ صٓ (۳۹) سورۂ اعراف (۴۰) سورۂ جنّ (۴۱)

سورۂ یٰسٓ (۴۲) سورۂ فرقان (۴۳) سورۂ فاطر (۴۴) سورۂ مریم (۴۵)
سورۂ طٰہٰ (۴۶) سورۂ واقعہ (۴۷) سورۂ شعراء (۴۸) سورۂ نمل (۴۹)
سورۂ قصص (۵۰) سورۂ اسراء (۵۱) سورۂ یونس (۵۲) سورۂ ہود (۵۳)
سورۂ یوسف (۵۴) سورۂ حجر (۵۵) سورۂ انعام (۵۶) سورۂ صافّات
(۵۷) سورۂ لقمان (۵۸) سورۂ سبا (۵۹) سورۂ زمر (۶۰) سورۂ مؤمن
(۶۱) سورۂ حٰمٓ السجدہ (۶۲) سورۂ زخرف (۶۳) سورۂ دخان (۶۴)
سورۂ جاثیہ (۶۵) سورۂ احقاف (۶۶) سورۂ ذاریات (۶۷)
سورۂ غاشیہ (۶۸) سورۂ کہف (۶۹) سورۂ ابراہیم (۷۰)
سورۂ شوریٰ (۷۱) سورۂ الٓمٓ تنزیل السجدۃ (۷۲) سورۂ انبیاء
(۷۳) سورۂ نحل (۷۴) سورۂ نوح (۷۵) سورۂ طور (۷۶) سورۂ
(۷۸) سورۂ ملک
مؤمنون (۷۷) سورۂ حاقہ (۷۹) سورۂ معارج (۸۰) سورۂ نبأ
(۸۱) سورۂ نازعات (۸۲) سورۂ انفطار (۸۳) سورۂ انشقاق (۸۴)
سورۂ روم (۸۵) سورۂ عنکبوت (۸۶) سورۂ مطفّفین

مدنی سورتیں بہ ترتیب نزولی :-

(۸۷/۱) سورۂ بقرہ (۸۸/۲) سورۂ آلِ عمران (۸۹/۳) سورۂ انفال (۹۰/۴)
سورۂ احزاب (۹۱/۵) سورۂ مائدہ (۹۲/۶) سورۂ ممتحنہ (۹۳/۷) سورۂ
نساء (۹۴/۸) سورۂ زلزال (۹۵/۹) سورۂ حدید (۹۶/۱۰) سورۂ محمّد
ﷺ (۹۷/۱۱) سورۂ رعد (۹۸/۱۲) سورۂ رحمٰن (۹۹/۱۳) سورۂ دہر (۱۰۰/۱۴)
سورۂ بیّنہ (۱۰۱/۱۵) سورۂ طلاق (۱۰۲/۱۶) سورۂ حشر (۱۰۳/۱۷) سورۂ نصر (۱۰۴/۱۸)
سورۂ نور (۱۰۵/۱۹) سورۂ حج (۱۰۶/۲۰) سورۂ منافقون (۱۰۷/۲۱) سورۂ
مجادلہ (۱۱۸/۲۲) سورۂ حجرات (۱۱۹/۲۳) سورۂ تحریم (۱۱۰/۲۴) سورۂ جمعہ

(۲۵/۱۱۱) سورۂ تغابن (۲۶/۱۱۲) سورۂ صف (۲۷/۱۱۳) سورۂ فتح (۲۸/۱۱۴) سورۂ توبہ۔

حوالہ کے ملاحظہ ہو:۔ (الاتقان عربی جلد نمبر ۱، طبع لاہور)۔ ص ۲۵

سورۂ احقاف اور سورۂ فتح کا نزولی نمبر:۔

ترتیبِ نزولی کے اعتبار سے سب سے پہلی مکّی سورت، سورۂ علق اور آخری سورت، سورۂ مطفّفین ہے جبکہ اسی اعتبار سے پہلی مدنی سورت، سورۂ بقرہ اور آخری سورت، سورۂ توبہ ہے۔ سورۂ احقاف ترتیبِ نزولی کے اعتبار سے ۶۵ ویں نمبر پر واقع ہے جس سے پہلے ۶۴ اور بعد ۲۱ مکّی سورتیں اور سورۂ فتح سے پہلے ۲۶ مدنی سورتیں ہیں۔ سورۂ فتح اسی حوالے سے مجموعی طور پر ۱۱۳ ویں نمبر پر اور مدنی سورتوں کے اعتبار سے ۲۷ ویں نمبر پر ہے۔ بالفاظِ دیگر احقاف کے بعد اور سورۂ فتح سے پہلے ۲۱ مکّی سورتیں اور ۲۶ مدنی سورتیں نازل ہوئیں جیسا کہ مسطورہ بالا تفصیل سے خوب ظاہر ہے۔

مطلوبہ آیات کس کس سورت میں؟:۔

سورۂ احقاف کے بعد کی ۲۱ مکّی سورتوں میں (ماسوائے سورۂ نوح کے)۔ اسی طرح سورۂ فتح سے پہلے کی مدنی سورتوں میں (ماسوائے سورۂ ممتحنہ، سورۂ نصر، سورۂ منافقون، سورۂ حجرات اور سورۂ جمعہ کے)۔ یونہی سورۂ احقاف سے پہلے کی ۶۴ سورتوں میں (ماسوائے سورۂ قل یا، سورۂ فیل، سورۂ فلق، سورۂ ناس، سورۂ اخلاص، سورۂ قریش، سورۂ واقعہ اور سورۂ نوح کے) کوئی ایک بھی سورت ایسی نہیں جس میں کسی نہ کسی طرح سے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے متّبعین کی اخروی کامیابی اور ان کے جنّتی ہونے نیز کفّار و مشرکین کی بربادی و ناکامی اور ان کے

اَبَدی جہنمی ہونے کا فیصلہ نہ پایا جاتا ہو بلکہ خود اسی سورۂ احقاف میں بھی اس مضمون کی نہایت درجہ غیر مبہم اور صریح آیتیں موجود ہیں۔

ان آیات کی نشاندھی :۔

جنہیں دلچسپی رکھنے والے اہلِ علم حضرات، قرآن مجید میں خود مطالعہ فرما سکتے ہیں، اس لئے ہم یہاں اختصارِ مخلّ اور طولِ مملّ سے بچ کر "خیر الامور اوساطہا" کے پیشِ نظر اس مضمون کی بعض آیات کو لکھ کر بواقی کے نمبرز کے تحریر کر دینے پر اکتفاء کرتے ہیں (و خیر الکلام ماقلّ و دلّ) جنہیں ہم قارئین کی نشاطِ طبع اور سہولت کے لئے درج ذیل چار عنوانات پر تقسیم کر کے ان کے تحت رکھ رہے ہیں فلیلاحظ۔

(ا) سورۂ احقاف سے پہلے کی سورتوں سے اس کا ثبوت :۔

چنانچہ ترتیبِ نزولی کے اعتبار سے پہلی ہی سورت میں حضور سیّدِ عالم ﷺ کی اخروی کامیابی اور آپ کے معاندین و منکرین کے جہنمی ہونے کا بیان موجود ہے۔ ملاحظہ ہو (سورۂ علق آیت نمبر ۶ تا ۱۸)۔ نیز اس ترتیب کی دوسری سورت (سورۂ قلم) کی آیت نمبر ۳ میں ارشاد ہے " و ان لک لاجراً غیر ممنون "۔ یعنی اے حبیب! آپ کے لئے بلاشبہ بے انتہا ثواب ہے۔ اسی کی آیت نمبر ۳۳ میں ہے "ولعذاب الاٰخرۃ اکبر لوکانوا یعلمون"۔ یعنی آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے کاش کہ یہ جانتے ہوتے۔ نیز اسی کی آیت نمبر ۳۴ میں ہے :۔ "ان للمتّقین عند ربّھم جنّٰت النعیم"۔ یعنی یہ بات شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ متّقین کے لئے ان کے ربّ کے ہاں نعمتوں کے باغات ہیں۔

نیز ملاحظہ ہو :۔ سورۂ مزمّل آیت نمبر۱۱ تا ۱۳، ۱۷، ۲۰۔ نیز سورۂ مدثّر آیت نمبر۲۶، ۳۸، ۳۹ تا ۴۸ نیز سورۂ فاتحہ آیت نمبر۶، نیز سورۂ لہب ،مکمل، نیز سورۂ تکویر آیت نمبر ۱۴۔ نیز سورۂ اعلیٰ آیت نمبر ۱۲ تا آیت نمبر۱۹۔ نیز سورۂ لیل آیت نمبر ۱۴ تا ۱۶۔ نیز سورۂ فجر آیت نمبر ۲۳ تا ۳۰۔ نیز سورۂ ضحیٰ آیت نمبر۴، ۵۔ جن میں واضح ارشاد ہے وللاٰخرۃ خیرلک من الاولیٰ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔ یعنی اے محبوب! بلاشبہ ہر پچھلی گھڑی آپ کے لئے پہلی گھڑی سے یا آپ کے لیئے آخرت، دنیا کی بہ نسبت بدرجہا بہتر ہے اور یقیناً وہ وقت قریب ہے کہ آپ کا ربّ آپ کو اتنا دے گا کہ آپ خود کہیں گے کہ میرے ربّ بس میں راضی ہو گیا ہوں۔

نیز سورۂ الم نشرح آیت نمبر۱ تا ۴۔ ان میں بھی واضح ارشاد ہے کیا ہم نے آپ کے لئے شرحِ صدر نہ فرمایا اور آپ سے آپ کے اس بوجھ کو نہ اتارا جس نے آپ کی پیٹھ بوجھل کر دی تھی (یعنی آپ کی امّت کا غم علیٰ تفسیرٍ) اور آپ کے لئے ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔

نیز سورۂ عصر آیت نمبر۱ تا ۳۔ نیز سورۂ عادیات آیت نمبر۶ اور ۱۱۔ نیز سورۂ کوثر آیت نمبر۱ تا ۳۔ ان میں بھی واضح ارشاد ہے کہ اے محبوب! ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی جس کا معنیٰ خیرِ کثیر اور ہر بھلائی ہے۔ (کما فی صحیح البخاری و ابنِ جریر وغیرھما عن ابنِ عباس رضی اللہ عنھما و تلمیذ الارشد سیدنا "المجاہد" رضی اللہ عنہ)۔ آخر میں فرمایا کہ یقیناً آپ کا بدخواہ ہی ذکرِ خیر سے محروم اور نسل بریدہ ہے۔ نیز سورۂ تکاثر آیت نمبر۲، ۶۔ نیز سورۂ ماعون آیت نمبر۴، ۵۔ نیز سورۂ النجم آیت نمبر۱ تا ۱۸ نیز ۲۶، ۳۱۔ نیز سورۂ عبس آیت نمبر۳۸ تا آخرِ سورت۔ نیز سورۂ قدر آیت نمبر۳ تا آخرِ سورت۔ نیز الشمس آیت نمبر۹، ۱۰۔ نیز البروج آیت

نمبر۱۱۔ نیز سورۂ والتین آیت نمبر۶۔ نیز القارعۃ آیت نمبر۶ تا آخرِ سورت۔ نیز القیامۃ آیت نمبر۲۲ تا ۲۴۔ نیز ھُمَزَۃ آیت نمبر۱ تا ۹۔ نیز المرسلٰت آیات نمبر۷ تا ۱۵، ۱۹، ۲۴، ۲۸، ۳۴، ۳۷، ۴۰، ۴۵، ۴۷، ۴۹۔ نیز ۲۹ تا ۳۳، نیز ۴۱ تا ۴۶۔ سورۂ قٓ آیت نمبر۲۰، ۲۴، ۲۵، ۳۱، ۳۲۔ سورۂ بلد آیت نمبر۱۷ تا آخرِ سورت۔ سورۂ طارق آیت نمبر۹۔ سورۂ قمر آیت نمبر۶ تا ۸، ۴۷، ۴۸، ۵۴۔ سورۂ صٓ آیت نمبر۲۷، ۲۸، ۴۹ تا ۶۴، ۸۲ تا ۸۵۔ سورۂ اعراف آیت نمبر۸، ۹، ۱۶، ۱۸، ۳۴، ۳۶، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۴ تا ۵۲۔ نیز ۱۵۷ جس میں ارشاد ہے: " فالّذین امنوا بہٖ و عزّروہ و نصروہ و اتبعوا النور الذی انزل معه اولٰئک هم المفلحون "۔ یعنی جو لوگ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ کی تعظیم اور مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو آپ کے ساتھ نازل کیا گیا وہی اعلیٰ درجہ کے کامیاب ہیں۔ سورۂ جنّ آیت نمبر۱۵، ۲۳۔ سورۂ یٰسٓ آیت نمبر۵۵ تا ۶۵۔ سورۂ فرقان آیت نمبر۱۱ تا ۱۶، نمبر۱۹، ۲۲ تا ۲۴۔ ۲۶ تا ۲۹۔ ۶۳ تا ۶۵۔ سورۂ فاطر آیت نمبر۷ نیز ۳۲ تا ۳۷۔ سورۂ مریم آیت نمبر۳۲ نیز ۶۰ تا ۶۳، ۶۸ تا ۷۲۔ سورۂ طٰهٰ آیت نمبر۷۴، ۷۵۔ ۱۰۰۔ ۱۰۲۔ ۱۰۹۔ ۱۱۲۔ ۱۲۴ تا ۱۲۷ و ۱۳۵۔ سورۂ واقعہ آیت نمبر۷ تا ۴۴۔ نیز آیت نمبر۸۸ تا ۹۴۔ سورۂ شعرآء آیت نمبر۹۰، ۹۱، ۱۰۰، ۱۰۱، ۲۱۴، ۲۲۷، سورۂ نمل آیت نمبر۲، ۳، ۵، ۸۲، ۸۹، ۹۰، سورۂ قصص آیت نمبر۶۲ تا ۶۶۔ ۶۷۔ ۸۳۔ ۸۴۔ سورۂ اِسرآء آیت نمبر۹، ۱۰، ۱۵، ۱۸، ۱۹۔ ۹۷۔ ۸۹۔ نیز خصوصًا نمبر۷۹ جس میں حضور سیّدِ عالم ﷺ کے منصبِ شفاعت کا اعلان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ عسٰی ان یبعثک ربک مقامًا محمودًا یعنی وہ وقت قریب ہے کہ آپ کا ربّ آپ کو مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا (اور وہ مقامِ شفاعت ہے کما ھو مروی عن ابنِ عباس رضی اللہ عنہما وعن غیرہ فی غیر واحد من کتب التفسیر) سورۂ یونس آیت نمبر۲۔ ۴۔

۷۔ ۸۔ ۹۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۶۲ تا ۶۳ (الا ان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون (تا) ذٰلک ھوالفوز العظیم) نیز ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۸ تا آخرِ سورت۔ سورۂ ھود آیت ۱۱۔ ۱۵ تا ۲۳ نیز ۱۰۵ تا ۱۰۸۔ سورۂ یوسف آیت نمبر ۵۷، ۷۹، سورۂ حجر آیت نمبر ۳۹، تا ۴۵، سورۂ انعام آیت نمبر ۲۷۔ ۳۰۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۸۳۔ ۹۴۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۶۱۔ سورۂ صافات آیت نمبر ۲۱ تا ۲۳، ۳۹ تا ۴۹۔ ۶۲ تا ۷۴۔ ۱۶۱ تا ۱۶۳۔ سورۂ لقمٰن آیت نمبر ۵، ۷، ۸، ۹۔ سورۂ سبا آیت نمبر ۴۔ ۵۔ ۸۔ ۲۳۔ ۳۱ تا ۳۳۔ ۳۷، ۳۸۔ سورۂ زمر آیت نمبر ۱۵ تا ۲۰۔ ۳۲ تا ۳۵۔ ۵۳ ۷۱ تا ۷۳۔ سورۂ مؤمن آیت نمبر ۷ تا ۹ نیز ۱۰۔ ۴۰۔ ۶۹ تا ۷۶۔ حٰمٓ السجدۃ آیت نمبر ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۲۷ تا ۳۰ (ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ (الیٰ) وابشروا بالجنۃ الایات زخرف آیت نمبر ۴۳ (انک علیٰ صراط مستقیم) ۶۷ تا ۷۴۔ نیز ۸۶۔ دخان آیت نمبر ۱۰ تا ۱۳۔ ۴۳ تا ۵۰۔ ۵۱ تا ۵۷۔ جاثیہ آیت نمبر ۷ تا ۱۱۔ ۳۰۔ ۳۱ ۔

خود سورۂ احقاف سے اس کا ثبوت :۔

بلکہ خود سورۂ احقاف (جس کی زیرِ بحث آیت " وما ادری ما یفعل بی و لا بکم " کو سورۂ فتح کی ابتدائی آیات کے ذریعہ منسوخ گردانا گیا ہے اس) میں بھی ایسی صریح آیات موجود ہیں جن میں صراحت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے متبعین کی اخروی کامیابی اور کفّار کے جہنّمی ہونے کا دو ٹوک بیان ہے۔ چنانچہ اس کی آیت نمبر ۱۳ اور ۱۴ میں ارشاد ہے :۔ "ان الّذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا فلا خوف علیھم و لا ھم یحزنون، اولئک اصحاب الجنۃ خلدین فیھا جزاء بما کانوا یعملون"۔ یعنی یہ بات شک و شبہ سے پاک ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کے اپنے ربّ ہونے کی تصدیق کی پھر وہ اس پر

تا دمِ واپسیں ثابت قدم رہے تو ان پر خوف نہیں اور نہ کوئی غم ہے وہی جنّتی ہیں وہ جنّت میں ہمیشہ رہیں گے۔ جنّت ان کے نیک اعمال کی جزا ہو گی۔

نیز اس کی آیت نمبر ۲۰ میں فرمایا " و یوم یعرض الّذین کفروا علی النار الاٰیۃ "۔ یعنی اور اس دن کو یاد کرو جس میں کافروں کو آگ پر پیش کیا جائے گا الاٰیۃ۔ اسی طرح اس کی آیت نمبر ۳۴ میں بھی ہے۔

سورۂ احقاف کے بعد کی مکّی سورتوں سے اس کا ثبوت :۔

سورۂ احقاف کے بعد کی متعدّد مکّی مدنی سورتوں کی سینکڑوں آیات میں بھی یہ مضمون صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو:۔

سورۂ ذاریات آیت نمبر۱، ۶۰۔ سورۂ غاشیۃ آیت نمبر۲ تا ۷، ۸ تا ۱۶۔ الکہف آیت نمبر ۲، ۳، ۴، ۷، ۴۸، ۱۰۲ تا ۱۰۶ نیز ۱۰۷، ۱۰۸۔ سورۂ الشوریٰ آیت نمبر۲۰، ۴۴، ۵۲، ۔ (و انک لتھدی الیٰ صراط مستقیم)۔ سورۂ ابراھیم آیت نمبر ۱۸ تا ۲۳، ۲۷، ۴۲، ۴۹ تا ۱۵۱ الٓمٓ تنزیل السجدۃ آیت نمبر ۱۲ تا ۱۴، ۱۹، ۲۰۔ سورۂ الانبیاء آیت نمبر ۲۸، ۹۸ تا ۱۰۰، ۱۰۱ تا ۱۰۳، ۱۰۷ (جس میں ارشاد ہے و ما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین) سورۂ نحل آیت نمبر۲۹، ۳۰، ۳۲ (نیز ۸۴، ۸۵، ۸۹ اور ۹۷ (جس میں تصریح ہے من عمل صالحًا من ذکر او انثیٰ و ھو موٗمن فلنحیینہ حیوٰۃً طیبۃً الاٰیۃ)۔ سورۂ طور آیت نمبر۱۱ تا ۱۶، ۱۷ تا ۲۱، ۴۷۔ الموٗمنون آیت نمبر۱ تا ۱۱ نیز ۱۰۱ تا ۱۱۱۔ سورۂ ملک آیت نمبر ۶ تا ۱۲۔ سورۂ الحاقۃ آیت نمبر۱۹ تا ۲۴، ۲۵ تا ۳۷۔ سورۂ المعارج آیت نمبر۳۵ تا ۴۴۔ النباء آیت نمبر۲۱ تا ۳۰، ۳۱ تا ۳۶ نیز ۴۰۔ سورۂ النازعات آیت نمبر۳۷ تا ۳۹ نیز ۴۰، ۴۱۔ سورۂ انفطار

آیت نمبر ۱۳، ۱۴۔ سورۃ انشقاق آیت نمبر ۷ تا ۹، ۱۰ تا ۱۲۔ سورۃ الروم آیت نمبر ۱۵، ۱۶۔ سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۷، ۹، ۱۳، ۵۴، ۵۵، ۵۸، ۵۹۔ سورۃ مطففین آیت نمبر ۱۰ تا ۱۲، ۲۲ تا ۲۸، ۲۹ تا ۳۶۔

سورۃ احقاف کے بعد اور سورۃ فتح سے پہلے کی مدنی سورتوں سے اس کا ثبوت:۔

حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو:۔

البقرۃ: آیت نمبر ۲ تا ۵، ۶، ۷، ۲۴، ۲۵، ۳۸، ۳۹، ۶۲، ۸۱، ۸۲، ۱۱۲۔ نیز ۱۴۳ (جس میں واضح ارشاد ہے وکذلک جعلنکم امۃ وسطاً لتکونو اشھداء علی الناس و یکون الرسول علیکم شھیدًا الآیہ) نیز ۱۵۹ تا ۱۶۱، ۱۷۴، ۲۰۱، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۵۴، ۲۵۷، ۲۸۶ (آخری آیت)۔

آلِ عمران: آیت نمبر ۴، ۱۰، ۱۲، ۱۵ تا ۱۷، ۲۱، ۳۱، ۵۵، ۵۶، ۶۸، ۸۱، ۸۲ (آیتِ خصوصاً میثاق وغیرہ جس میں آپ کی عظمت کا بیان ہے)۔ ۸۶ تا ۹۱، ۱۰۵ تا ۱۰۷، ۱۱۰، ۱۱۶، ۱۲۳ (جس میں غزوۃ بدر کے موقع پر مٹھی بھر مسلمانوں کو بطفیلِ نبی کریم ﷺ عظیم الشان فتح سے سرفراز فرمانے کا ذکر ہے نیز صحیح بخاری وغیرہ کی صحیح حدیث میں مرفوعاً ارشاد ہے " لعل اللہ اطلع علی اھل بدر فقال اعملو اما شئتم فقد غفرت لکم و فی روایۃ فقد وجبت لکم الجنۃ)" نیز آیت نمبر ۱۳۱ تا ۱۳۴، ۱۳۶، ۱۵۵، ۱۶۸۔ (جس میں شہداءِ اُحد وغیرھم کے جنّتی ہونے کا بیان ہے)۔ ۱۹۵، ۱۹۸۔

الانفال: آیت نمبر ۲ تا ۴

الاحزاب: آیت نمبر ۷ (اس میں بھی میثاقِ نبوّت کا بیان ہے) ۳۳ (انما

یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرّجس اھل البیت و یطھّرکم تطھیرًا) نیز ۳۵ (جس میں واضح طور پر تمام اہلِ ایمان و صالحین سے مغفرت و جنّت کا وعدہ فرمایا گیا ہے حیث قال: " ان المسلمین و المسلمٰت والموٴمنین والموٴمنٰت والقٰنتین والقٰنتٰت والصّٰدقین و الصّٰدقٰت والصّٰبرین والصّٰبرٰت والخٰشعین والخٰشعٰت والمتصدّقین والمتصدّقٰت والصّائمین والصّٰئمٰت والحٰفظین فروجھم والحٰفظٰت والذّٰکرین اللّٰہ کثیرًا والذّٰکرات اعد اللّٰہ لھم مغفرۃً و اجرًا عظیمًا) نیز ۴۳، ۴۴ نیز ۴۷ (وبشّر الموٴمنین بان لھم من اللّٰہ فضلاً کبیرًا)۔ نیز ۵۶ (ان اللّٰہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یٰاَیھاالذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیمًا)۔ نیز ۵۷، ۵۸، ۶۴ تا ۶۸ نیز ۷۳ (آخری آیت)۔

المائدۃ: آیت نمبر ۳، ۵، ۹، ۱۰، ۱۲، ۳۶، ۵۶، ۱۱۹۔

نساء: آیت نمبر ۱۳، ۱۴، ۱۸، ۲۷، ۳۱ (وجئنابک علٰی ھٰوٴلاء شھیدًا) ۵۶، ۵۷، ۶۹، ۷۰ (الذین انعم اللّٰہ علیھم من النبیّین والصدّیقین والشھدآء والصّٰلحین و حسن اولٰئک رفیقًا)۔ ۹۵، ۹۶ (و کلا وعد اللّٰہ الحسنٰی) ۱۱۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۴، ۱۲۷، ۱۴۰، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۳۔

زلزال: آیت نمبر ۷، ۸۔

الحدید: آیت نمبر ۷، ۱۰ (وکلاّ وعد اللّٰہ الحسنٰی تمام صحابۂ کرام سے وعدۂ جنّت) ۱۲، ۱۹، ۲۱۔

سورۂ محمد ﷺ: آیت نمبر ۲، ۱۲، ۱۵، ۱۹، ۳۴۔

الرعد: ۵، ۱۸، ۱۹ تا ۲۴ نیز ۲۵، ۲۹، ۳۴، ۳۵۔

الرحمٰن: آیت نمبر ۴۱، ۴۳، ۴۶، ۵۱، ۵۲، ۵۴۔

الدھر: آیت نمبر ۴، ۵، ۶، ۱۱ تا ۲۲۔

الطلاق: آیت نمبر ۱۰، ۱۱۔

البیّنۃ: آیت نمبر ۶ تا ۸۔

الحشر: آیت نمبر ۱۷، ۲۰۔

النور: آیت نمبر ۱۴، ۳۸، ۳۹۔

الحج: آیت نمبر ۸، ۱۳، ۱۹، ۲۲، ۳۴، ۳۵، ۵۰، ۵۱، ۵۷، ۶۷۔ (انک لعلیٰ هدی مستقیم)۔ ۷۲، ۷۸۔

المجادلۃ: آیت نمبر ۵، ۱۵، ۱۷، ۲۲۔

تحریم: آیت نمبر ۷ تا ۹۔

تغابن: آیت نمبر ۹، ۱۰۔

الصفّ: آیت نمبر ۱۰ تا ۱۲۔

خلاصہ یہ کہ آیتِ احقاف (وما ادری مایفعل بی ولابکم) کو منسوخ اور یہ کہنا کہ جب تک سورۂ فتح کی ابتدائی آیات نازل نہیں ہوئی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، آپ کے متّبعین نیز کفّار و مشرکین کا اخروی انجام واضح نہ تھا، قطعاً خلافِ حقائق اور روایت "لقد بیّن اللہ لک" الخ۔ کے نہایت درجہ غیر صحیح اور ازحد غلط ہونے کی ایک اور بیّن دلیل ہے کیونکہ اس سورت سے پہلے اور بعد کی نیز آیتِ فتح سے پہلے کی بیسیوں سورتوں کی صدہا آیات میں نہایت درجہ

صراحت کے ساتھ اس کا دو ٹوک بیان موجود ہے۔ (فاحفظه تحفظ)۔

لطیفہ: (" بے فائدہ تکرار " کہنے کا رد ' بعبارۃ اخریٰ):۔

سورۂ فتح کی ان ابتدائی آیات کا بعینہٖ یہی مضمون اس کی دیگر آیات نیز اس کے بعد نازل ہونے والی سورۂ توبہ کی بھی کئی آیتوں میں موجود ہے جو علّامہ صاحب اور صاحبزادہ صاحب کے طور پر " بے فائدہ تکرار " کے مترادف ہے جیسا کہ کچھ پہلے باحوالہ مع جواب گزر چکا ہے۔ اب پتہ چلے گا کہ حضرات ان پر کس طرح ہاتھ صاف فرماتے ہیں۔ حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو۔ سورۂ فتح: آیت نمبر ۱۳' ۱۷' ۱۸ (جس میں اہلِ بیعتِ رضوان کو رضائے الٰہی کے حصول کی بشارت دی گئی اور صحیح مسلم وغیرہ میں مرفوعاً ہے ارشاد فرمایا کہ ان حضرات میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہ جائے گا)۔ نیز آیت نمبر ۲۹ (وعد اللّٰہ الذین اٰمنوا و عملوا الصّٰلحٰت منهم مغفرة و اجرًا عظیمًا) سورۂ توبہ: آیت نمبر ۳' ۱۷' ۲۰ تا ۲۲' ۴۴' ۶۸' ۷۲' ۷۳' ۸۰' ۸۸' ۸۹' ۹۰' ۹۹' ۱۰۰' ۱۰۲' ۱۱۰' ۱۱۲' ۱۱۳۔ فقط۔

بعض سلف کے قولِ نسخ کا جواب:۔

جب اس امر کا حقیقتِ ثابتہ ہونا دلائلِ قاطعہ سے واضح ہو گیا کہ سورۂ فتح کی ابتدائی آیات کا زیرِ بحث آیتِ احقاف (و ما ادری مایفعل بی ولابکم) کے لئے ناسخ ہونا علم و تحقیق کی روشنی میں غیر صحیح اور قطعاً خلافِ حقائق ہے تو اس سے یہ بھی خود بخود واضح ہو گیا کہ جن بعض اجلّہ سے اس کا نسخ منقول ہے' اس سے ان کی مراد نسخ اصطلاحی قطعاً نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ علم و تحقیق کے خلاف ہے جو ان سے قطعاً ممکن نہیں بلکہ اس سے ان کی مراد مطلق تغیر ہونا متعیّن ہو گیا۔ (کما فی روح المعانی وغیره تحت هٰذه الاٰیة

ای آیۃ الاحقاف و لفظ الروح اوالمراد بالنسخ مطلق التغییر) جبکہ کلامِ عقلاء کو اس کے صحیح محامل پر رکھنا فرض ہے۔ خصوصًا امامِ اہلِ سنّت علیہ الرحمۃ "انباء المصطفٰی" میں اس قول کو محض طردًا للباب اور جمعِ اقوال کی غرض اور مناظرانہ طریق سے لائے ہیں جس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اعلیٰ حضرت کا مختار جواب آیتِ ھٰذا کا معنٰی نیز فلسفۂ تکمیلِ نزولِ قرآن ہے کیونکہ آپ نے نسخ والے جواب کو بالکل ثانوی حیثیّت دی اور اسے آخری درجے میں رکھا ہے چنانچہ آپ معترض کی پیش کردہ روایت "واللّٰہ لاادری مایفعل بی و لابکم" سے جواب دیتے ہوئے اپنے متذکرہ بالا رسالہ میں ارقام فرماتے ہیں:۔

"قطع نظر اس سے کہ حدیثِ اوّل خود آحاد ہے۔ سلیم الحواس کو سند لانی تھی تو وہ مضمون تو خود آیت میں تھا اور قطع نظر اس سے کہ اس آیت و حدیث کے کیا معنٰی ہیں اور قطع نظر اس سے کہ یہ کس وقت کے ارشاد ہیں"۔ (پھر اس کے بعد وہی نسخ والاقول ذکر فرمایا) ملاحظہ ہو (صفحہ ۹ طبع نوری کتب خانہ لاہور)۔

چنانچہ اسی فلسفۂ تکمیلِ نزولِ قرآن کو بیان فرماتے اور روایتِ مذکورہ "واللّٰہ لا ادری مایفعل بی ولا بکم" سمیت جملہ اعتراضات کا اصولی اور اپنا مختار جواب دیتے ہوئے آپ نے لکھا ہے: "ہاں ہاں! تمام نجدیہ دہلوی و گنگوہی و جنگلی و کوہی سب کو دعوتِ عام ہے فاجمعوا شرکائکم، چھوٹے بڑے سب اکٹھے ہو کر ایک آیت قطعی الدلالۃ یا ایک حدیثِ متواتر یقینی الافادۃ چھانٹ لائیں جس سے صاف صریح طور پر ثابت ہو کہ تمامی نزولِ قرآنِ عظیم کے بعد بھی اشیائے مذکورہ ماکان و مایکون سے فلاں امر حضورِ اقدس ﷺ پر مخفی رہا جس کا علم حضور کو دیا ہی نہ گیا فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاعلموا ان اللّٰہ لایھدی کیدالخائنین۔ اگر ایسی نص نہ لاسکو اور ہم کہے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ کرسکو گے تو خوب جان لو کہ اللہ راہ نہیں دیتا دغا بازوں کے مکر کو۔ والحمد

للّٰہ رب العٰلمین۔ اھ۔۔ ملاحظہ ہو (صفحہ ۸ رسالہ مذکورہ)۔

علاوہ ازیں اگر نسخ والا قول آپ کا مختار ہوتا تو زیرِ بحث آیتِ فتح میں آپ اسی کے مطابق ترجمہ کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے " ذنب " کی نسبتِ حقیقیہ ہونے کو اختیار فرماتے (ولٰکن اذلیس فلیس)۔

نیز آپ نے اپنے اسی رسالہ میں نسخ والا قول نقل کر کے بھی آیتِ فتح کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے کہ "یعنی تاکہ اللہ بخش دے تمہارے واسطے سے سب اگلے پچھلے گناہ"۔ اھ۔ ملاحظہ ہو۔ (صفحہ ۹)۔ جو ما نحن فیہ کی بیّن دلیل ہے ورنہ اس جگہ تو کم از کم ضرور نسبتِ حقیقیہ والے ترجمہ کو اختیار کرتے۔ رہا یہ کہ آیتِ احقاف کے ترجمہ میں ازخود وغیرہ کی قید کے بغیر آپ نے اس کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے کہ " تم فرماؤ میں کوئی انوکھا رسول نہیں اور میں، نہیں جانتا میرے ساتھ کیا، کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا"۔ اھ۔ ملاحظہ ہو (کنزالایمان پارہ ۲۶ الاحقاف آیت نمبر۹)؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ آیت کے ان الفاظ کے ترجمہ میں "ازخود" یا "ذاتی طور پر" کے الفاظ کے لکھنے کی قطعاً کچھ حاجت نہیں کیونکہ اس کے آخری الفاظ اسی مفہوم کو ادا کر رہے ہیں۔ چنانچہ "ولابکم" کے آگے یہ لفظ ہیں:۔ "ان اتبع الا ما یوحیٰ الیّ" جس کا ترجمہ کنزالایمان شریف میں اس طرح لکھا ہے:۔ میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے"۔ اھ۔ ملاحظہ ہو (پارہ، سورۃ و آیت مذکورہ)۔

جبکہ علاّمہ صاحب اور صاحبزادہ صاحب نے اعتراض کی زبان کھولتے ہوئے یہاں " نسخ " کو حقیقی معنیٰ میں لیا ہے جیسا کہ ان کی منقولہ بالا عبارت سے ظاہر ہے جو قطعاً محتاجِ بیان نہیں۔ (فبینهما بونٌ بعید فاحفظه تحفظ و تحظ فانه من المواهب الالٰهیّة لاتجده الا فی هذا انشاء المولٰی

الواهب والحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک)۔

ایک ضمنی سوال کا جواب :۔

اگر کوئی یہ کہے کہ مبحث فیہ روایت (لقد بیّن اللّٰہ عزّ و جلّ لک ۔) میں "فما ذا یفعل بنا" عرض کرنے پر " لیدخل المؤمنین و المؤمنات " الاٰیۃ کا نزول " نسخ " حقیقی کے طور پر ، نہیں بلکہ اس امر کی وضاحت کے طور پر ہے کہ مؤمنین بھی آپ ﷺ کے طفیل' اللہ کے اس فضل میں شامل ہیں جس کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ سورۃ احزاب کی آیت (آیتِ صلوٰۃ و سلام) کے نزول کے وقت حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی تھی کہ یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کا یہ فضل و کرم ہمارے شاملِ حال رہا ہے کہ وہ جب بھی آپ کو کسی نعمت سے نوازتا ہے تو اس میں ہمیں بھی ضرور شامل فرماتا ہے لیکن اس میں ہمیں شامل ،نہیں فرمایا گیا؟ تو اس پر اسی سورت کی آیت نمبر ۴۳ (ھوالذی یصلی علیکم و ملئکتہ الاٰیۃ) نازل ہوئی۔ (کما فی غیر واحد من کتب التفسیر تحت الاٰیۃ المذکورۃ الصدر) تو اس سے تو " ذنب " کی نسبتِ حقیقیہ کا لزوم بہرحال ثابت ہو جائے گا؟

الجواب :۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اوّلاً اس صورت میں بھی اس لزوم کے ثبوت کی بنیاد اسی روایت پر ہی ہو گی جبکہ وہ عقلاً' نقلاً' روایتاً' درایتاً' کسی طرح صحیح ثابت نہیں (کما مرّ تفصیلہ فیما مرّ) پس بنیاد کے غیر ثابت ہونے کی صورت میں اس کے سہارے کھڑی کی جانے والی دیوار کی حیثیت ریت کی دیوار کی ،نہیں تو اور کیا ہے؟

کیونکہ اصولِ روایت کے حوالہ سے یہ روایت بظاہر موصول ہے جس کے لفظوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا متن حضرتِ انس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے جب کہ درحقیقت یہ مرسل (اور تابعی عکرمہ کا قول) ہے جو اس کے معلّل (اور سخت ضعیف) ہونے کی دلیل ہے اور یہ اصول معترض فریق کو بھی مسلّم ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ ہٰذا کے خلاف عَلَمِ بغاوت بلند کرنے والے گروپ کے سرِخیل مسئلۂ ہٰذا میں صاحبزادہ صاحب کے رہبرِ کامل حضرت علامہ غلام رسول صاحب (نام کے) سعیدی اپنی کتاب تذکرۃ المحدثین (صفحہ ۳۵ طبع حامد اینڈ کمپنی لاہور) میں حدیث معلّل کی تعریف بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں :---

"معلّل" : جس حدیث میں علّتِ خفیّہ قادحہ ہو مثلاً حدیثِ مرسل کو موصولاً روایت کیا جائے"۔ اھ۔ حق حق حق۔

ثانیاً :۔ اگر اسے تسلیم کر لیا جائے تو اس سے جھگڑے کی بنیاد ہی ختم ہو کر رہ جائے گی اور اس صورت میں بھی ہمارا مدّعا ہی ثابت ہو گا کیونکہ اس تقدیر پر آیتِ فتح (لیغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک و ماتأخر الآیۃ) جامع الترجمتین قرار پائے گی اور آیت "لیدخل المؤمنین والمؤمنات" کی حیثیت محض اس کا حاشیہ اور تخصیص بعد تعمیم کی ٹھہرے گی جبکہ اعلیٰ حضرت دونوں ترجموں کے قائل ہیں (کما مرّ فی صفحہ نمبر ۱۰۲) اور معنیٰ یہ ہو گا کہ اے محبوب ہم نے آپ کو یہ کامل فتحِ مبین اس لئے عطا فرمائی کہ اللہ آپ کے شایانِ شان آپ کے اگلے پچھلے ذنب کی نیز آپ کے طفیل آپ کے اگلوں پچھلوں کے حسبِ مقام ان کے ذنب کی مغفرت فرمائے۔

اگر یہ گوارہ ہو تو اسے ہی اختیار فرما لیں : چشمِ ما روشن دلِ ماشاد

(والحمد للہ الرؤف بالعباد)

پانچواں اعتراض اور اس کا آپریشن :۔

"قد غفر اللہ لک" (وغیرہ الفاظ) :۔ علامہ صاحب اور صاحبزادہ صاحب نے ترجمۂ ہٰذا پر پانچواں اعتراض ان روایات کے ذریعہ کیا ہے جن میں یہ الفاظ وارد ہیں " قد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک و ما تاخر "۔ یا " ان اللہ غفر لک ما تقدم " ہے۔ اور بعض میں اس طرح ہے۔ "و قد غفر لک ما تقدم" الخ جو مختلف مواقع پر حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ کے حضور عرض کئے۔ ملاحظہ ہو : (شرح صحیح مسلم جلد ۳ صفحہ ۹۸، ۹۹، ۱۰۰ نیز جلد ۶ صفحہ ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳ نیز جلد ۷ صفحہ ۳۳۵ تا ۳۳۸ از علامہ غلام رسول صاحب و مغفرتِ ذنب صفحہ ۲۲ اور قلمی تحریر صفحہ ۱۱ از صاحبزادہ صاحب)۔

اعتراضِ ہٰذا کی وجہِ اوّل :۔

اس حوالہ سے انہوں نے ایک وجہِ اعتراض یہ بیان کی ہے کہ "متعدد احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ صحابۂ کرام نے اس آیت سے یہ مراد لیا کہ اس آیت میں آپ کی مغفرت کا اعلان ہے اور امّت کی مغفرت مراد نہیں ہے"۔ نیز "ان احادیثِ صحیحہ سے واضح ہو گیا کہ زیرِ بحث آیتِ کریمہ میں مغفرت کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہے۔ امّت یا اگلوں یا پچھلوں کی طرف نہیں ہے" نیز "صحابۂ کرام نے آپ کے سامنے یہ مطلب بیان کیا اور آپ نے اس مطلب کی توثیق کر دی"۔

ملاحظہ ہو :۔ شرح صحیح مسلم جلد ۳ صفحہ ۹۸، ۱۰۰۔ نیز مغفرتِ ذنب وغیرہ تحریرات و کیسٹ صاحبزادہ۔

اس کے کئی جواب ہیں جن میں سے بعض حسبِ ذیل ہیں :۔

جواب نمبر ۱:۔

بر تقدیرِ تسلیم زیادہ سے زیادہ یہ روایات آیتِ ہٰذا کی ایک تفسیر بنیں گی جن سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی بیان کردہ تفسیر کی نفی ثابت نہیں ہوتی کیونکہ یہ روایات بفرضِ تسلیم آیتِ ہٰذا کے اسی تفسیر میں محصور ہونے کی قطعاً دلیل نہیں جب کہ اعلیٰ حضرت کی بیان فرمودہ تفسیر بھی اسلاف سے ثابت ہے جب کہ ایک آیت کے کئی محامل ہونا بھی حقیقتِ ثابتہ ہے۔ (کما قد اثبتناہ کلہ فیما مرّ)۔

جواب نمبر ۲:۔

حقیقت یہ ہے (اور نہایت ہی افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے) کہ ان حضرات کا یہ کہنا قطعاً خلافِ واقعہ ہے کہ صحابۂ کرام نے یہ جملے آیتِ ہٰذا کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہے تھے پس یہ ان کا رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر قطعاً سخت افتراء، شدید بہتان اور واضح کذب ہے کہ "صحابۂ کرام نے آپ کے سامنے یہ مطلب بیان کیا اور آپ نے اس مطلب کی توثیق کر دی"۔ جس کے سچ نہ ہونے کے لئے اتنا بھی کافی ہے کہ انہوں نے یہ بلند بانگ دعویٰ تو کر دیا ہے مگر اس کے ثبوت میں وہ کوئی ایک بھی صحیح اور معیاری دلیل پیش نہیں کر سکے اور نہ ہی وہ ایسی کوئی دلیل پیش کر سکتے ہیں بے شک طبع آزمائی کر کے دیکھ لیں۔

ملتے جلتے الفاظ کا ایک دوسرے کی تفسیر ہونا لازم نہیں:۔

باقی یہ بھی ضروری نہیں کہ آیات یا روایات کے متشابہ الفاظ ایک دوسرے کی تفسیر ہوں۔ محقّقین نے ان مفسّرین کی پرزور تردید فرمائی ہے جو محض تشابہ

الفاظ کو دیکھ کر بعض الفاظ کو بعض کی تفسیر قرار دے دیتے ہیں تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف "الفوز الکبیر" نیز "فتح الخبیر" وغیرھما۔

اگر ذرّہ بھر بھی صداقت ہے تو کوئی ایک ایسی صریح روایت پیش کریں جس میں اس امر کی وضاحت ہو کہ کسی صحابی نے یہ فرمایا ہو کہ حسبِ اصطلاح ان کے یہ الفاظ مبحث فیہ آیتِ فتح کی تفسیر کے بارے میں ہیں۔ باقی اِدھر اُدھر کی ہانکنے سے قطعاً تقریبِ تام نہیں ہو گی ورنہ کیا صحیح بخاری (جلد ۲ صفحہ ۱۰۳۹ طبع کراچی پھر مشکوٰۃ صفحہ ۷۵۶) میں منقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ الفاظِ مبارکہ " واللّٰہ ما ادری وانا رسول اللّٰہ ما یفعل بی ولا بکم "۔ بھی آیتِ احقاف " ما ادری ما یفعل بی ولا بکم " کے لئے اصطلاحی تفسیر کے طور پر وارد ہیں جن کا بظاہر مضمون ایک ہی ہے؟ انصاف شرط ہے (جس کی اور بھی سینکڑوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں)۔

جواب نمبر ۳:۔

اس سب سے قطع نظر کر لی جائے تو یہ الفاظ عصمت سے کنایہ ہیں یعنی صحابۂ کرام یہ عرض کر رہے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ تو معصوم ہیں آپ کو اتنی عبادات اور ریاضات کی کیا ضرورت ہے کہ طوالتِ قیام سے قدمین شریفین بھی متورّم ہو جاتے ہیں جو اعلیٰ حضرت کے قطعاً خلاف نہیں کیونکہ آپ بھی اس کے قائل ہیں (جیسا کہ صفحہ ۱۰۲ پر باحوالہ گزر چکا ہے)۔ جس کی کثرت دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی عصمت کے بیان کے لئے صحابۂ کرام میں یہ جملہ مروّج اور کثیر الاستعمال تھا۔ پس اسے خاص اس آیت کی تفسیر میں وارد قرار دے کر اس سے آیتِ فتح کے اسی ایک تفسیر میں بند اور محصور ہونے

کی دلیل بنانا قطعاً صحیح نہیں۔ و ھوالمقصود۔ اور اگر کوئی اس کا مدعی ہو کہ صحابۂ کرام یہ لفظ محض اس آیت کے حوالہ سے بولتے تھے تو وہ کسی ٹھوس حوالہ سے ان کا آیتِ فتح سے مؤخّر ہونا ثابت کرے۔ ولنعم ما قیل ثبت العرش ثم انقش۔

اعتراضِ ہٰذا کی وجہِ دوم اور اس کا آپریشن :۔

"لسنا کھیئتک" :۔ مضمون بالا کی روایات میں ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مذکورہ بالا جملوں کے ساتھ یہ بھی عرض کی تھی "لسناکھیئتک یا رسول اللّٰہ" (کمافی صحیح البخاری جلد ا صفحہ ۷) یعنی یا رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم آپ کی طرح نہیں ہیں (آپ کی شان تو یہ ہے کہ ان اللہ قد غفرلک ما تقدم من ذنبک و ماتأخر)۔ علاّمہ صاحب اس سے حسبِ ذیل نتیجہ کشید کرتے ہوئے لکھتے ہیں : " اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ صحابۂ کرام نے کہا یا رسول اللہ ! ہم آپ کی مثل نہیں ہیں (الی) جب صحابہ کو بھی اس آیت سے مغفرت کی نوید حاصل ہو گئی تھی تو اس موقعہ پر اس اعتبار سے صحابہ کا مثلیّت کی نفی کرنا کیسے صحیح ہوتا"۔؟ ملاحظہ ہو (شرح صحیح مسلم جلد ۶ صفحہ ۲۹۳ نیز جلد ۷ صفحہ ۳۳۵، ۳۳۶۔ اسی طرح صاحبزادہ کی کیسٹ وغیرہ میں بھی ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب 'ہٰذا' صفحہ نمبر، ۲۹)۔

الجواب :۔

یہ بھی انہیں کچھ مفید اور ہمیں کچھ مضر نہیں کیونکہ اس کی بنیاد بھی اسی بے بنیاد زعم پر ہے کہ یہ روایت' آیتِ فتح (لیغفرلک اللّٰہ' الآیۃ) کی تفسیر میں ورود پذیر ہوئی تھی جس کا بطلان ہم ابھی ثابت کر چکے ہیں۔ پس جس اس کا

مبنیٰ ہی سرے سے ثابت نہیں تو اس کے سہارے قائم کی گئی عمارت دھڑام سے نہ گر گئی تو اور کیا ہوا؟

پھر ان کا امّت مراد لینے کی صورت میں (جو کہ ایک حقیقتِ ثابتہ ہے) امّت اور نبی کی مثلیّت کا دعوٰی کرنا بھی فرقِ مراتب سے اغماض ہے جو انتہاء درجہ غلط، انتہائی تعجب خیز، شدید حیرت انگیز اور بعینہٖ وہابیوں والا طرزِ استدلال ہے چنانچہ وہ بھی اس جیسے مواقع پر کہہ دیا کرتے ہیں کہ اگر حضور کو بھی علم غیب ہے اور صحابہ کو بھی تو اس سے تو برابری لازم آ جائے گی جیسا کہ وہ آیت " و علّمک ما لم تکن تعلم" اور "علّم الانسان ما لم یعلم" پڑھ کر یہ زہر اگلا کرتے ہیں اور علاّمہ صاحب بھی اپنی بعض تحریرات میں ان کے اس طرزِ استدلال پر احتجاج کر چکے ہیں مگر حیرت ہے کہ اس مقام پر ان کی زبان، ان حضرات کے منہ میں کیوں کر آ گئی؟ ورنہ کیا بعض اوقات ایک ہی لفظ کا کئی مختلف اشیاء کے لئے بولا جانا پھر اس کے مفہوم کا حسبِ مراتب ان پر صادق آنا ایک ناقابلِ تردید حقیقت نہیں؟ کہیں نہیں تو سورۂ مائدۃ کی آیت نمبر۹۰ سے کیا جواب ہے جس میں خمر، میسر، انصاب اور ازلام کے لئے ایک ہی پیرائے میں " رجس من عمل الشیطٰن " کا حکم وارد ہے؟ اور کیا ان مذکور فی الاٰیت اربعہ اشیاء کا رجس من عمل الشیطٰن ہونا من کل الوجوہ (نوعیّت، کمیّت اور کیفیّت کے اعتبار سے) برابر ہے؟ --- پھر یہ بھی ذہن شریف میں رہے کہ مثال محض تفہیم کے لئے ہوتی ہے مساوات کے لئے نہیں ورنہ " مثل نورہٖ کمشکوٰۃ فیھا مصباح " " میں بھی تساوی لازم آئے گی جو درست نہیں--- (فاحفظ انہ سینفعک)

لسانِ وہابیہ در دہانِ صاحبزادہ :۔

اس مقام پر صاحبزادہ صاحب کا یہ گھناؤنا اقدام بھی ہم قارئین کی عدالت میں رکھ کر اس پر صدائے احتجاج کا بلند کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ انہوں نے حدیث شریف کے منقولہ بالا جملہ " لسنا کھیئتک یا رسول اللّٰہ " کا ترجمہ اس طرح کیا ہے "یا رسول اللہ ہم آپ کی مثل نہیں ہیں؟ یا رسول اللہ ہم نے آپ جیسے ہیں؟ آپ بھی انسان ہیں ہم بھی انسان ہیں ہماری بھی دو آنکھیں ہیں آپ کی بھی دو آنکھیں ہیں"۔ (جسے ان کی کیسٹ میں اپنے سر کے کانوں سے سنا جا سکتا اور اسی کتاب کے صفحہ نمبر۲۹۹ پر ان کی کیسٹ سے نقل شدہ تحریر میں پڑھا جا سکتا ہے)۔ اور یہ بعینہٖ وہابیوں والا معنیٰ ہے اور یہ طرزِ کلام انہی گستاخوں کی زبان ہے پھر صاحبزادہ موصوف نے جملۂ خبریہ کو استفہامیہ بنا کر پیش کیا اور "لسنا" کا ترجمہ "السنا" سے کیا ہے جو حدیث شریف میں ان کی مجرمانہ تحریف ہے جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ پھر اس میں وہ اپنے اصل پیشرو علامہ صاحب کو بھی دو قدم پیچھے چھوڑ گئے ہیں کیونکہ انہوں نے اس کا یہ ترجمہ نہیں کیا۔ چنانچہ انہوں نے اس کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے :۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ کی مثل نہیں ہیں لاریب اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے (یعنی آپ کے لیئے تو قلیل عبادات کافی ہیں ہمیں زیادہ عبادت کرنی چاہئے) اھ بلفظہٖ۔ ملاحظہ ہو (شرح صحیح مسلم جلد ۳ صفحہ ۹۸ جلد ۷ صفحہ ۳۳۷ سے)

پس اب صاحبزادہ موصوف کے لفظوں میں ہم یہی عرض کر سکتے ہیں کہ :۔

ع خرد کا نام جنوں رکھ دیا' جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

چھٹا اعتراض اور اس کا آپریشن :۔

خصوصیّت :۔

علّامہ صاحب اور صاحبزادہ صاحب نے "فضلت علی الانبیاء بستّ لم یعطھن احدکان قبلی غفرلی ماتقدم من ذنبی و ماتأخر الحدیث (وغیرہ احادیث)"۔ اور بعض علماء کے اقوال لکھ کر کہا ہے کہ یہ شان آپ ﷺ کی خصوصیّات سے ہے اور وہ خصوصیّت تب ہو سکتی ہے کہ حقیقی معنیٰ میں" ذنب" اور" مغفرت" کی نسبت آپ کی طرف ہو ورنہ یہ خصوصیّت نہیں رہے گی۔ وخاصۃ الشیئی ما یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ (ملخّصاً)۔ ملاحظہ ہو :۔ شرح صحیح مسلم جلد ۶ صفحہ ۶۸۷، ۶۸۸ جلد ۷ صفحہ ۳۳۳ نیز مغفرتِ ذنب صفحہ ۲۴، ۲۶، ۲۷۔ قلمی تحریر صاحبزادہ صفحہ ۶، ۷، ۸۔ نیز ان کی آخری تحریر صفحہ ۳)۔

الجواب :۔

اوّلاً: قرآن و سنّت کے صحیح و صریح دلائل سے واضح کیا جائے کہ جب تک یہ آیت نہیں اتری تھی آپ ﷺ کو اس سے پہلے یہ خصوصیّت حاصل نہ تھی اور یہ خصوصیّت آپ ﷺ کو محض اسی آیت کے حوالہ ہی سے حاصل ہوئی۔ ثبوت میں صرف اور صرف قرآن اور صحیح احادیث کے صریح اور ٹھوس حوالے ہوں کسی کا ذاتی قول کام نہیں دے گا کیونکہ اگر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ جیسی مجسّم علم شخصیت کا مدلّل قول آپ کے نزدیک ردّ کیا جا سکتا ہے تو دوسروں کے بلا دلیل اقوال کیونکر حجّت ہو سکتے ہیں۔ ثانیاً: علاوہ ازیں وہی الخصائص الکبریٰ للسیوطی جس کے حوالے سے منقولہ بالا روایت آپ لوگوں نے

لکھی ہے اسی کے جلد ۲ صفحہ ۱۸۸ میں ابنِ ابی حاتم اور کتاب الرد علی الجہمیہ للدارمی کے حوالہ سے حضرتِ عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً منقول ہے (جسے انہوں نے بھی مختصراً نقل کیا ہے، کما فی شرح صحیح مسلم جلد ۷ صفحہ ۳۳۸، ۳۳۹) کہ "ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرج فقال ان جبریل اتانی فقال اخرج فحدث بنعمة اللّٰہ التی انعم بھا علیک فبشرنی بعشرلم یوتھانبی قبلی (الیٰ) و غفرلی ما تقدم من ذنبی و ماتاخر، الحدیث"۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے آکر یہ کہا ہے کہ آپ لوگوں میں جاکر اللہ کی ان نعمتوں کا بیان کریں جو اس نے آپ پر انعام کی ہیں۔ پھر انہوں نے مجھے دس ایسی چیزوں کے دیئے جانے کی بشارت دی جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں (الیٰ ان قال ان میں سے ایک یہ ہے کہ) غفرلی ماتقدم من ذنبی و ماتأخّر، الحدیث اھ۔ اس حدیث کے الفاظ "فبشرنی بعشر لم یو تھا نبی قبلی"۔ اپنے اس مفہوم میں نہایت درجہ واضح ہیں کہ یہ آیت نہ بھی ہوتی تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے مضمون میں مذکور شان کے مالک تھے۔

علاوہ ازیں سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۷۹ (عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً) سورۃ الم نشرح کی آیت نمبر ۲ تا ۴ (و وضعناعنک وزرک ② الذی انقض ظہرک ③ و رفعنا لک ذکرک ④) نیز سورۃ اعراف کی آیت نمبر ۱۵۷ (جس کی لفظ ہیں ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم) نیز سورۃ ضحیٰ کی آیت نمبر ۴، ۵ (وللاٰخرۃ خیر لک من الاولیٰ ○ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ ○) وغیرھا آیات، سورۃ فتح کی اس آیت سے پہلے کی ہیں جس کی مکمّل تفصیل صفحہ نمبر تا صفحہ نمبر پر گزر چکی ہے۔ جن کا مجموعہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کو یہ شان

اس آیت کے نزول سے پہلے کی حاصل شدہ ہے۔

ثالثاً: علاوہ ازیں گذشتہ اوراق میں ہم باحوالہ اور تفصیل سے لکھ آئے ہیں کہ آیتِ ھٰذا کے دونوں ترجمے ایک دوسرے سے گہری مناسبت رکھتے ہیں نیز اعلیٰ حضرت والا ترجمہ آپ کے منصبِ شفاعتِ کبریٰ کی نشاندھی کرتا ہے جب کہ شفاعتِ کبریٰ بھی آپ ﷺ کی خصوصیّت ہے۔ پس خصوصیّت کا لفظ بول: کر ان حضرات کا اسے ترجمۂ اعلیٰ حضرت کے خلاف کہنا بھی بے سود ہوا۔ والحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک۔

رابعاً: بر سبیلِ تنزّل، ہیئتِ کذائیّہ ان حضرات کے بیان کردہ مغفرتِ کلیّہ والے مفہوم کے اعلیٰ حضرت بھی قائل ہیں جس کی تصریح آپ کی کئی تصانیفِ جلیلہ (جزاء اللہ عدوّہ وغیرہ) میں موجود ہے۔ (کما مرّ فیما مرّ)۔ پس زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت نے کنزالایمان شریف میں آیتِ ھٰذا کے وجوہِ صحیحہ میں سے ایک وجہ کو (کئی وجوہ کی بناء پر) اختیار فرمایا ہے جو کوئی شرعی اور اصولی جرم نہیں۔ خلاصہ یہ کہ ان حضرات کا اعلیٰ حضرت کو آیتِ ہٰذا کی دوسری صحیح وجوہ کا منکر ظاہر کرنا ان کا سخت افتراء اور شدید کذب اور عظیم بہتان ہے۔ جبکہ انہوں نے خود بھی کئی مقامات پر لکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت اس کے دوسرے معانیٔ صحیحہ کے بھی قائل ہیں کما مرّ وسیاتی شئی منہ:

ع ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہئے؟

ساتواں اعتراض اور اس کا آپریشن :۔

روایتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما :۔

حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت (ان اللّٰہ فضل

محمدًا ﷺ علی الانبیاء و علی اهل السماء (الی) و قال لمحمد ﷺ انا فتحنالک فتحًا مبینًا ○ لیغفرلک اللّٰہ ما تقدم من ذنبک و ماتأخر) سے بھی انہوں نے ترجمۂ ہٰذا کی تغلیط کی ہے ملاحظہ ہو (شرح صحیح مسلم جلد ۷ صفحہ ۳۳۳، مغفرتِ ذنب صفحہ ۲۵)۔

الجواب :۔

جو انہیں قطعًا مفید نہ ہمیں کچھ مضر ہے کیونکہ اولاً فی سندہ الحکم بن ابان العدنی لاحظ سنن الدارمی جلد ۱ صفحہ ۳۸ حدیث ۴۶۔ قال ابن عدی فیہ ضعف و قال ابن خزیمۃ فی صحیحہ تکلم اهل المعرفۃ بالحدیث فی الاحتجاج بخبرہ و قال ابن المبارک ارم بھٰؤلاء (الحکم و ایوب بن سوید و حسام بن مصک) و ذکرہ ابن حبان فی الثقات و قال ربما اخطا کما فی تہذیب التہذیب للحافظ۔ و فی تقریب التہذیب لہٗ صدوق عابد لہ اوهام ا۔ھ۔

ثانیاً : اس سے مغفرتِ امّت مراد ہو تو بھی یہ آپ ﷺ ہی کی فضیلت رہے گی کیونکہ اس صورت میں یہ آپ کے منصبِ شفاعت کی مبیّن ہے جو آپ کے اعظم الفضائل میں سے ہے جس کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر سورۂ والضحیٰ کی آیت " ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ " نازل فرمائی کہ اے محبوب بلاشبہ ہم عنقریب آپ کو اتنا دیں گے کہ آپ راضی ہو جائیں گے، تو آپ نے ارشاد فرمایا :۔ " اذن لا ارضیٰ و واحد من امتی فی النار۔ " میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہا تو میں راضی نہیں ہوں گا۔ (لاحظ تفسیر المظهری وغیرہ تحت ہٰذہ الاٰیۃ)۔

غور فرمائیں! اللہ تعالیٰ نے " یعطیک ربک فترضی " فرما کر اپنی عطا وغیرہ کی نسبت سرکار علیہ صلوٰۃ اللہ و سلام الغفار کی طرف فرمائی۔ حضور سیدِ عالم ﷺ نے "واحد من امتی فی النار" فرما کر امت کو بھی اس عطا میں شامل فرما لیا جو اس امر کی روشن دلیل ہے کہ منصبِ شفاعت کے حوالہ سے مغفرتِ امت مراد لینا بھی آپ ہی کی فضیلت اور آپ ہی کی شان کو بیان کرنا ہے، اور وہ قطعاً آپ کی فضیلت ہونے کے منافی نہیں۔ پس حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت بھی انہیں کچھ سود مند نہ ہوئی۔

آٹھواں اعتراض اور اس کا آپریشن:۔

دیگر اقوال:۔

اسی طرح علامہ صاحب اور صاحبزادہ صاحب نے شرح مسلم جلد ۶ صفحہ ۶۸۷، ۶۸۸؛ جلد ۷ صفحہ ۳۳۳ تا ۳۴۱ اور مغفرتِ ذنب صفحہ ۲۴، ۲۵، ۲۷ نیز ابتدائی قلمی تحریر صفحہ ۶، ۷، ۸ اور آخری تحریر صفحہ ۳) میں امامِ مجاہد، شیخ الاسلام عزالدین بن سلام، امام قسطلانی، زرقانی اور ابنِ کثیر وغیرھم کے جو اقوال پیش کئے ہیں جن میں مضمونِ آیت کو آپ علیہ السلام کی خصوصیت اور اعظم الفضائل کہا گیا ہے۔ ہمارے اس بیان سے ان کا جواب بھی ہو گیا کہ امت کی مغفرت کو آپ کی فضیلت و خصوصیت کے منافی سمجھنا ہی سرے سے باطل ہے (کما مرّ تفصیلہ) پھر یہ کہ نسبتِ حقیقیہ والے معنیٰ کو اختیار کرنے والے علما ہیں تو اعلیٰ حضرت والا ترجمہ بھی تو بے اصل نہیں بلکہ علماء و آئمہ کے ایک جمِ غفیر سے بعینہٖ ثابت ہے۔ کما مرّ۔

نواں اعتراض اور اس کا آپریشن:

حدیثِ شفاعت:۔

علّامہ صاحب اور صاحبزادہ صاحب نے ترجمۂ ہٰذا کو حدیثِ شفاعت کے بھی خلاف قرار دیا اور کہا ہے کہ اس میں تصریح ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اہلِ محشر سے فرمائیں گے "ایتوا محمداً" ﷺ قد غفرلہ ما تقدم من ذنبہ و ماتأخّر"۔ پس وہ سب آپ کے حضور حاضر ہو کر عرض کریں گے "غفرلک ما تقدم م ذنبک وما تأخّر" پس ان کے بقول یہ ترجمہ ان احادیث کے بھی خلاف ہوا۔ ملاحظہ ہو (شرح صحیح مسلم جلد ٦ صفحہ ٦٨٦، ٦٨٧ جلد ٧ صفحہ ۳۴۱ نیز مغفرتِ ذنب صفحہ ۲۸۔۳۰۔ قلمی تحریر صاحبزادہ صفحہ ۱۰)

الجواب:۔

یہ اعتراض "نہند برعکس نام زنگی کافور" صاحبزادہ صاحب کے لفظوں میں "خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد" اور "چوری اور سینہ زوری" کا صحیح مصداق ہے اور بڑی حیرت کی بات ہے کہ جو حدیث ترجمۂ اعلیٰ حضرت کی واضح مؤیّد تھی اسے چابکدستی یا کج فہمی کی بناء پر کیسے اس کے خلاف بنا کر پیش کر دیا گیا ہے۔ دوسرے جوابات (جو سطورِ بالا میں گذر چکے ہیں ان) کے علاوہ، ترجمۂ اعلیٰ حضرت، حضور سیّدِ عالم ﷺ کے منصبِ شفاعت کے بیان پر مشتمل ہے جبکہ حدیثِ شفاعت کے منقولہ بالا الفاظ کا مفہوم بھی یہی ہے کہ اہلِ محشر جب دوسرے انبیاء کرام سے ہوتے ہوئے حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں طلبِ شفاعت کے لئے پہنچیں گے تو آپ فیصلۂ خداوندی کا اظہار اور حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی اس خصوصیت کا بأمرِ الٰہی اعلان فرماتے ہوئے ارشاد فرمائیں

گے۔ شفاعتِ کبریٰ کا یہ منصب آپ ہی کو حاصل ہے نجات چاہتے ہو تو انہی کے دروازہ پر دستک دو چنانچہ اہلِ محشر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ راہنمائی پا کر آپ کے حضور حاضر ہو کر عرض کریں گے "غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک و ما تأخر"۔ اللہ نے مغفرتِ کلیہ کا پروانہ آپ ﷺ ہی کو عطا فرما کر منصبِ شفاعتِ کبریٰ پر آپ ہی کو فائز فرمایا ہے اور آج آپ ہی کی لب کشائی سے ہماری یہ مشکل کشائی ممکن ہے لہٰذا آپ ان کی درخواست منظور فرماتے ہوئے مالک الملک جل جلالہ کے حضور سر بسجود ہو کر حریمِ قدس کی پتیوں کو جنبش میں لائیں گے اور سب کی بگڑی بنائیں گے۔

معلوم ہوا کہ ترجمۂ اعلیٰ حضرت حدیثِ شفاعت کا عین ترجمان اور فی الواقع اسم بامسمّٰی کنزالایمان ہے مگر:

ع چشمِ بد اندیش کہ بر کندہ باد
عیب نمایدش ہنر در نظر

دسواں اعتراض اور اس کا آپریشن :۔

روایت "اجتہد فی العبادۃ" :۔

شاید ہی کوئی یہ کہے کہ بعض روایات میں ہے لما انزل علی رسول اللہ ﷺ انا فتحنا لک فتحا مبینا الخ۔ اجتہد فی العبادۃ فقیل یا رسول اللہ ما ھذا الاجتہاد و قد غفر اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر قال افلا اکون عبدا شکورا (وفی روایہ لما نزلت انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر صام وصلی حتی انتفخت قدماہ و تعبد حتی صار کالشن البالی الخ۔ ملاحظہ ہو

در منثور، جلد ٦، صفحہ نمبر ٧٠، بحوالہ ابن المنذر، ابن مردویہ، ابن عساکر، کتاب الاسماء والصفات للبیہقی عن ام المؤمنین عائشہ و سیدنا ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ نیز روح المعانی جلد نمبر ۱۳، صفحہ نمبر ۹۱)۔

نوٹ :۔ یہ اعتراض صاحبان سے منقول نہیں۔ نہ معلوم حرصِ شدید کے باوجود یہ ان سے کیوں مخفی رہ گیا۔ تبرّعاً اسے بھی صاف کیا جا رہا ہے تاکہ کوئی اس کے ذریعہ مغالطہ نہ دے سکے و ھو کما فی الاتی۔

الجواب :۔

اس کی سند پر کلام سے قطع نظر و بر تقدیرِ تسلیم یہ بھی ہمیں قطعاً مضر نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کی بے حد فکر لاحق رہتی تھی پس آپ کو منصبِ شفاعت کی بشارت سناتے ہوئے آپ کی امّت کی مغفرت کا منجانب اللہ وعدہ دیا جانا آپ کے لیئے بہت بڑی مسرّت و خوشی کا سبب تھا اور نعمتِ عظمیٰ۔ جبکہ ہر نعمت کے حصول پر اس کے حسبِ مقام اس کا شکر ادا کرنے کا بھی آپ کو امر تھا۔ (کما قال تعالیٰ واما بنعمۃ ربک فحدث۔ وقال :۔ فصل لربک و انحر) پس اگر آپ نے اس شادمانی کے حصول پر بطورِ تشکّر و امتنان، بکثرت عبادت فرمائی ہو تو کچھ مضائقہ نہیں بلکہ مقتضاءِ حال کے عین مطابق ہے۔

خلاصہ یہ کہ اعتراض کی بنیاد یہ طے کر لینا ہے کہ نسبتِ حقیقیہ والا ترجمہ ہی آپ کی شان ہے لاغیر، نہایت درجہ غلط ہے اور سعدی علیہ الرحمۃ کے

اس قول کا مصداق کہ :

؎ چوں نہد خشتِ اوّل معمار کج
تا ثریّا مے رود دیوار کج

اعلام : و ما قال فی روح المعانی " و قد صح " الخ۔ انہ اوّلاً بمعنیٰ ورد ثم ثانیاً المراد معناہ صحیح و ھو کما قال و توجیہہ علی حسبما مرّ آنفاً۔

گیارھواں اعتراض اور اس کا آپریشن :۔

مغفرتِ کلیّہ کے حوالہ سے عقلی خدشہ :۔

علاّمہ صاحب شرح صحیح مسلم (جلد ۳ صفحہ ۱۰۰) میں رقمطراز ہیں : نیز اس تفسیر پر عقلی خدشات بھی ہیں۔ دنیا میں مغفرت کی بشارت آپ کی خصوصیّت ہے جس کا بیان صرف اسی آیت میں ہے۔ اس تفسیر کی رو سے آپ کی خصوصیّت نہیں رہے گی اگرچہ عصمت کی بناء پر مغفرت دوسری آیات سے ثابت ہے۔ اھ۔ (ملخّصاً)۔

الجواب :۔

جب یہ مسلّم ہے کہ یہ آیت نہ بھی ہوتی تو بھی آپ نبی اور معصوم ہونے کے حوالہ سے مغفور تھے تو یہ عقلی خدشہ عقلِ مخدوش کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے؟ علاوہ ازیں خصوصیّت کی نفی تب لازم آئے گی کہ مغفرتِ امّت اس سے ہٹ کر ہو جو صحیح نہیں کیونکہ خود علاّمہ صاحب نے اپنی اسی کتاب شرح صحیح مسلم میں نہایت درجہ غیر مبہم اور دو ٹوک الفاظ میں اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا شفیع روزِ محشر اور شفاعتِ کبریٰ کے منصبِ جلیل پر فائز ہونا اسی

"مغفرتِ کلیہ" کے حوالہ سے ہے اور نہایت درجہ صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کا "نفسی، نفسی" کہنا محض اس وجہ سے ہو گا کہ انہیں مغفرتِ کلیہ اس اہتمام کے ساتھ حاصل نہیں اور آپ بلا جھجک شفاعت فرمائیں گے کیونکہ آپ کو دنیا ہی میں یہ شان عطا فرما دی گئی تھی۔

علاوہ ازیں "القرآن حجۃ من جمیع الوجوہ"۔ مسلّمہ قاعدہ ہے اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والا ترجمہ بھی سلف سے ثابت اور ماثور ہے (کما مرّ تفصیلہ)۔ پس وہ بھی موجّہ ہوا جس کی تغلیط شرعاً درست نہیں بلکہ جرمِ عظیم ہے (جیسا کہ گذشتہ اوراق میں باحوالہ گذر چکا ہے)۔

پھر یہ کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ بھی اسی مغفرتِ کلیّہ اور نسبتِ حقیقیّہ والے ترجمہ کے قائل ہیں جو خود علاّمہ صاحب کو بھی تسلیم ہے جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ بس خوامخواہ یہ شور مچانے کا کیا فائدہ ہوا۔

بارھواں اعتراض اور اس کا آپریشن :۔

تمام امت کیسے مغفور ہے ؟ کا عقلی خدشہ :۔

علاّمہ صاحب اسی میں اسی صفحہ پر ارقام فرماتے ہیں :۔ " اگر اگلوں پچھلوں اور امّت کی مغفرت کر دی گئی تو کیا ان کی بد اعمالیوں کا محاسبہ اور مؤاخذہ نہیں ہو گا؟ جب کہ بہت سی آیات و احادیث سے سزا ثابت ہے۔ اگر انجامِ کار مغفرت مراد ہے تو یہ کوئی فضیلت نہیں۔ پس ابتداءِ مغفرت ثابت نہیں، اور انجامِ کار فضیلت نہیں کہ جس کا خاتمہ بالخیر ہوا وہ بالآخر ضرور نجات پائے گا۔ اگر امّت کے بعض افراد کی مغفرت مراد ہے تو حق ہے مگر تین مضافات محذوف ماننے پڑیں گے جو دور از کار تاویل ہے جب کہ آیتِ کریمہ کا صحیح محمل موجود ہے۔

تقدیرِ عبارت یوں ہو گی۔ لیغفر لک اللّٰہ بعض عصاۃ امتک بشفاعتک اھ ملخصاً۔ نیز ملاحظہ ہو (جلد نمبر ۷، صفحہ نمبر ۳۳۱)۔

الجواب :۔

یہ اعتراض علّامہ صاحب نے دیابنہ سے سیکھا ہے سب سے پہلے یہ اعتراض انہوں نے کیا تھا۔ ملاحظہ ہو (انوارِ رضا صفحہ نمبر ۱۴۴) اور یہ عقلی خدشہ بھی عقلِ مخدوش کی پیداوار معلوم ہوتا ہے جس کی بنیاد محض ذہن میں یہ طے کر لینے پر ہے کہ اعلیٰ حضرت والا ترجمہ غلط اور بے اصل ہے۔ جو بذاتِ خود غلط اور بے اصل ہے جس کا صحیح اور معیاری شرعی دلیل کے بغیر انکار حرام اور جرمِ عظیم ہے جب کہ اس کے غلط ہونے پر بھی ایسی کوئی شرعی دلیل قائم نہیں پس اس کی ایسی تاویل لازم ہوئی کہ جس سے دونوں معنیٰ اپنی اپنی جگہ پر جڑے موتیوں کی طرح جڑ جائیں اور کسی کا انکار لازم نہ آئے جو ہم گذشتہ صفحات میں کئی مقامات پر پیش کر چکے ہیں فلیلاحظ ھناک۔

مزید عرض ہے کہ اعلیٰ حضرت کے اختیار فرمودہ ترجمہ کی رو سے آیت کا امّت کے حق میں مغفرت کا مطلب ان کے حسبِ مراتب ان کی بخشش مراد ہے چنانچہ بعض افرادِ امّت بلا حساب جنّت میں جائیں گے۔ بعض میزان پر پیشی کے بعد۔ بعض جہنّم پر پیش ہو کر گھبراہٹ پانے کے بعد۔ بعض دخولِ نار اور اپنے اعمال کی سزا کا کچھ حصّہ پانے کے بعد۔ بعض زجر و توبیخ کے بعد آپ علیہ السلام شفاعت کی سے جنّت میں جائیں گے۔ اسی لئے آیتِ کریمہ میں ماضی کا صیغہ نہیں بلکہ اسے بصیغہ مضارع بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ یقیناً ہر ایک کے مرتبہ کے مطابق ان کے حق میں باعثِ فضیلت ہے۔ باعث فضیلت نہیں تو اسے اس اہتمام اور امتنان کے ساتھ کیوں بیان فرمایا گیا ہے۔ پھر اگر ایسے صیغے بول دینے

سے حسبِ مراتب معنیٰ کا مراد لینا صحیح نہیں؟ تو بتایا جائے کہ اللہ تعالیٰ دنیاء و آخرت میں خصوصاً دنیائے انسانیت پر "رحمٰن" و "رحیم" ہے یا نہیں؟ نفی صحیح نہیں۔ اثبات کی صورت میں کیا دنیاء و آخرت میں تمام انسانوں کے ہر فرد کے لیئے رحمت برابر ہے؟ اور کیا دنیا میں کافر و مؤمن پر ایک جیسی رحمت ہے؟ نیز کیا آخرت میں تمام مؤمنین پر برابر کی رحمت ہو گی؟ ایسا ہے تو چاہیئے کہ تمام کے درجات جنّت میں ایک جیسے ہوں؟ نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے " لا تقنطوا من رحمۃ اللّٰہ ان اللہ یغفر الزنوب جمیعًا انه هو الغفور الرحیم " کہ اللہ کی رحمت سے نا امید مت ہو۔ بلاشبہ' اللہ تمام گناہ بخش دے گا یقیناً وہ غفور' رحیم ہے۔ تو کیا اس آیت کے ہوتے ہوئے کوئی بھی فردِ مسلم دوزخ میں نہیں جائے گا؟ اور اگر حسبِ مراتب اور انجامِ کار مغفرت پانے کی کوئی حیثیت اور اہمیّت نہیں تو تمام گناہوں کے بخش دینے کے مژدہ کا کیا فائدہ ہوا؟

باقی اگر آیتِ ہٰذا کا یہ معنیٰ کیا جائے کہ " امّت کی مغفرت کر دی گئی " تو اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس کا حسبِ تفصیلِ بالا فیصلہ فرما دیا گیا ہے۔ پھر اس صورت میں بعض افراد کا جہنّم میں جانا بھی اس کے منافی نہیں کیونکہ یہ اس لیئے نہیں کہ اس وعدہ میں کوئی کمی ہے یا آپ ﷺ کی شفاعت معاذاللہ مقبول نہیں بلکہ محض اس لیئے کہ اس کے حصول کے لئے بطورِ قانون کچھ شرائط بھی رکھ دی گئی ہیں۔ مثلاً یہ کہ جرم از قبیلِ حقوق العباد نہ ہو وغیرہ۔ جیسا کہ متعدّد آیات و احادیثِ صحیحہ کثیرہ میں مذکور ہے (ولا یخفی علیٰ خادمہا)

باقی اعلیٰ حضرت کے طور پر کسی قسم کے کسی مضاف کے محذوف ماننے کی قطعاً کچھ حاجت نہیں اور نہ ہی کچھ تقدیریں نکالنے یا اس قسم کی فضول تقریریں کرنے کی کوئی ضرورت ہے کیونکہ آپ اس مقام پر حذفِ مضاف کے نہیں بلکہ

اسنادِ مجازی اور مجازِ عقلی کے قائل ہیں (جیسا کہ صفحہ نمبر ۱۰۲ پر باحوالہ اور مفصّل طور پر گزر چکا ہے)۔

خلاصہ یہ حسبِ مراتب ، افرادِ امّت کا مغفرت پانا اس کے حق میں باعثِ نسیت اور آپ ﷺ کی شفاعت کا مقبول ہونا آپ کے لیئے بہت بڑا اعزاز ہے اور آیت کا خلاصہ (اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کی تقدیر پر) یہ ہے کہ اے محبوب جسے بخشوں گا تیرے تصدّق سے بخشوں گا۔ اگر ایسا نہ کرتا بلکہ خود گناہ گار مسلمانوں کے حق میں خلودِ نار یا پوری پوری سزا دینے کا فیصلہ فرما دیتا تو اسے کون روکنے والا تھا۔ پس ترجمۂ اعلیٰ حضرت کے حوالہ سے بھی یہ آیت آپ ﷺ کے حق میں کمالِ فضیلت کی دلیل ہے۔ باقی بار بار یہ کہنا کہ امّت کی طرف اسے متوجّہ ماننے کی صورت میں امّت کے بعض افراد کے حق میں یہ فضیلت اور تمام افراد کے حق میں مجموعی حیثیّت سے امّت کی خصوصیّت نہیں رہے گی؟ تو یہ بھی " لیس بشئی " ہے۔ ہمارے نزدیک نسبتِ مجازیہ والا ترجمہ بھی مالِ کار کے طور پر حضورِ اقدس ﷺ ہی کی طرف راجع اور آپ کی فضیلت و خصوصیّت کا ثبوت ہے کیونکہ یہ آپ کے شفیعِ کل ہونے پر منتج ہے جب کہ شفیعِ کل ہونا بھی آپ ہی کی خصوصی فضیلت ہے جسے حدیث شریف میں ان لفظوں میں بیان کیا گیا ہے انا خطیبھم اذا انصتوا وانا مستشفعھم اذا یئسوا " (وغیرھا) اور آپ کی اسی شفاعت کو شفاعتِ کبریٰ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جو ابتداءً بلا امتیاز کافر و مسلمان سب کے لئے ہو گی جس سے علامہ صاحب اور ان کے واحد مقلد صاحبزادہ صاحب کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ رہا یہ کہ بعض افراد محض رحمتِ الٰہی سے بخشے جائیں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی بخشش بھی درحقیقت آپ کی شفاعت سے اور آپ کے طفیل ہو گی کیونکہ آپ دنیا میں ان سب کے لئے استغفار فرما چکے ہیں۔ پس اس واویلے کا بھی انہیں کچھ فائدہ نہ ہوا

اور نہ ہی اس سے ہماری صحت پر کچھ اثر پڑا۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک

؎ نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

تیرھواں اعتراض اور اس کا آپریشن :۔

لام تعلیلیہ :۔

علّامہ صاحب ارشاد فرماتے ہیں :۔ " اس کا ترجمہ غلط ہونے کی سب سے واضح دلیل یہ ہے کہ (الیٰ) غفر کے بعد لام، تعلیل کے لئے نہیں ہوتا " ملاحظہ ہو (شرح صحیح مسلم، جلد نمبر۶، صفحہ نمبر ۶۹۴) نیز اسی کے جلد نمبر۷، صفحہ نمبر ۳۲۹ میں لکھتے ہیں :۔ " اس لام کو تعلیل کے لئے قرار دینا صحیح نہیں " اھ بلفظہٖ۔ اسی طرح اسی کے صفحہ نمبر ۳۲۵ تا ۳۲۷ پر بھی ہے۔

الجواب :۔

بر تقدیرِ تسلیم علّامہ صاحب جس امر کو سب سے واضح اور قوی دلیل فرما رہے ہیں وہ " تارِ عنکبوت " سے بھی زیادہ کمزور ہے جس کی حیثیت پرِ کاہ کے برابر بھی نہیں جس کی بنیاد اس مقام پر امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت (وغیرہ علماءِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ علیہم) کے منشاء و مقصد کو نہ سمجھنا یا عمداً اس سے آنکھیں بند کر لینا ہے۔ اور وہ خصوصاً اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے متعلق یہ طے کر لینا ہے کہ انہوں نے یہاں " غفر " (غ، ف، ر) کے مادّہ کے بعد آنے والی لام کو براہِ راست تعلیل کے لئے قرار دیا۔ پھر سبب والا یہ ترجمہ اسی کو بنیاد بنا کر کیا ہے جو قطعاً درست نہیں۔

بلکہ نسبتِ مجازیّہ والی تفسیر کی رو سے یہ اس کا مفہومی ترجمہ ہے کیونکہ

اس حوالہ سے جب " ذنبک "" ذنب امت " کے مفہوم میں ہوا تو " لک "
میں " لام "" لا محالہ سببیّہ قرار پائی پس جن جن علماء نے اسے لامِ تعلیلیہ یا سببیّہ
کہا ہے اس سے ان کی مراد یہی امر ہے ان کی یہ مراد قطعاً نہیں کہ یہ لام یہاں پر
براہِ راست تعلیل کے لئے ہے کیونکہ وہ بالعموم اور ان میں سے اعلیٰ حضرت علیہ
الرحمۃ بالخصوص لغتِ عربی کو کم از کم علاّمہ صاحب اور صاحبزادہ صاحب سے زیادہ
جانتے تھے۔ لہٰذا اس کے متعلّق اعلیٰ حضرت قدّسَ سرّہٗ کا یہ فرمانا کہ " اسی وجہ پر
کریمۂ سورۂ فتح میں لام " لک "" تعلیل کا ہے " (کما فی الرضویّۃ، جلد
نمبر۹، صفحہ نمبر۷۸، یہ) بھی اسی حقیقت پر مبنی ہے۔ جس پر اس عبارت کے لفظ
" اسی وجہ پر " واضح قرینہ ہیں اور لفظِ " اسی " کے ساتھ اس تفصیل کی طرف
اشارہ ہے جو آپ نے اس سے قبل فرمائی ہے جو تیرہ وجوہ پر مشتمل ہیں۔ ہمارے
اس بیان سے علاّمہ صاحب کے اس اعتراض کا جواب بھی ہو گیا کہ قرآنِ مجید میں
۲۷ مقامات ایسے ہیں کہ جہاں " غفر " لام کے ساتھ ہے مگر کہیں بھی تعلیل
کے لئے نہیں اھ۔ ملاحظہ ہو (شرح صحیح مسلم، جلد نمبر۷، صفحہ نمبر۳۲۷) کیونکہ
بر تقدیرِ تسلیم ترجمۂ ہٰذا کے قائلین کا یہ دعویٰ ہی نہیں کہ یہ لام براہِ راست،
تعلیل کے لئے ہے (کما مرّ)۔

کنزالایمان سے مفہومی ترجمہ کی مثالیں :۔

جب کہ اعلیٰ حضرت نے اپنے ترجمۂ قرآن (کنزالایمان شریف) میں لفظی
ترجمہ کا التزام فرمانے کی بجائے عموماً مفہومی ترجمہ کیا اور " دریا در کوزہ بند " کے
فارمولا پر عمل پیرا ہو کر سینکڑوں تفاسیر کا نچوڑ پیش کر کے ترجمہ کرنے کا حق ادا کر
دیا ہے (فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن ما یجازی بہ عبدًا من عبادہ
المؤمنین المخلصین عن الاسلام وعن جمیع المسلمین) جس کی

بطورِ نمونہ بعض مثالیں حسبِ ذیل ہیں :۔

چنانچہ سورہ فاتحہ کی پہلی آیت (الحمد للّٰہ رب العٰلمین) کا ترجمہ اس طرح کیا ہے :۔ "سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا" ---- نیز سورۃ بقرہ کی دوسری آیت کے الفاظ (ذٰلک الکتٰب لا ریب فیہ) کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے :۔ "وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں"

نیز اسی کی آیت نمبر ۱۷ کے الفاظ "لا یبصرون" کا ترجمہ کیا ہے :۔ "کچھ نہیں سوجھتا" ----

نیز اسی کی آیت نمبر ۲۰ کے آخری جملہ (ان اللّٰہ علٰی کل شئی قدیر) کا ترجمہ لکھا ہے :۔ "بے شک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے" ---- (اس قسم کی دیگر ہزاروں مثالیں تتبع سے جمع کی جا سکتی ہیں)۔

حالانکہ ان امثلہ میں "العٰلمین" "لا ریب فیہ" "لا یبصرون" اور "علٰی کل شئی قدیر" کالفظی ترجمہ "سارے جہان والوں" "کوئی شک کی جگہ نہیں" "کچھ نہیں سوجھتا" اور "سب کچھ کر سکتا ہے"۔ ہرگز نہیں ہوتا۔ تو کیا علامہ صاحب اینڈ کمپنی یہاں بھی وہی رٹ لگانا شروع فرما دیں گے کہ ان آیات میں کوئی ایسا لفظ نہیں جن کا یہ ترجمہ ہو۔ خدا قلبِ سلیم، عقلِ فہیم اور منصف مزاجی اور ہدایت نصیب فرمائے۔ اٰمین بجاہ حبیبہ الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

"لام" سببیہ ہونے کا اسلاف سے ثبوت :۔

پھر حسبِ تفصیلِ بالا یہاں "لام" کو سببیہ ماننے میں اعلٰی حضرت علیہ الرحمۃ متفرد بھی نہیں بلکہ یہ بھی علماء و ائمہ تفسیر سے بعینہٖ ثابت ہے۔

تائید نمبرا از امام رازی :۔

چنانچہ امامِ اہلِ سنّت علاّمہ فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیرِ کبیر (جزء نمبر ۲۸ صفحہ نمبر ۸۲ طبع قم) میں اس آیتِ (فتح) کی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں :۔ قولہ تعالیٰ لیغفرلک اللّٰہ ما تقدم من ذنبک علی قولنا المراد ذنب المؤمنین کانہ تعالیٰ قال لیغفرلک ذنب المؤمنین۔ الخ یعنی ارشاد باری " لیغفرلک اللّٰہ ما تقدم من ذنبک " الخ میں " ذنب " سے مراد مؤمنین کے ذنب مراد ہونے کی تفسیر کی رو سے (جیسا کہ ہم نے بیان کی ہے) اس کا معنٰی یہ ہو گا کہ تاکہ اللہ آپ کے سبب سے مؤمنین کے گناہ معاف فرمائے اھ۔

تائید نمبر ۲ از علاّمہ علی القاری :۔

علاوہ ازیں علاّمہ علی القاری حنفی محدّثِ مکّی علیہ الرحمۃ شرح شفاء (جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۱۷۵، برحاشِ خفاجی تحتِ قولِ خراسانی منقول در شفاء) میں رقمطراز ہیں :۔ ان الاضافۃ لادنی الملابسۃ " ولک " معناہ لاجلک یعنی اس تفسیر کی رو سے " ذنبک " کے الفاظ میں " ک " ضمیرِ خطاب کی طرف لفظ " ذنب " کی نسبتِ مجازی اور " لک " کا معنٰی ہے " لاجلک " یعنی لام تعلیلیہ و سببیہ ہے جس کا معنٰی " آپ کے سبب سے " اھ۔

تائید نمبر ۳ از امام شہاب الدّین خفاجی :۔

نیز علاّمہ امام شہاب الدین خفاجی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نسیم الریاض (جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۱۷۵، طبع مصر و پاک) میں ارقام فرماتے ہیں :۔ فاضافہ الذنب لہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم لادنی الملابسۃ (الیٰ) فاللام

للتعلیل ای غفر لاجلک۔ الخ یعنی سورۂ فتح کی اس آیت کے الفاظ "لیغفرلک اللّٰہ ماتقدم من ذنبک وما تأخر) میں آپ ﷺ کی طرف " ذنب " کی نسبت (اس تفصیل کی رو سے) مجازی ہے۔ اس تقدیر پر "لک " میں لام تعلیلیہ ہے معنٰی یہ ہو گا کہ اللہ نے آپ کے سبب سے بخشا الخ۔ (پھر اس سے تھوڑا سا آگے، بعض ائمہ سے یہ تفسیر نقل فرمانے کے بعد، لکھا ہے) " وهو مما لا یقال بالرائ وقد نقله مثل هٰؤلاء وان کان خلاف الظاهر " یعنی یہ ایسا معنی ہے جو رائے سے بیان نہیں کیا جا سکتا جب کہ وہ ان جیسے ائمۂ ہدٰی سے منقول ہے اگرچہ ظاہر اس کا ابا کرتا ہے (تاہم اسے تسلیم کرنے سے کوئی چارہ نہیں) اھ۔ جو اپنے اس مفہوم میں نہایت درجہ واضح ہے کہ " لام " تعلیلیہ اور سببیہ والا معنٰی آیتِ ہٰذا کا لفظی نہیں بلکہ اس کا مفہومی ترجمہ ہے۔

" لک " میں اسنادِ مجازی کا قول نہ کرنے کی وجہ :۔

اس تفسیر کی رو سے اگرچہ بعض علماء نے اس آیت کے الفاظ " لک " اور " ذنبک " میں دونوں جگہ پر نسبت کے مجازیہ ہونے کا قول کیا ہے جن میں سے ایک علّامہ علی القاری ہیں حیث قال : (وقیل المراد بذٰلک) ای بخطابه " لک " ومن " ذنبک " (امته علیه الصلوٰة والسلام) الخ ملاحظہ ہو (شرح الشفاء جلد ۲، صفحہ نمبر ۱۷۵، برهامش، نسیم الریاض)۔ تاہم بعض دیگر علماءِ محتاطین و محقّقین بالخصوص سراپا علم و تحقیق اعلیٰ حضرت نے اس مقام پر نسبتِ مجازیہ کا تعلّق صرف " ذنبک " کے الفاظ سے مانا اور " لک " کو " لاجلک " کی قوّت میں تسلیم کیا ہے جس کی ایک قوی وجہ یہ ہے کہ اگر اس آیت میں دونوں مقامات پر نسبتِ مجازیہ کا قول کیا جائے تو آیت کا یہ حصّہ سیاق و

سباق سے بالکلیہ کٹ کر یکسر بے گانہ اور آپ ﷺ سے بالکل بے تعلق ہو جائے گا جو درست نہیں کیونکہ اس صورت میں ترجمہ یہ بنے گا کہ "اے محبوب ہم نے آپ کو فتحِ مبین عطا فرمائی تاکہ اللہ، اے میرے نبی کے امتی! تجھے تیرے اگلے پچھلے گناہ معاف فرمائے اور اے محبوب وہ آپ پر اپنی نعمت تمام کرے" الخ ---- جب کہ علی الصحیح اس کی دونوں تفسیروں (ذنب کی نسبتِ حقیقیہ و مجازیہ حسبِ تفصیلِ مذکور فی الماضی) کی رو سے اصلاً یا مآلاً مخاطب آپ ﷺ ہی ہیں اور دونوں ترجمے آپ کی خصوصیت و فضیلت کے بیان کنندہ ہیں پس اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ظاہر و باطن دونوں کا حسین امتزاج ہے۔ لہٰذا اس سے بے ربطی وغیرہ والے علامہ صاحب اور صاحبزادہ صاحب کے اعتراضات ایک بار پھر کٹ گئے۔ وھوالمقصود۔

علامہ صاحب سے اس کی تائید:۔

علامہ صاحب اپنی اس کتاب شرح صحیح مسلم، جلد نمبر ۷، صفحہ نمبر ۳۲۹) میں فرماتے ہیں:۔ یہ وہم نہ کیا جائے کہ بعض علماء نے جو اس کو تعلیل کے لئے کہا ہے انہوں نے اپنے قیاس اور اجتہاد سے اس کو تعلیل کے لئے کہا ہے کیونکہ لغت میں قیاس نہیں ہوتا اس لئے یہ ترجمہ صحیح نہیں اھ۔

جو دبی زبان میں ان کا اعتراف ہے کہ " لک " میں لام تعلیلیہ کا قول کرنے میں اعلیٰ حضرت متفرد نہیں بلکہ یہ توجیہ دیگر علماء سے بھی ثابت ہے۔ باقی ان کا اس کی تغلیط فرمانا جس غلط بنیاد پر استوار ہے ہم تفصیل سے اس کا مسکت جواب ابھی پیش کر چکے ہیں جس کے اعادہ کی حاجت نہیں اور ان کا یہ کہنا کہ اعلیٰ حضرت اور ان علماء نے لام کو براہِ راست تعلیلیہ کہا ہے
صحیح نہیں کیونکہ انہوں نے ہرگز ایسا نہیں کیا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں

سطورِ بالا۔

علامہ صاحب سے ایک اور تائید :۔

علاّمہ صاحب ترجمۂ ہٰذا کی تردید فرماتے فرماتے تھک ہار کر ارشاد فرماتے ہیں :۔ تقدیرِ عبارت یوں ہو گی۔ لیغفرلک اللہ بعض عصاۃ امتک بشفاعتک " اھ ملاحظہ ہو (شرح صحیح مسلم، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۱۰۰)۔

ان کی ظاہر فرمودہ اس " تقدیر " کی رو سے ان کے تحریر کردہ اس جملہ میں " لک " کی لام، تعلیلیہّ ہی بنتی ہے۔ اگر اسے لام تعدیہّ بنایا جائے جیسا کہ ان کا عندیہّ ہے تو معنٰی یہ ہو گا " تاکہ آپ کو بخشے آپ کی امّت کے بعض گناہ گاروں کو آپ کی شفاعت سے "۔ علاّمہ صاحب اور ان کے مقلّد صاحب جناب صاحبزادۂ والا مرتبت اپنے اپنے دِل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ ان کے اپنے اس جملہ میں لام تعلیلیہّ جچتی ہے یا لام تعدیہّ ؟

بہر حال یہ خدا کا کرنا ہے کہ حق، زبان اور نوکِ قلم پر آ ہی گیا اور قلمِ رضا نے اپنا لوہا منوا ہی لیا۔

ع جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

اسی کو کہتے ہیں :۔

ع اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

یا

ع الجھا جو پاؤں یار کا زلفِ دراز میں

اور

؎ آپ اپنے دام میں صیّاد آگیا

صاحبزادہ صاحب سے اس کی تائید:۔

صاحبزادہ صاحب اپنی "مغفرتِ ذنب" (صفحہ نمبر۹) میں فرماتے ہیں:۔ کئی سو سال پہلے امام رازی اور علاّمہ جلال الدین سیوطی جیسے اکابر علماء اور فقہاء بڑے وزنی دلائل کے ساتھ اس کا ردّ فرما چکے ہیں" اھ۔

کیا یہ اس امر کا کھلا اعتراف نہیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والا یہ ترجمہ آپ کا تفرّد نہیں بلکہ صدیوں پہلے کے علماء سے ثابت ہے۔ اگر وہ تھا ہی نہیں اور معمولی سا تھا تو اس کا ردّ پھر وزنی دلائل کے ساتھ کیونکر کیا گیا(باقی امام رازی اور علاّمہ سیوطی کے جن اقوال کے ذریعہ حضرت صاحب شعبۂ اعتراضات کو سنبھالے بیٹھے ہیں ان کی توجیہ و توضیح اور مسکت جواب آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں ولنعم ماقیل۔

؎ والفضل ما شہدت بہ الاعداءٗ

یعنی

؎ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

(امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت: زندہ باد)

اس عنوان کی کچھ وضاحت صفحہ نمبر۱۰۲ پر بھی گزر چکی ہے۔

چودھواں اعتراض اور اس کا آپریشن :۔

صلہ "غفر" کے حوالہ سے :۔

علامہ صاحب بعض لغات کا حوالہ دے کر ارقام فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں ۲۷ مقامات پر غفر' لام کے ساتھ ہے مگر کہیں بھی تعلیل کے لئے نہیں (اس کے بعد اس کی بعض امثلہ پیش کی ہیں) ملاحظہ ہو :۔ (شرح صحیح مسلم' جلد نمبر ۳۲۵ تا ۳۲۷)۔

الجواب :۔

اقول :۔

بر تقدیرِ تسلیم ۲۷ کیا ایسے بہتر سو مقامات ہوں تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے غ' ف' ر کے مادہ کے ساتھ براہِ راست لام کے تعلیلیہ ہونے کا قطعاً قول نہیں کیا جب کہ بنیادِ اعتراض بھی یہی امر ہے بلکہ آپ نے اس کا مفہومی ترجمہ بیان فرمایا ہے جو علم و تحقیق کے عین مطابق اور اسلاف سے بعینہٖ ثابت ہے (کما مرّ تفصیلہ' اٰنفًا) پس علامہ صاحب کا یہ اعتراض ایجاو بندہ اور خود ساختہ ہے جو وہابیہ کی طرز پر ہے کہ وہ قائل کی مرضی کے بغیر خود ہی ایک توجیہ بنا کر پیش کرتے پھر اس کے خلاف دلائل پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں جو نہایت ہی افسوس ناک امر ہے۔

پندرھواں اعتراض اور اس کا آپریشن :۔

کنزالایمان سے معارضہ بالقلب کرتے ہوئے :۔

علاّمہ صاحب نے قرآن مجید سے بعض ایسی آیات کا حوالہ دے کر کہ جن میں انبیاء علیہم السلام سے مغفرت کی نسبت کی گئی ہے، کنزالایمان سے ان کا ترجمہ نقل کر کے (گویا بزعمِ خویش میدان جیت کر) لکھا ہے کہ :۔ ان آیات کے ترجمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم، حضرت نوح (الیٰ) کے ساتھ مغفرت کو متعلّق کیا ہے اور اعلیٰ حضرت نے اپنے ترجمہ کو برقرار رکھا ہے اور اس مغفرت کا تعلّق ان کی امّتوں کے ساتھ نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مغفرت کا تعلّق کرنا ان کی عصمت اور ادب کے منافی نہیں اھ ملخّصاً۔ ملاحظہ ہو (شرح مسلم، جلد نمبر ۷، صفحہ نمبر ۳۲۹)۔

الجواب :۔

اوّل : اس واویلے کا بھی علاّمہ صاحب کو کچھ فائدہ اور ہمیں کوئی نقصان نہیں کیونکہ اعلیٰحضرت نے انبیاء کرام علیہم السلام کے حسبِ مقام، مغفرت کو ان سے منسوب کرنے کو قطعاً کہیں بھی ان کی عصمت و ادب کے منافی، نہیں کہا بلکہ آپ نے نہ صرف اس کے جواز کی تصریح کی ہے، اسے خصوصاً حضور سیّدِ عالم ﷺ کے حق میں آیتِ فتح کے حوالہ سے آپ کی عظمت و فضیلت شمار کیا ہے جیسا کہ ان کے کئی رسائل جزاء اللہ عدوّہ وغیرہ کے حوالہ سے صفحہ نمبر ۱۰۲ پر مفصّل طور پر گزر چکا ہے (فلیلاحظ)

باقی رہا یہ کہ آپ نے ان آیات کے ترجمہ میں "مغفرت کا تعلّق ان کی امّتوں کے ساتھ نہیں کیا"؟ تو اس کی وجہ بھی وہ نہیں جسے علاّمہ صاحب نے

بیان کر کے یہ تأثر دینے کی سعیٔ مذموم فرمائی ہے کہ آپ' ان کے ساتھ مغفرت کے تعلّق کو ان کی عصمت و ادب کے منافی سمجھتے ہیں بلکہ آپ کے ان کے حق میں نسبتِ حقیقیہ والا ترجمہ کے اختیار کرنے کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ ان آیات میں نسبتِ مجازیّہ والا ترجمہ سلف سے ثابت نہیں۔ پس اگر آپ اسے اختیار فرماتے تو یہ تفسیر بالرأی ہو جاتی جو جرمِ عظیم ہے اور آیتِ سورۂ فتح کے بارے میں چونکہ نسبتِ مجازیّہ والا ترجمہ بھی مأثور اور اسلاف سے ثابت ہے اور اس میں شرعی گنجائش تھی' اس لئے آپ نے بعض صحیح وجوہ کی بناء پر اسے اختیار فرما لیا (جن کی تفصیل صفحہ پر گزر چکی ہے)۔ پس یہ حوالے بھی علّامہ صاحب کو کسی طرح مفید نہ ہوئے۔

سولھواں اعتراض اور اس کا آپریشن

نیز کنزالایمان کے حوالہ سے :۔

علّامہ صاحب نے آیتِ شعراء " والذی اطمع ان یغفرلی خطیتی یوم الدین " کا ترجمہ کنزالایمان سے نقل کر کے لکھا ہے کہ اس میں " میری خطائیں " کے لفظوں سے ترجمہ کر کے حضرت خلیل علیہ السلام سے اسے نسبت دی گئی ہے جب کہ وہ بھی نبی معصوم ہیں پس اگر اس [illegible] سے مغفرت کی نسبت منافیٔ عصمت نہیں تو آیتِ فتح میں بھی اس کے منافی نہیں (ملخصاً) ملاحظہ ہو : (جلد نمبر ۷' صفحہ نمبر ۳۴۳)

الجواب :۔

اس مقام پر بھی نسبتِ حقیقیّہ والے ترجمہ کو لانے کی وجہ وہی ہے کہ

یہاں بھی سلف سے نسبتِ مجازیہ والا ترجمہ ثابت اور منقول نہیں۔ پس نقل کے بغیر اسے اختیار کرنا تفسیر بالرأی قرار پاتا ہے جو حرام ہے جس سے بچنا لازم ہے۔ باقی اس میں " میری خطائیں " کے لفظوں میں " خطائیں " سے مراد بمعنیٰ معروف گناہ نہیں بلکہ وہی خلافِ اولیٰ اور ان کے شایانِ شان خطائیں مراد ہیں جو " حسنات الابرار سیأت المقربین " کے قبیل سے ہیں اور ذنب و خطاء وغیرہما کو شانِ نبوّت کے مطابق معنیٰ میں لیتے ہوئے انبیاء کرام علیہم السلام سے ان کی نسبت کے جواز کے اعلیٰ حضرت قائل ہیں (جیساکہ بالتفصیل گزر چکا ہے)

علاوہ ازیں سورتِ شعراء کی اس آیت کے تحت اعلیٰ حضرت نے حق یہ ہے کہ " خطیئۃ " کا ترجمہ لانے کی بجائے بعینہٖ وہی لفظ رکھ دیئے ہیں جو حضرتِ خلیل علیہ السلام نے بولے تھے ورنہ اگر اس کا ترجمہ لایا ہوتا تو غلطی یا غلطیوں کے الفاظ لکھے ہوتے۔ ہمارے اس بیان سے صاحبزادہ کے اس اعتراض کا جواب بھی ہو گیا جو انہوں نے مغفرتِ ذنب صفحہ نمبر۵۰، ۵۱، ۵۵ میں کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے سورۃ " طٰہٰ " کی آیت نمبر۱۲۱ (وعصیٰ آدم ربہ الآیۃ) " کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ آدم نے اپنے رب کی معصیت کی (کما فی الرضویۃ جلد نمبر۹، صفحہ نمبر۷۷) کیونکہ اس کا بھی آپ نے لفظی ترجمہ کرنے کی بجائے " عصیٰ" کا ماخذ ذکر کر دیا ہے۔

رہا یہ کہ آیت میں " خطیئۃ " بصیغۂ واحد ہے جب کہ آپ نے اس کا ترجمہ بصیغۂ جمع لکھا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اوّلاً لفظ " خطیئۃ " کا واحد اور جمع دونوں پر اطلاق درست ہے (کما لا یخفی علیٰ خادم للغۃ) " ثانیاً اس کا ترجمہ لفظِ " خطا " (بصیغۂ واحد) کرنے کا شبہ پڑتا تھا کہ ان سے معاذاللہ واقعی کوئی اہم غلطی واقع ہوئی تھی جس پر وہ امیدِ مغفرت ظاہر فرما رہے ہیں جب کہ جمع کے صیغہ سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ یہ لفظ محض تواضعاً ارشاد

فرما رہے ہیں کہ میری نیکیاں ہی کب ہیں ؟ اس لئے صیغۂ واحد سے عدول کر کے جمع کے صیغہ کو اختیار فرمایا۔ حضور غزالیٔ زماں علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی ایسے ہی لکھا ہے۔ (لاحظ ترجمۃ "البیان")

سترھواں اعتراض اور اس کا آپریشن :۔

اعلیٰ حضرت کی ایک عبارت کے حوالہ سے :۔

علّامہ صاحب نے اعلیٰ حضرت کے ایک رسالہ شمول الاسلام صفحہ نمبر ۷، کی یہ عبارت لکھ کر کہ "نصوص کو حتی الامکان ظاہر پر محمول کرنا واجب اور بے ضرورت تاویل ناجائز" لکھا ہے کہ "ہمارے نزدیک اللہ کی بیان کردہ اضافات کے خلاف اس آیت میں اگلوں اور پچھلوں کے گناہ مراد لینا صحیح نہیں ہے" اھ بلفظہ۔ ملاحظہ ہو (شرح صحیح مسلم، جلد نمبر ۷، صفحہ نمبر ۳۲۵)

نوٹ :۔ اعلیٰ حضرت کی منقولہ بالا عبارت کی مانند آپ کی ایک اور کتاب فتاویٰ رضویہ، جلد نمبر ۴، صفحہ ۲۵۵ طبع کراچی میں بھی ہے۔

الجواب :۔

اعلیٰ حضرت والا ترجمہ ثابت و ماثور ہے پس آپ کے اس ترجمہ و عبارت میں کسی قسم کا کوئی تضاد نہیں آپ کے نورِ فراست کی داد دینی پڑتی ہے کہ آپ نے یہ لکھتے وقت پہلے ہی سے بھانپ لیا تھا کہ مستقبل میں کچھ بناسپتی مجتہد پیدا ہوں گے جو "اعجاب کل معجب برأیہ" کے مرتکب ہو کر اپنے اسلاف کی بے جا تغلیط کریں گے پس آپ نے اپنی اس عبارت میں "حتی الامکان" اور "بے ضرورت" کے لفظ لکھ کر علّامہ صاحب اینڈ کمپنی کے اس اعتراض کا پیشگی

قلع، قمع فرما دیا ہے۔

باقی اس ترجمہ کے ثابت ہونے کے باوجود آپ اسے تسلیم نہیں کریں گے تو اس سے انشاء اللہ اعلیٰ حضرت کا کچھ بگڑا تھا نہ بگڑ سکتا ہے۔ علامہ صاحب کا ترجمۂ ہذا کو "اللہ کی بیان کردہ اضافت کے خلاف" کہہ کر اس پر جو چوٹ کی اور دبے لفظوں میں اسے تحریف کہہ گئے ہیں، نہایت درجہ افسوس ناک ہے جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ یہ لفظ بول کر انہوں نے "سعیدی" ہونے کی بجائے اپنے "سعودی منش" ہونے کا مظاہرہ کیا ہے۔

ع ہو نام کے سعیدی کو مبارک یہ عروسی

اٹھارواں اعتراض اور اس کا آپریشن :۔

حضرت صدر الافاضل کی ایک عبارت کے حوالہ سے :۔

صاحبان نے پارہ نمبر ۲۶ کی سورۂ احقاف کی آیت نمبر ۹، کے تحت فرمائی گئی صدر الافاضل حضرت علامہ سیّد محمدؐ نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر (خزائن العرفان کا) ایک اقتباس نقل کر کے لکھا ہے کہ :۔ واضح طور پر یہ ثابت ہو گیا کہ (الیٰ) صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی (الیٰ) کے نزدیک بھی "لیغفرلک" والی آیت میں "ذنبک" سے حضور کے ذنب (ترکِ اولیٰ) کی مغفرت مراد ہے امّت کی مغفرت نہیں اھ (واللفظ لصاحبزادہ) ملاحظہ ہو :۔ (شرح صحیح مسلم جلد نمبر ۷، صفحہ نمبر ۳۴۴، ۳۴۵۔ مغفرت ذنب صفحہ نمبر ۳۱۔ ۵۶)۔

الجواب :۔

یہ بھی انہیں کچھ مفید نہیں اور نہ ہی ہمیں کچھ مضر ہے کیونکہ انہوں نے

نمبر۱:۔ ایک ہی تفسیر کا حصر فرماتے ہوئے کنزالایمان کی (ان کی طرح) تغلیط قطعاً نہیں فرمائی (فبینہما بون بعید)۔ "باقی

نمبر۲:۔ اس کے نسخ کے حوالہ سے انہوں نے یہ بحث محض جمع اقوال کے طور پر درج فرمائی ہے جب کہ ان کا اپنا مختار یہ ہے کہ اس مقام پر نسخ کی طویل بحث میں پڑنے کی بجائے " ما ادری " کے معنیٰ کو ملحوظ رکھ کر اسے نمٹانا بہتر ہے جس کی ایک دلیل ان کی اس عبارت کا آخری حصّہ بھی ہے جسے یہ حضرات ولایتی کھانڈ سمجھ کر پھانک گئے ہیں۔ چنانچہ آپ کے لفظ ہیں کہ:۔ " اور اگر " درایت " کے معنیٰ " ادراک بالقیاس " یعنی عقل سے جاننے کے معنیٰ میں لیا جائے تو مضمون اور بھی صاف ہے اور آیت کا اس کے بعد والا جملہ اس کا مؤیّد ہے۔ علاّمہ نیشاپوری نے اس آیت کے تحت میں فرمایا ہے کہ اس میں نفی اپنی ذات سے جاننے کی ہے' " من جہۃ الوحی " جاننے کی نفی نہیں "اھ

ملاحظہ ہو (خزائن العرفان صفحہ نمبر۹۰۴' ۹۰۵ تحت پارہ نمبر۲۶ سورۂ احقاف آیتِ مذکور طبع ضیاء القرآن لاہور)

نیز آپ کی تصنیفِ لطیف " الکلمۃ العلیا " صفحہ نمبر۱۲۶' ۱۲۷' طبع سیالکوٹ میں ہے:۔ آیت و حدیث دونوں میں " ادری " ہے جو درایت سے مشتق ہے اور " درایت " اٹکل اور قیاس سے کسی بات کے جان لینے کو کہتے ہیں (الی) تو صاف یہ معنیٰ ہوئے کہ میں اپنی عقل سے نہیں جانتا اور بتعلیمِ الٰہی جاننے کا انکار کسی لفظ سے آیت و حدیث کے نہیں نکلتا مگر تعجّب ہے کہ معترضین نے شبہ کیا اور یہ نتیجہ نکالا کہ حضرت کو نہیں معلوم تھا کہ اللہ جلّ شانہٗ حضرت کے ساتھ کیا کرے گا۔ اھ۔

علاوہ ازیں۔

نمبر ۳:۔ حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ اس امر کے قائل ہیں کہ آپ ﷺ کو آیتِ فتح کے نازل ہونے سے بھی پہلے اپنا اور اپنے متبعین کے اخروی انجام نیز کفّار و مشرکین کا آخرت میں خائب و خاسر اور واصلِ جہنّم ہونا دوسری قرآنی آیات کے حوالہ سے معلوم تھا چنانچہ اسی " الکلمۃ العلیا " میں (صفحہ نمبر ۱۲۷ پر) منقولہ بالا عبارت کے بعد آپ نے لکھا ہے:۔

" اس سادہ لوح نے اتنا نہ سمجھ لیا کہ اللہ جلّ شانہ خود فرماتا ہے "وللاٰخرۃ خیر لک من الاولیٰ ○ ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ ○ "۔ جب حضرت محمدِ مصطفیٰ ﷺ کو آخرت کی بہتری اور اللہ جلّ جلالہٗ کی رضا جوئی دنیا میں ہی معلوم ہونا آیتِ قرآنی سے ثابت اور حضرت ﷺ کا اس پر یقین فرما کر یہ فرمانا (لما نزلت ھٰذہ الاٰیۃ قال اذا لا ارضی وواحد من امتی فی النار از تفسیرِ کبیر، جلد نمبر ۶، صفحہ نمبر ۵۶۷) کہ میری امّت کا ایک شخص بھی دوزخ میں ہو گا تو میں راضی نہ ہوں گا، صاف بتا رہا ہے کہ حضرت ﷺ کو خوب معلوم تھا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا الغرض معترض کا شبہ یا تعصّب کی بناء پر ہے یا جہالت سے " اھ۔

نوٹ:۔ صفحہ نمبر پر تفصیل بالتفصیل گزر چکا ہے کہ سورۃ والضحی کی " وللاٰخرۃ خیر لک " الخ والی یہ آیتیں مکّی اور سورۂ فتح بلکہ سورۂ احقاف سے بھی کافی پہلے کی ہیں۔ الغرض حضرت صدر الافاضل کے لفظوں میں ان حضرات کا یہ شبہ تعصّب کی بناء پر ہے یا جہالت سے ۔

جواب نمبر ۴:۔

نمبر ۴:۔ علاوہ ازیں حضرت صدر الافاضل نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ

والے ترجمہ کو بھی درست قرار دیا ہے چنانچہ وہ آیتِ فتح کے تحت آپ کے
ترجمہ کے الفاظ " تمہارے اگلوں کے اور پچھلوں کے " تحت حاشیہ نمبر ۳ میں
تفسیرِ خازن اور تفسیر روح البیان سے مؤیّد فرماتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں :۔

" اور تمہاری بدولت اُمّت کی مغفرت فرمائے " اھ بلفظہٖ۔ ملاحظہ ہو
(خزائن العرفان، صفحہ نمبر ۹۲۰، طبع لاہور) نیز پارہ ۲۴، سورۃ " مومن " آیت
نمبر ۵۵، حاشیہ نمبر ۱۱۶، نیز پارہ نمبر ۲۶، سورۃ " محمد "
(صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آیت نمبر ۱۹، حاشیہ نمبر ۵۰۔

جواب نمبر ۵ :۔

نمبر ۵ :۔ اس سب سے بھی قطع نظر کر لی جائے تو اعلیٰ حضرت خود بھی
نسبتِ حقیقیّہ والے ترجمہ کے (حسبِ شانِ نبوّت) قائل ہیں جو آپ کی کئی
تصانیف میں مذکور اور جس کا خود علاّمہ صاحب اور صاجزادہ صاحب کو اعتراف ہے
جب کہ ترجمۂ قرآن میں کسی آیت کے تحت کئی اقوال نہیں لائے جا سکتے بلکہ
ایک ہی کو ذکر کیا جاتا ہے جسے مناسب تصوّر کیا جائے ورنہ وہ ترجمہ نہیں بلکہ
تفسیر کہلائے گا (کما مرّ تفصیلہ مراراً)

پس اس پر اتنا شور مچانے اور اس قدر ورق سیاہی کرنے کا بھی انہیں کچھ
فائدہ نہ ہوا

انیسواں اعتراض اور اس کا آپریشن

حضرت مفتی احمد یار خان صاحب کے حوالہ سے :۔

ان حضرات نے بعینہٖ متذکرہ بالا اعتراض، حضرت صدر الافاضل کے تلمیذِ
ارشد حضرت مفتی احمد یار خان (علیہما الرحمۃ والرضوان) کی کتاب جاء الحق کے

حوالہ سے بھی کیا ہے۔ ملاحظہ ہو :۔ شرح صحیح مسلم، جلد نمبر ۷، صفحہ نمبر ۵۴۷۔
نیز مغفرتِ ذنب صفحہ نمبر ۳۲، ۵۶)

جواب :۔

یہ بھی انہیں کسی طرح مفید اور ہمیں قطعاً مضر نہیں کیونکہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نہ تو (معترض صاحبان جس تفسیر پر زور دے رہے ہیں) اس کا حصر فرمایا ہے اور نہ ہی کنزالایمان کی تغلیط فرمائی ہے بلکہ آپ بھی اپنے شیخِ کریم (حضرت صدرالافاضل) کی طرح اس کے پر زور حامی اور بہت مؤیّد ہیں۔ چنانچہ اسی جاء الحق میں (صفحہ نمبر ۱۰۲ پر) علّامہ صاحب اور صاحبزادہ صاحب کی نقل کردہ عبارت سے کچھ پہلے لکھا ہے (جسے صد افسوس کہ ان حضرت صاحبان نے کمالِ ہوشیاری اور کمالِ دیانتداری سے کام لیتے ہوئے اور محض "میٹھا ہپ اور کڑوا تھو" کے فارمولے پر عمل پیرا ہو کر صاف اڑا دیا ہے اور تاریخی دیانتداروں کی لسٹ میں اپنے نام درج کرائے ہیں) اوّلاً: یہ کہ اس آیت میں درایت کی نفی ہے نہ کہ علم کی، درایت، اٹکل اور قیاس سے جاننے کو کہتے ہیں، یعنی میں بغیر وحی اپنے قیاس سے یہ امور نہیں جانتا، وحی سے جانتا ہوں اھ۔ ملاحظہ ہو (جاء الحق صفحہ نمبر ۱۰۲، طبع گجرات) کہ :۔

نیز اسی میں صفحہ ۴۴۱، ۴۴۲ پر رقمطراز ہیں :۔

تیسرے یہ کہ " ذنبک " میں مضاف پوشیدہ ہے یعنی آپ کی امّت کے گناہ۔ جیسا کہ " لک " فرمانے سے معلوم ہوا یعنی تمہاری وجہ سے تمہاری امّت کے گناہ معاف کرے۔ اگر آپ کے گناہ مراد ہوتے تو " لک " سے کیا فائدہ ہوتا (روح البیان و خازن)۔ اس آیت کی تفسیر دوسری آیت سے ہے " ولو انہم اذ ظلموا " الاٰیۃ کبھی گناہ کی نسبت گنہگار کی طرف ہوتی ہے اور کبھی بخشش

کے ذمہ دار کی طرف۔ جیسے مقدّمہ کبھی مجرم کی طرف سے منسوب ہوتا ہے اور کبھی وکیل کی طرف۔ کہ وکیل کہتا ہے کہ یہ میرا مقدّمہ ہے جس کا میں ذمہّ دار ہوں۔ یہاں نسبت دوسری طرح کی ہے یعنی آپ کے ذمہ والے گناہ جن کی شفاعت کے آپ ذمہ دار ہیں اھ بلفظہٖ۔

علاوہ ازیں نور العرفان حاشیہ کنزالایمان میں (پ ۲۶) کی سورۂ احقاف کی آیت نمبر۹' کے تحت حاشیہ نمبر۱۱' ۱۲ میں) لکھا ہے :۔ " خیال رہے کہ ہر علم کو "درایت" نہیں کہا جاتا۔ درایت وہ علم ہے جو اٹکل' قیاس' گمان وغیرہ سے حاصل ہو اس لئے رب تعالیٰ کے علم کو درایت نہیں کہا جاتا۔ حضور کی وحی بھی درایت سے وراء ہے۔ اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ آئندہ کی جو باتیں مجھے معلوم ہیں وہ وحی سے معلوم ہیں۔ نہ کہ درایت اور قیاس سے۔ کیونکہ درایت کا علم ظنّی ہوتا ہے یقینی نہیں ہوتا۔ عقلِ انسان غیب سے عاجز ہے " الخ

نیز اسی میں سورۂ فتح کی آیت نمبر۲' کے تحت حاشیہ نمبر۵' ۶' میں ارقام فرمایا ہے :۔ یعنی فتحِ مکّہ کے سبب سارے مکّہ والے اسلام قبول کر کے تمہارے امتی بن جاویں اور اسلام کی برکت سے تمہارے توسّل سے ان کے گناہ معاف ہوں۔ لہٰذا صلح ان کے اسلام کا ذریعہ ہے اور اسلام مغفرت کا ذریعہ ۔ سورۃ محمد میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ یہاں حضور کے گناہ سے امّت کے وہ گناہ مراد ہیں جن کی شفاعت حضور کے ذمہّ ہے۔ جیسے وکیلِ مقدّمہ کہتا ہے کہ یہ میرا مقدّمہ ہے۔ یعنی جس کی پیروی میں کر رہا ہوں۔ اسی لئے یہاں " لک " فرمایا۔ یعنی تمہارے طفیل تمہارے وسیلہ سے اھ بلفظہٖ۔

نیز ملاحظہ ہو (نور العرفان پارہ نمبر ۲۴' سورۂ مؤمن' آیت نمبر ۵۵' حاشیہ نمبر۲۔ پارہ نمبر۲۶' سورہ محمد آیت نمبر۱۹' حاشیہ نمبر۲)

رہے دیگر اقوال ؟ تو اس سے تمام کا قائل ہونا لازم نہیں آتا بلکہ خود

علاّمہ صاحب کو بھی تسلیم ہے کہ اس سے بعض اوقات، جمعِ اقاویل مقصود ہوتا ہے ملاحظہ ہو شرح صحیح مسلم، جلد نمبر ۷ صفحہ نمبر ۳۲۲)

باقی جواب وہی ہیں جو، اعتراض نمبر ۱۷ کے تحت نمبر ۴ اور نمبر ۵ پر گزرے ہیں انہیں ادھر ہی ملاحظہ کیاجائے (فقط)

بیسواں اعتراض اور اس کا آپریشن

اعلیٰ حضرت کے والدِ ماجد کے حوالہ سے :۔

صاحبزادہ صاحب نے مبحث فیہ ترجمۂ اعلیٰ حضرت کو غلط ثابت کرنے کی غرض سے آپ کے والدِ ماجد رحمہ اللہ الواحد کا نام بھی لیا ہے کہ انہوں نے بھی اپنی بعض تصانیف میں آیتِ فتح کا ترجمہ کرتے ہوئے خطاء و قصور کے لفظوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت دی ہے ملاحظہ ہو :۔ (مغفرتِ ذنب، صفحہ نمبر ۵۷، ۵۸)

الجواب :۔

بر تقدیرِ تسلیم اس سے بھی ان کا مدّعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ انہوں نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ اس آیت کا بس ایک ہی ترجمہ (نسبتِ حقیقیہ والا) درست ہے اور اس کے علاوہ اس کا دوسرا کوئی ترجمہ صحیح نہیں۔ (ومن ادعیٰ فعلیہ البیان والبرھان)۔ علاوہ ازیں انہوں نے اس کی وضاحت فرمادی ہے کہ اس آیت میں قصور و خطاء کی نسبت دینے سے اللہ تعالیٰ کی یہ مراد ہرگز نہیں کہ وہ اس میں آپ کے لئے معاذاللہ کسی واقعی جرم و گناہ کا اثبات فرما رہا ہے بلکہ یہ کلام ایک محاورہ پر مبنی ہے جس سے مقصود آپ کو ہر قسم کے ہر گناہ سے معصوم و پاک بتانا ہے کہ آپ ہر قسم کے ہر گناہ سے ہر آن پاک و معصوم ہیں جب کہ

صاحبزادہ صاحب جس امر پر پورا ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ آیتِ ہٰذا میں لفظِ " ذنب" . بمعنیٰ گناہ اس طرح سے آپ علیہ السلام سے منسوب ہے کہ اس میں خود آپ ہی کے گناہ مراد ہیں پس ان دونوں میں زمین و آسمان سے بھی زائد فرق ہے (اگرچہ انہوں نے خود کو کفر سے بچانے کے لئے یہ تصریح کر دی ہے کہ یہاں گناہ . بمعنیٰ معروف ہیں کما مرّ)

چنانچہ اعلیٰ حضرت کے والدِ ماجد (امام المتکلّمین حضرت علاّمہ شاہ نقی علی خان صاحب بریلوی قادری) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب (۱) الکلام الاوضح (صفحہ نمبر۲۰۱' طبع لاہور) نیز (۲) سرور القلوب (صفحہ نمبر۲۲۶ طبع لاہور) میں ارقام فرماتے ہیں (واللفظ للثانی) : ------ " دیکھو آیہ کریمہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنب وما تأخّر " باوجود عصمتِ انبیاء کے وارد۔ کبھی بادشاہ اپنے کسی خاص مقرّب کو ایک قسم کی خصوصیّت کے ساتھ ممتاز فرماتا ہے اور اس سے مقصود صرف عزّت بڑھانا ہے۔ نہ وقوع اس کا۔ جیسے بعض مصاحبوں اور وزیروں کے لئے حکم ہوتا ہے ہم نے تین خون تجھے معاف کئے۔ حالانکہ بادشاہ جانتا ہے ایسے شخصِ مہذّب سے خون کبھی واقع نہیں ہو گا۔ یا کبھی بعض وزراء کے صوبوں اور سردارانِ ملک کے نام حکم جاری ہوتا ہے جب وہ تمہارے پاس آئے تو اس کے حکم کو میرا حکم سمجھو اور اس کی اطاعت واجب جانو۔ اگرچہ وہ وزیر کبھی دارالخلافہ سے باہر نہ جائے۔ ہاں اس قسم کی باتوں سے عزّت اس مصاحب اور وزیر کی' لوگوں کے دلوں میں زیادہ ہوتی ہے' سو یہاں بھی صرف عزّت اپنے محبوب کی بڑھانا مقصود ہے الخ۔

حضرت امام المتکلّمین کی یہ ایمان افروز عبارت خود صاحبزادہ صاحب نے بھی اپنے رسالہ مغفرتِ ذنب میں (صفحہ نمبر۵۷' ۵۸ پر) نقل کی ہے اور ہمارے رسالہ ہٰذا میں گزشتہ اوراق میں بھی یہ عبارت گزر چکی ہے۔ خلاصہ یہ کہ تغلیطِ

کنزالایمان والا صاجزادہ صاحب کا باطل نظریہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے والدِ ماجد رحمہ اللہ سے بھی ثابت نہیں بلکہ یہ حضرت صاجزادہ صاحب کی محض لفاظی ہے حقیقت سے جس کا کوئی تعلق نہیں۔

اکیسواں اعتراض اور اس کا آپریشن

خود اعلیٰ حضرت کے حوالہ سے :-

علامہ صاحب اور صاجزادہ صاحب نے اپنے نظریۂ تغلیط کے اثبات میں ترجمہ ہٰذا پر بزعمِ خویش بھاری چٹان جیسا وزنی ایک اور اعتراض یہ بھی کیا ہے کہ خود اعلیٰ حضرت نے بھی اپنی کئی تصانیف (فتاویٰ رضویہ اور انباء المصطفیٰ وغیرھما) میں نسبتِ حقیقیہ والے ترجمہ کو اختیار فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو (شرح صحیح مسلم' جلد نمبر ۸ صفحہ نمبر ۳۲۴ مغفرت ذنب صفحہ نمبر ۵۰ تا ۵۵)

الجواب :-

اقول :-

کم من عائب قولاً صحیحاً
و آفتہ من الفہم السقیم

امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی یہ عبارات ان کی نہیں بلکہ مانحن فیہ کی بیّن اور روشن دلیل ہیں کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے شایانِ شان نسبتِ حقیقیہ والے ترجمہ کے بھی قائل ہیں جیسا کہ صفحہ نمبر ۱۰۲ پر ہم بالتفصیل عرض کر آئے ہیں۔ جس سے علامہ صاحب اور صاجزادہ صاحب کی جملہ ورق سیاہی دھل گئی اور ان کی ساری محنت پر پانی پھر گیا ہے اور وہ بھی

بفضلِ خدا خود ان کے ہاتھوں۔ کیونکہ ان حضرت صاحبان کی غلطی یا غلط فہمی کی بنیاد بھی یہی امر تھا کہ اعلیٰ حضرت شاید دوسرے ترجمہ کو غلط مانتے ہیں اس لئے آپ نے اسنادِ مجازی والے ترجمہ کو اختیار کیا ہے جب کہ وہ اس کے غلط ہونے کو مستلزم بھی نہیں۔ بہر حال علامہ صاحب اور صاحبزادہ صاحب غور فرمائیں کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت سے نسبتِ حقیقیہ والے ترجمہ کی بعض صورتوں کو صحیح ثابت مان کر کس کا نقصان کیا ہے' اپنا یا ہمارا؟ پھر وہ اس کے باوجود کس منہ سے اعلیٰ حضرت کو اس دوسرے ترجمہ کا منکر بتاتے ہیں؟ کیا ان کے سینے میں دل نہیں یا دل میں خدا کی پیشی کا کچھ خوف نہیں؟ انصاف فرمائیں (اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ واتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ خبیر بما تعملون)

بائیسواں اعتراض اور اس کا آپریشن :۔

صاحبزادہ صاحب کی اور اپج :۔

صاحبزادہ صاحب اپنے تیئں میدان مار کر ترجمۂ اعلیٰ حضرت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں :۔ " ہو سکتا ہے یہ ناقل کی غلطی سے اعلیٰ حضرت کی طرف یہ قول منسوب ہو گیا ہو جب کہ حقیقت میں ان کا قول نہ ہو " اھ ملاحظہ ہو : (مغفرتِ ذنب' صفحہ نمبر۹)

الجواب :۔

بہت خوب۔

خود بدلتے نہیں قرآں بدل دیتے ہیں

نہایت ہی ادب سے گزارش ہے کہ آپ کی یہ نرالی تحقیق آنجناب کی وسعتِ

مطالعہ یا قوّتِ حافظ کے وفور کا نتیجہ ہے۔ آپ کی حالتِ زار پر رحم کرتے ہوئے ہم آپ کی مان لیتے مگر کیا کریں کہ یہ ایک ایسا ترجمہ ہے جس کے بارے میں اعلیٰ حضرت کی ایک خصوصی تحریر موجود ہے جس میں آپ نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ آیتِ ہذا کے تحت ان کا مختار یہی ترجمہ ہے۔ ملاحظہ ہو (فتاویٰ رضویہ' جلد ،نہم' صفحہ نمبر۵، طبع کراچی)

تیئسواں اعتراض اور اس کا آپریشن

امام رازی پر افتراء:۔

صاجزادہ صاحب نے اپنی ایک قلمی تحریر (کے صفحہ نمبر۳) میں لکھا ہے کہ امام فخرالدین رازی نے اس آیتِ (فتح) کی تفسیر میں اعلیٰ حضرت والے ترجمہ کا ذکر کے اس کے متعلق لکھا ہے "وھو بعید" یہ دور از کار تاویل ہے۔

الجواب:۔

جو ان کا امام موصوف پر شدید افتراء اور سخت جھوٹ ہے۔ امام رازی نے آیتِ فتح کے بارے میں یہ بات قطعاً نہیں کہی بلکہ آپ اعلیٰ حضرت کے تحریر فرمودہ معنیٰ کے پر زور حامیوں میں سے ہیں جیسا کہ اس بارے میں ان کے کئی اقوال صفحہ نمبر۱۹ پر ہم با حوالہ لکھ چکے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے یہ بات سورۂ محمد (ﷺ) کی آیت کے الفاظ (واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنٰت) کے تحت کہی ہے چنانچہ ان کا وہ پورا جملہ اس طرح ہے:۔ وھو بعید لا فراد المؤمنین "یعنی سورۂ محمد ﷺ کی اس آیت میں " ذنبک " کے الفاظ میں مؤمنین کے ذنب مراد لینا دوراز کار

تاویل ہے کیونکہ ان لفظوں کے آگے اسی آیت میں مؤمنین کا مستقل طور پر ذکر موجود ہے۔ ملاحظہ ہو (تفسیر کبیر، جزء نمبر ۲۸ صفحہ نمبر ۸۹،۹۰)

پس صاحبزادہ صاحب نہ صرف اعلیٰ حضرت کے اور ہمارے جوابدہ ہیں بلکہ روزِ محشر وہ خدا و رسول جلّ جلالہ و صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بھی مجرم ہیں کہ انہوں نے یہ سخت ہیرا پھیری اور خیانت کیوں اور کس حکمت کی بناء پر کی ہے۔ وقت ہے اب بھی اس سے توبہ فرمالیں ورنہ۔

مج پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

چوبیسواں اعتراض اور اس کا آپریشن :۔

علامہ سیوطی کے حوالہ سے :۔

صاحبان کا کہنا ہے کہ علامہ سیوطی نے بھی اس ترجمہ کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو (شرح صحیح مسلم، جلد نمبر ۷ صفحہ نمبر ۳۲۳ مغفرتِ ذنب صفحہ نمبر ۱۷ قلمی تحریر صاحبزادہ صاحب صفحہ نمبر ۱۴)

الجواب :۔

اولاً: حضرت سیوطی علیہ الرحمۃ کا یہ قول بسندِ معتبر ان کی کسی متداول کتاب سے ثابت فرمائیں۔ ثانیاً: آپ کے بقول انہوں نے اسے صرف ضعیف قرار دیا ہے جب کہ آپ لوگوں نے اسے نامقبول، مردود غلط اور تحریف تک کہہ دیا ہے جس کی باحوالہ تفصیل ہمارے اس رسالہ کے اوائل میں گزر چکی ہے۔ پس یہ آپ کے اس دعویٰ کی قطعاً دلیل نہ ہوا کہ ضعیف اور مردود و غلط میں زمین و آسمان سے بھی زیادہ فرق ہے۔ ثالثاً: یہ ان کی ذاتی تحقیق ہے جو اعلیٰ حضرت پر

قطعاً حجت نہیں۔ وبطریقِ آخر :۔ اگر اعلیٰ حضرت جیسی مجسّم علم ہستی کی تحقیق ان پر حجت نہیں ہو سکتی تو بلا دلیلِ صحیح ان کی تحقیق کو اعلیٰحضرت پر حجت بنا کر پیش کرنا دنیا کی کس عدالت کا فیصلہ اور کیونکر درست ہو سکتا ہے؟ رابعاً: اگر شخصیات کا اثر ڈالنا مقصود ہے تو پھر اصولاً ترجیح ہر اس عالم کو ہے جو اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کا قائل و مؤیّد ہو کیونکہ یہ دیگر ائمہؒ کے علاوہ حضرت عطاء خراسانی کے قول سے مؤیّد ہے (کما مرّ) جب کہ عطاء خراسانی صحیح العقیدہ سنّی عابد و زاہد تابعی اور طبقہ تابعین کے جلیل القدر مفسّرین میں سے ہیں (وھٰذا ایضاً قد مرّ)

جب کہ حضرت سیوطی لاکھ عظمتوں کے حامل ہونے کے باوجود شرفِ تابعیت سے مشرّف نہیں۔ پس اس مقام پر ترجیح بہر حال عطاء خراسانی اور ان کے مؤیّدین کو ہوئی نہ کہ اس میں ان کی تغلیط کرنے والوں کو۔

؎ جلا کر راکھ نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

پیش کردہ بعض دلائل سے جواب :۔

باقی علّامہ سیوطی کے اس غیر متداول رسالہ کے حوالہ سے ان حضرات نے ترجمۂ ہٰذا کے خلاف جو دلائل پیش کئے ہیں وہ بھی جوابِ بالا سے قطع نظر، معیاری نہ ہونے کے باعث اعلیٰ حضرت پر کسی طرح حجت نہیں جو مع جواب حسبِ ذیل ہیں :۔

چنانچہ صاحبزادہ صاحب کی ایک قلمی تحریر میں (صفحہ نمبر پر ۴) ان سے منسوب رسالہ "القول المحرر" سے بحوالہ جواہر البحار للنبھانی پوری عبارت اس طرح مرقوم ہے :۔ وھٰذا ضعیف اما اوّل فلان آدم (علیہ السلام) نبیٌ معصومٌ لا ینسب الیہ ذنب فھو تاوّیل یحتاج الیٰ تاوُیلٍ۔ واما ثانیاً فلانہ لا ینسب ذنب الغیر الیٰ غیر صدر منہ بکاف الخطاب۔ و اما

ثالثاً فلان ذنوب الامۃ لم تغفر کلھا بل منھم من یعفرلہ ومنھم من لا یغفر لہ

الجواب

دلیلِ اول سے جواب:۔

حضرت سیوطی علیہ الرحمۃ کے استاذِ گرامی حضرت جلال محلّی رحمۃ اللہ علیہ نے مبحث فیہ آیتِ فتح کے تحت ارقام فرمایا ہے وھو مؤوّل لعصمۃ الانبیاء علیھم السلام بدلیل عقلی قاطع عن الذنوب "۔ پس جب اس کا مؤوّل ہونا مسلم اور متّفق بین الفریقین ہے اور دوسرا ترجمہ (نسبتِ مجازیہ والا) بھی ثابت و ماثور ہے تو اسے آدم علیہ السلام سے متعلق مان کر ان کے شایانِ شان ذنب کی نسبت کر لینے میں کیا حرج ہے۔ وبطریقٍ آخر:۔ آدم علیہ السلام نبی معصوم ہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تو امام الانبیاء اور امام المعصومین ہیں۔ پس اگر ذنب کو آپ سے نسبت دے کر اسے مؤوّل ٹھہرا لینا کوئی جرم نہیں تو دوسری تفسیر کی رو سے اس کی دیگر تاویل کرنا کیونکر گناہ بن گیا؟

دلیل دوم سے جواب:۔

اس کے عدمِ جواز کا معیاری ثبوت کیا ہے پھر اگر یہ درست ہے تو قرآن مجید میں متعدّد مقامات پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زمانہ کے بنی اسرائیل کے جرائم وغیرھا کو حضور نبی کریم ﷺ کے عہدِ مبارک میں موجود ان کی اولادوں سے بصیغِ خطاب کیوں منسوب کیا گیا ہے۔ مثلاً ارشاد باری ہے یٰبَنِیٓ

اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العٰلمین۔ نیز واذ نجینٰکم من آل فرعون یسومونکم سوء العذاب ویذبحون ابناء کم ویستحیون نساء کم وفی ذٰلکم بلاء من ربکم عظیم۔ نیز واذ فرقنا بکم البحر فانجینٰکم۔ نیز ثم اتخذتم العجل من بعدہ وانتم ظٰلمون۔ نیز ثم عفونا عنکم من بعد ذٰلک نیز واذ قلتم یٰموسٰی لن نومن لک۔ نیز وظللنا علیکم الغمام (وغیرھا آیات کثیرہ) جن کی مکمّل تفصیل کے لئے سورۃ بقرہ کی آیت نمبر۳۹ تا نمبر۷۴ نیز سورۃ اعراف وطٰہٰ وغیرھا کا مطالعہ کیا جائے۔

اگر اس میں یہ تاؔویل کی جائے کہ چونکہ یہ لوگ اپنے ان مجرم آباء کے ان جرائم پر راضی تھے اس لئے ان کے ساتھ انہیں بھی ان میں ملوّث قرار دیا گیا؟ تو صیغ خطاب کے باوجود اگر یہ تاؔویل وہاں کام دے گئی تو ما نحن فیہ میں محض صیغ خطاب کو آڑ کیوں بنا لیا گیا ہے اور اپنا ہی وہ اصول کیوں چھوڑ دیا گیا ہے؟

دلیلِ سوم سے جواب :۔

اس کا مکمّل جواب صفحہ نمبر۱۹۷ پر گزر چکا ہے اسے وہاں پر ملاحظہ فرمائیں جس کے اعادہ کی حاجت نہیں۔

پچیسواں اعتراض اور اس کا آپریشن :۔

لفظِ "قیل" کے ذریعہ :۔

صاحبزادہ صاحب نے ترجمۂ ہٰذا کے غیر صحیح ہونے کی ایک دلیل یہ پیش کی ہے کہ علاّمہ صاوی نے اسے حاشیۂ جلالین (جزء چہارم صفحہ نمبر۹۰) میں قیل کے

لفظوں سے اور دوسرے ترجمہ کو وھٰذا احد اوجہ فی تاوُیل الاٰیۃ وھو احسنھا " لکھا ہے جب کہ قیل تضعیف کے لئے ہوتا ہے۔ ملخصاً۔ ملاحظہ ہو (ان کی قلمی تحریر صفحہ نمبر ۴)

الجواب :۔

اقول اوّلاً :۔ یہ بھی آپ کو مفید نہیں کہ کیونکہ آپ اسے مردود کہتے ہیں جب کہ بفرضِ تسلیم انہوں نے اسے زیادہ سے زیادہ ضعیف کہا ہے (وبینھما بون بعید)۔ ثانیاً :۔ اگر یہ لفظ مطلقاً " تضعیف " کے لئے ہوتا ہے تو آپ کی " وما ادری ما یفعل بی ولا بکم " کے شانِ نزول والی دلیل بقلمِ خود ضعیف ہو گئی جو آپ نے مغفرتِ ذنب صفحہ نمبر ۳۰ پر پیش کی ہے کیونکہ شفاء' جلد نمبر ۲' صفحہ نمبر ۱۳۸ (وغیرہ) میں اسے اسی لفظِ " قیل " کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ ثالثاً :۔ صحیح یہ ہے کہ علّامہ صاوی نے اسے حسین ترجمہ کہا ہے کیونکہ دوسرے ترجمہ کو انہوں نے احسن فرمایا ہے جس کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ انہوں نے وھٰذا احد اوجہ فی تاوِیل الاٰیۃ کہہ کر ترجمۂ اعلیٰ حضرت کے بھی موجہ اور صحیح ہونے کو بیان فرما دیا ہے جو اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ ان کی اس عبارت میں قیل تضعیف کے لئے نہیں ورنہ جو ضعیف ہے اسے موجہ اور حسین کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے؟ صاجزادہ صاحب خود غور فرمائیں کہ کیا ان کا یہ ارشاد کلامِ عقلاء کے صحیح محمل کے مطابق ہے؟ یقیناً ان کی اس بے جا توجیہ نے اعلیٰ حضرت کے ساتھ ساتھ علّامہ صاوی کی روح کو بھی کرب و الم سے دوچار کر دیا ہے۔ فیا للعجب ولضیعہ العلم والادب ۔ باقی ان کا ان کے مختار کو احسن کہنا؟ ان کی اپنی تحقیق ہے جس سے ترجمہ رضویہ پر کوئی زد نہیں پڑتی۔

چھبیسواں اعتراض اور اس کا آپریشن:۔

عطاء خراسانی پر جرح:۔

علاّمہ صاحب فرماتے ہیں کہ علماء نے عطاء خراسانی کا قول (مبحث فیہ) استناداً نہیں بلکہ محض جمعِ اقوال کے طور پر اپنی کتب میں ذکر کیا ہے (ملخصاً) ملاحظہ ہو (شرح مسلم، جلد نمبر۶، صفحہ نمبر۶۹۰)

الجواب:۔

علاّمہ صاحب کا یہ جائزہ غلط اور خلافِ واقعہ ہے۔ بڑے بڑے ائمہ و علماء اہلِ سنّت نے ان کے اس قول سے استناد کیا ہے۔ چنانچہ امام قاضی عیاض نے شفاء میں اسے استناداً نقل فرمایا ہے۔ علاّمہ علی القاری اور علاّمہ شہاب الدّین خفاجی نے اسے برقرار رکھ کر اور اسے لائقِ احتجاج گردانتے ہوئے اس کی شرحیں فرمائیں۔ ملاحظہ ہو شرح الشفاء لعلی القاری نیز نسیم الریاض المعروف شرح الشفاء للخفاجی، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۱۷۵۔ جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۱۷۲ طبع مصر و پاک مع الشفاء۔

نیز امام علاّمہ بدرالدین حنفی شارحِ بخاری نے بھی اس سے استناد فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو عمدۃ القاری المعروف عینی شرح بخاری، جزء نمبر۹، صفحہ نمبر ۱۷۷۔ نیز علاّمہ ابوالقاسم ھبۃ اللہ بن سلامہ البغدادی نے اپنی کتاب الناسخ والمسوخ میں اور علامہ شربینی نے اپنی تفسیر السراج المنیر میں اسے استناداً لیا ہے۔ شاید آنکھوں پر تعصّب کی پٹی کی وجہ سے ان پر نظر مبارک نہ پڑ سکی۔

؎ چوں کفر از کعبہ بر خیزد
کجا ماند مسلمانی

ستائیسواں اعتراض اور اس کا آپریشن۔

"جروحِ محدّثین بر عطاء" کے حوالہ سے :۔

علاّمہ صاحب بحوالہ تہذیب التّہذیب فرماتے ہیں :۔ امام بخاری نے عطاء خراسانی کا ضعفاء میں ذکر کیا ہے۔ امام ابنِ حبان نے کہا ان کا حافظہ ردّی تھا اور یہ خطاء کرتے تھے اور ان کو اس خطاء کا علم نہیں ہوتا تھا اس لئے ان کی روایات سے استدلال کرنا باطل ہے۔ ملاحظہ ہو (شرح صحیح مسلم، جلد نمبر ۷، صفحہ نمبر ۳۲۴)۔

نیز صاحبزادہ صاحب نے لکھا ہے کہ سند کے لحاظ سے بھی علاّمہ خراسانی کا قول قابلِ اعتبار اور لائقِ حجّت نہیں (اس کے بعد تھوڑی سی ترمیم و اضافہ کے ساتھ بعینہٖ علاّمہ صاحب کی متذکرّہ بالا یہ عبارت نقل کر دی ہے) ملاحظ ہو :۔ (مغفرتِ ذنب، صفحہ نمبر ۳۶)۔

الجواب :۔

ان حضرت صاحبان نے تہذیب التہذیب سے محض من مانے جملے نقل کر کے حضرت خراسانی کے بارے میں دوسرے بڑے بڑے ائمہ کے اقوالِ توثیق کو عمداً چھوڑ دیا اور انہیں کیا سے کچھ بنا کر پیش کیا ہے۔ پس قلم حیرت میں ہے کہ اسے ان کی کمالِ بے خبری کہا جائے یا کمالِ ہوشیاری و کمالِ دیانتداری ؟

جس کی تہذیب التّہذیب سے یہ الٹی سیدھی باتیں انہوں نے نقل کی ہیں اسی کے اسی جلد کے انہی صفحات میں یہ بھی لکھا ہے کہ " قال ابن معین ثقة " (امام ابن معین نے فرمایا ثقہ ہیں)۔ وقال ابن ابی حاتم عن ابیه ثقة صدوق یعنی امام ابنِ ابی حاتم نے اپنے والد (امام ابو حاتم) کے حوالہ سے فرمایا

عطاء خراسانی ثقہ صدوق ہیں۔"قلت یحتج بہ؟ قال نعم" میں نے ان سے عرض کی ان کی حدیث لائقِ احتجاج ہے؟ فرمایا: ہاں! وقال النسائی "لیس بہ باس "امام نسائی نے فرمایا: لاباس بہ ہیں۔ وقال الدارقطنی ثقۃ" اور امام دار قطنی نے فرمایا ثقہ ہیں۔ وقال ابن سعد ثقۃ روی عنہ مالک" امام بخاری کے استاد امام ابنِ سعد نے فرمایا ثقہ ہیں، امام مالک نے ان سے روایت لی ہے یعنی امام مالک جیسے جلیل القدر امام ان کے شاگردوں میں سے ہیں " وقال الطبرانی " لم یسمع من احد من الصحابۃ الامن انس " یعنی امام طبرانی نے فرمایا انہوں نے صحابۂ کرام میں سے حضرت انس کے سوا کسی سے سماع نہیں کیا۔ خلاصہ یہ کہ آپ صحابیٔ رسول حضرتِ انس کے شاگرد اور تابعی ہیں اھ۔

ملاحظہ ہو (تہذیب التہذیب، جلد نمبر ۷، صفحہ نمبر ۱۹۰، ۱۹۲، طبع مصر و ملتان پاک)

نیز امام الشان علامہ شمس الدین ذہبی ارقام فرماتے ہیں:۔ من کبار العلماء۔ روی عن انس وسعید بن المسیب و عکرمۃ و عروۃ و خلق۔ وقال مسلم و عنہ مالک و ابن جریج۔ وقال احمد و یحیٰ والعجلی وغیرھم ثقۃ وقال یعقوب بن شیبۃ ثقۃ معروف بالفتویٰ والجھاد وقال ابوحاتم لاباس بہ قال ابو حاتم ثقۃ محتج بہ۔ قال الترمذی عطاء ثقۃ روی عنہ مثل مالک ومعمر ولم اسمع ان احدا من المتقدمین تکلم فیہ۔ ھلک عطاء باریحا ودفن ببیت المقدس اھ ملخّصاً۔

یعنی عطاء خراسانی بڑے علماءِ دین میں سے ہیں۔ انہوں نے صحابیٔ رسول حضرتِ انس اور تابعینِ کرام سعید بن مسیّب، عکرمہ اور عروہ اور متعدّد حضرات

سے روایت لی ہے۔ امام مسلم نے فرمایا امامِ مالک اور امام ابنِ جریج ان کے تلامذہ میں سے ہیں۔ امام احمد، امام یحیٰ اور امام عجلی وغیرھم نے فرمایا ثقہ ہیں۔ امام یعقوب بن شیبہ نے فرمایا ثقہ اور فتویٰ و جہاد میں معروف (یعنی بہت بڑے مجاہد اور بہت بڑے مفتی) ہیں۔ امام ابو حاتم نے فرمایا "لاباس بہ ثقۃ" اور لائق احتجاج ہیں۔ امام ترمذی نے فرمایا ثقہ ہیں امام مالک اور معمر جیسے ائمہ نے ان سے روایت لی ہے اور میں نے متقدّمین علماء میں سے کوئی بھی ایسا نہیں سنا جس نے ان پر اعتراض کیا ہو یعنی سب ان کے مدّاح و توثیق کنندہ ہیں۔ آپ اریحاء میں فوت اور بیت المقدس میں دفن ہوئے۔ ملاحظہ ہو (میزان الاعتدال، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۳۷ تا ۵۷ طبع مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل)۔

نیز علاّمہ سیوطی اسعاف المبطا برجال المؤطا میں ارقام فرماتے ہیں:- روی عنہ ابو حیفہ و مالک وشعبہ والثوری و حماد ابن سلمہ وعدہ وثقہ ابن معین وابو حاتم والدارقطنی وقال ابن حبان ردی الحفظ کثیر الوھم اھ۔ جس کا معاو یہ ہے کہ ان کی تحقیق کے مطابق ان پر جرح صرف ابنِ حبان نے کی ہے جب کہ امام اعظم، امام مالک اور شعبہ و ثوری جیسے ائمہّ سب ان کی توثیق کے قائل ہیں۔

جرحِ بخاری و ابنِ حبان سے جواب:۔

رہی امام بخاری اور ابنِ حبان کی جرح؟ تو جہاں تک امام بخاری کی جرح کا تعلّق ہے وہ ان کی ذاتی تحقیق ہے بالفاظِ دیگر جیسے انہیں لوگوں کے ذریعہ ان کے بارے میں باتیں پہونچیں انہوں نے انہیں بیان فرمایا جس میں وہ اپنے ذرائع کے مطابق حاصل ہونے والے علم کے پابند ہیں مگر امام بخاری کے مشائخ و اساتذہ اور دیگر جلیل القدر ائمہّ حدیث کا عندیہ اس بارے میں ان سے یکسر مختلف ہے

جسے امام یحیٰ بن معین اور امام احمد بن حنبل وغیرھما کہ وہ سب انہیں " ثقہ " اور لائقِ احتجاج مانتے ہیں (جیسا کہ منقولہ بالا عبارات سے ظاہر ہے)۔ جس سے ان کے اس قول کی حیثیّت متعیّن ہو جاتی ہے۔ (امام بخاری اور ابنِ حبان کی ان سے ملاقات نہیں کیونکہ جب ان کی وفات ہوئی تو یہ حضرات اس وقت تک پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ جب کہ جرح و تعدیل کا تعلّق اجتہاد سے ہے)۔

رہے ابنِ حبان ؟ تو اوّلاً وہ جرح و تعدیل کے باب میں (سخت) متشدّد و فیاض واقع ہوئے ہیں بعض رواۃ کو بڑھا چڑھا کر پیش فرماتے ہیں' غصہ آ جائے تو ثقات کی بھی خیر نہیں ہوتی جیسا کہ تہذیب التہذیب وغیرہ کتبِ فن کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ اسی لئے علّامہ ذھبی نے عطاء خراسانی پر ان کی اس جرح کا خوب ایکشن لیا ہے۔ خصوصًا ان کے خراسانی ہونے پر کلام کے حوالہ سے ذھبی نے جو ان کا محاسبہ کیا ہے وہ لائقِ دید ہے۔ چنانچہ عطاء خراسانی کے بارے میں ابنِ حبان کے قول (کان ردی الحفظ کثیر الوہم یخطی ولا یعلم (الیٰ) بطل الاحتجاج بہ) کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں :۔ فھٰذا القول من ابن حبان فیہ نظر " یعنی ابنِ حبان کا یہ قول ان کے بارے میں صحیح نہیں۔ ملاحظہ ہو (میزان' جلد نمبر ۳' صفحہ نمبر ۴۷)

اس سے بھی قطعِ نظر کر لی جائے تو احناف کے لئے امامِ اعظم کے عملی فیصلہ کے بعد دیگر کسی کے مخالف قول کی کوئی وقعت نہیں رہتی۔

برتقدیرِ تسلیم :۔

اگر امام بخاری اور ابنِ حبان کی اس جرح کو تھوڑی دیر کے لئے مان بھی لیا جائے تو بھی یہ ہمیں کچھ مضر اور انہیں کچھ مفید نہیں کیونکہ ان کے بارے میں ان کے اس کلام کا تعلّق محض ان کی بیان کردہ روایات کے بارے میں ہے

جب کہ آیتِ فتح کی تفسیر میں (زیرِبحث) انہوں نے کوئی روایت بیان نہیں فرمائی کہ انہوں نے یہ فلاں فلاں سے لی ہے بلکہ یہ ان کا قول اور ان کا فتویٰ ہے جو انہوں نے مکمل تحقیق کے بعد جاری فرمایا ہے جب کہ وہ طبقہ تابعین کے جلیل القدر مفسرین، کبار علماء اور اہلِ فتویٰ محققین میں سے ہیں جیسا کہ ابھی میزان الاعتدال (نیز صفحہ نمبر پر متعدد کتبِ فن) کے حوالہ سے باحوالہ گزر چکا ہے۔

حافظہ پر کلام کا آپریشن :۔

باقی بعض حضرات نے ان کے حافظہ کی جہت سے جو ان پر کلام فرمایا ہے اس کی حقیقی وجہ ان کی کمزوریٔ ذہن نہیں بلکہ کثرتِ عبادت، شب بیداری اور زیادہ توجہ الی اللہ اس کی اصل وجہ ہے جو عارضی طور پر روایت میں تو اثر انداز ہو سکتی ہے مگر فتویٰ اور تحقیق پر نہیں۔ باقی ان کا اہل اللہ سے نیز خوش عقیدہ تابعی ہونا متفق علیہ ہے۔ خود انہی ابنِ حبان سے منقول ہے انہوں نے کہا :۔ "کان من خیار عباداللّٰہ" یعنی آپ اللہ کے عبادِ صالحین میں سے تھے۔ ملاحظہ ہو (میزان، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۷۶)۔ نیز تہذیب التہذیب (جلد نمبر ۷، صفحہ نمبر ۱۹۰) میں ہے :۔ "کان یحی اللیل" آپ ساری رات جاگ کر خدا کی عبادت میں مصروف رہتے تھے۔

اسی طرح میزان الاعتدال، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۷۵ میں بھی ہے نیز اس میں یہ مزید ہے کہ رات کا کچھ حصہ گزر جانے کے بعد اپنے ساتھیوں کو پکار پکار کر فرماتے تھے " قیام اللیل وصیام ھٰذاالنھار الیسر من شرب الصدید و بلس الحدید واکل الزقوم النجاء النجاء " یعنی میرے ساتھیو! میرے عزیزو! قیام اللیل اور دن کا روزہ، دوزخی پیپ کے پینے، جہنمی طوق کے پہننے اور جہنمی درخت " زقوم " کے کھانے سے آسان ہے۔ غفلت چھوڑو، نجات

حاصل کرو، تکلیف اٹھاؤ جنّت پاؤ اھ۔ (سبحٰن اللہ وبحمدہٖ سبحٰن اللہ العظیم)

خلاصہ یہ کہ علاّمہ صاحب اور صاحبزادہ صاحب نے محض اپنی خواہشِ نفس کو پروان چڑھانے کی غرض سے حضرت عطاء الخراسانی جیسے جلیل القدر ولیّ اللہ تابعی اور ثقہ عالم پر یہ بے جا، بے محل کلام کر کے ان پر ظلمِ عظیم کیا ہے جس کے وہ دنیا وَ آخرت میں جوابدہ ہیں۔ غور فرمائیں اعلیٰ حضرت کے بغض و عناد نے انہیں کہاں سے کہاں لا کھڑا کر دیا ہے۔ (نعوذ باللّٰہ من غضب احبائہ و نسئلہ رضاھم لانہ عین رضائہ واما الرضاء فللرضاء ولا ریب فیہ الا لمن فی قلبہ علۃ وفساد واللّٰہ لا یحب الفساد)

صاحبزادہ صاحب کا ایک علمی کمال:۔

صاحبزادہ صاحب نے اپنی متذکرہ بالا عبارت میں "لائقِ احتجاج" کو "لائقِ حجت" لکھا ہے جس کا فیصلہ ہم انہی پر چھوڑتے ہیں کہ وہ خود بتائیں کہ اس کی علمی حیثیت کیا ہے؟

اٹھائیسواں اعتراض اور اس کا آپریشن:۔

بعض مفسّرین کے حوالہ سے:۔

صاحبان نے اپنے نظریۂ تغلیط کی تائید میں بطورِ دلیل اس امر کو بھی پیش کیا ہے کہ بعض مفسّرین نے نسبتِ حقیقیہ" والے معنیٰ کو اختیار کیا ہے (کما فی شرح صحیح مسلم و مغفرتِ ذنب لھما)

الجواب :۔

یہ بھی انہیں کچھ مفید اور ہمیں کچھ مضر نہیں کیونکہ اوّلاً :۔ اعلیٰ حضرت خود بھی حسبِ شانِ نبوّت نسبتِ حقیقیہؔ والے ترجمہ کے قائل ہیں۔ ثانیاً :۔ اعلیٰ حضرت بھی اپنے ترجمہ میں متفردؔ نہیں بلکہ بعینہٖ آپ کا اختیار فرمودہ ترجمہ سلف کے ایک جمِ غفیر سے ثابت ہے۔ پھر شرفِ تقدّم کے اعتراف کے باوجود یہ بھی ایک حقیقتِ ثابتہ ہے کہ اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ علمِ تفسیر میں بے شمار مفسّرین سے بھی فائق ہیں جس پر امامِ اعظم علیہ الرحمۃ کا یہ ارشاد مکمّل طور پر صادق آتا ہے کہ ("ھم رجال و نحن رجال") پس اس واویلا سے بھی انہیں کچھ فائدہ نہ ہوا۔

انتّیسواں اعتراض اور اس کا آپریشن :۔

بعض تراجم سے استدلال :۔

اس مقام پر علّامہ صاحب اور صاحبزادہ صاحب نے اپنے نظریہؔ تغلیط کی تائید میں بعض ایسے تراجم بھی بطورِ دلیل پیش کئے ہیں جن میں " ذنب " بمعنیٰ " خلافِ اولیٰ " (وغیرہ) لے کر اسے حضور سیّدِ عالم ﷺ کی جانب نسبت دی گئی ہے جیسے امامِ اہلِ سنّت غزالیٔ زماں حضرت کاظمی قُدِّسَ سِرُّہٗ العزیز (وغیرہ علماءِ اہلِ سنّت کے تراجم)

ترجمۂ غزالیٔ زماں :۔

چنانچہ زیرِ بحث آیتِ فتح کا ترجمہ آپ نے اپنے ترجمۂ قرآن " البیان " میں اس طرح لکھا ہے :۔ اے حبیب ! بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطاء

فرمائی تاکہ اللہ آپ کے لئے معاف فرما دے آپ کے اگلے اور پچھلے (بظاہر) خلافِ اولیٰ سب کام (جو آپ کے قرب کی وجہ سے محض صورۃً ذنب ہیں حقیقۃً حسنات الابرار سے افضل ہیں) اھ۔ ملاحظہ ہو (شرح صحیح مسلم، جلد نمبر ۶، صفحہ نمبر ۶۹۶۔ مغفرتِ ذنب صفحہ نمبر ۴۳)۔

الجواب:۔

یہ بھی ان کے ادعائے باطل (نظریۂ تغلیط) کی ہرگز دلیل نہیں کیونکہ حضور غزالیِ زماں علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی کہیں اس کی تغلیط فرمائی ہے نہ ہی آیتِ ہٰذا کو اپنے اختیار فرمودہ اس معنٰی میں محصور قرار دیا ہے بلکہ آپ کی تصریح موجود ہے کہ کنزالایمان یکتائے روزگار اور "اپنی نظیر آپ" کا مصداق اور احسن و صحیح ترین ترجمۂ قرآن ہے۔ نیز آپ نے نہایت درجہ دو ٹوک الفاظ میں لکھا ہے کہ آپ نے اپنے ترجمۂ قرآن "البیان" کو "کنزالایمان" کی منہاج پر اور اسی کی ترجمانی کے طور پر تحریر فرمایا ہے جب کہ خود اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ بھی آپ کے اختیار فرمودہ ترجمہ کے قائل ہیں (کما مرّ مراراً واعترف بہ الصاحبان ایضاً) پس یہ بھی در حقیقت اعلیٰ حضرت ہی کا ترجمہ ہے جسے آپ نے بوجوہِ کثیرہ اس میں اختیار فرمایا ہے جس کی مکمّل تفصیل صفحہ نمبر ۱۱۰ پر گزر چکی ہے۔ چنانچہ آپ نے "البیان" کے دیباچہ میں (صفحہ ب پر) ارقام فرمایا ہے:۔

"عام طور پر یومیّہ تلاوت کے لئے مترجَم قرآن مجید کے جو نسخے مسلمانوں میں مروّج ہیں ان میں زیادہ تر لفظی ترجمہ ہے۔ علاوہ ازیں ان کی زبان بہت پرانی ہے جس کے اکثر الفاظ، محاورات اس زمانہ میں متروک اور غیر مانوس ہو چکے ہیں۔ اس میں شک نہیں

کہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ایک عظیم شاہکار ہے اور اپنے نہج میں وہ ایک ہی ترجمہ ہے لیکن اسی میں ایسے الفاظ بھی موجود ہیں جن کا استعمال آج کل اردو محاورات میں متروک ہے، اسی لئے ضرورت تھی کہ اس کے منہاج پر کوئی دوسرا ترجمہ بھی سامنے لایا جائے چنانچہ احباب کے اصرار پر یہ ترجمہ شروع کیا گیا جو بحمدہٖ تعالیٰ پایۂ تکمیل کو پہنچ کر ہمارے ناظرینِ کرام کے سامنے ہے "

اھ۔

جوابِ آخر:۔

اور اگر شخصیّات کا اثر ڈالنا مقصود ہے تو خود امامِ اہلِ سنّت غزالیٔ زماں قُدِّسَ سِرُّہُ الْعَزِیْزُ اپنے سمیت تمام علماءِ زمانہ سے علم و فضل اور تحقیق و تدقیق (و تمام علمی کمالات) میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو فائق سمجھتے تھے جس پر آپ کی بے شمار تحریرات و تقریرات شاہدِ عدل ہیں جن میں آپ نے اس حوالہ سے اعلیٰ حضرت کی امامت کی تصریح فرمائی ہے۔ چنانچہ مقالاتِ کاظمی (جلد دوم طبع انوارالعلوم ملتان) میں (صفحہ نمبر ۳۱۸ پر) اعلیٰ حضرت کے بارے میں آپ کے لفظ ہیں :۔ " اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت مولانا الشّاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی قُدِّسَ سِرُّہُ العزیز " نیز اسی میں صفحہ نمبر ۴۰۸ پر لکھا ہے :۔ " اعلیٰ حضرت مجدّدِ دین و ملّت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ " اور صفحہ نمبر ۴۰۹ پر یوں رقم طراز ہیں :۔ " سیّدنا اعلیٰ حضرت مجدّدِ مأۃ حاضرہ مؤیّدِ ملّتِ طاہرہ فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ " اھ

امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت : زندہ باد

کنزالایمان : پائندہ باد

تیسواں اعتراض اور اس کا آپریشن

ترجمۂ پیر کرم شاہ کے حوالہ سے :۔

علامہ صاحب (اور ان کے توسط سے ان کے مقلدین) نے پیر کرم شاہ ازہری کے ترجمہ کو بھی اپنے اس نظریۂ تغلیط کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ چنانچہ شرح مسلم (جلد نمبر ۶، صفحہ نمبر ۹۹۶) میں انہوں نے لکھا ہے کہ :۔
ہمارے زمانے میں پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اس آیت کے ترجمہ میں لکھا:
"تاکہ دور فرماوے آپ کے لئے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت کے) بعد لگائے گئے" اھ۔

الجواب :۔

یہ بھی انہیں کچھ مفید اور ہمیں کچھ مضر نہیں کیونکہ انہوں نے بھی آیتِ ہذا کو اس معنیٰ میں محصور نہیں بتایا اور نہ ہی انہوں نے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کی تغلیط کی ہے اور ان کا اس ترجمہ کو اختیار کرنا اگر ترجمۂ اعلیٰ حضرت کے غلط ہونے کی دلیل ہے تو اسی سے "خلافِ اولیٰ" والا آپ لوگوں کا مختار ترجمہ بھی باطل ہو گیا؟ تو کیا یہ گوارہ ہے؟ اللہ تعالیٰ فہمِ سلیم دے تو ایسی بے تکی ہانکنے بلکہ نظریاتی خود کشی کرنے کی نوبت بھی نہ آئے۔ خلاصہ یہ کہ اگر کرم شاہ صاحب کا یہ ترجمہ، کنزالایمان کے خلاف ہے تو ان حضرت کے مختار ترجمہ کے کون سا حق میں ہے۔ پھر کرم شاہ صاحب کو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر حجت بنا کر پیش کرنے کی کیا تک بنتی ہے کیونکہ اولاً: اعلیٰ حضرت کے مقابلہ میں اس کی حیثیت ہی کیا ہے (چہ نسبت خاک را بہ عالمِ پاک) ثانیاً: موصوف، آپ حضرات سے اعلیٰ حضرت کا کئی گنا بڑا باغی ہے کیونکہ اس نے نہ صرف اعلیٰ حضرت بلکہ عرب و عجم کے

سینکڑوں علماء و مشائخ اہلِ سنّت سے بغاوت کرتے ہوئے مشہور رسوائے زمانہ کتاب "تحذیر الناس" اور اس کے مؤلف مولوی قاسم نانوتوی کے حق میں ایک رسالہ بنام "تحذیر الناس میری نظر میں" تحریر کیا ہے۔ حالانکہ یہ حضرات شرعی فتویٰ کی صورت میں بیک زبان و بیک قلم یہ متفقہ صادر فرما چکے ہیں کہ "من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر"۔ پس اسے اعلیٰ حضرت پر بطورِ حجت کیونکر پیش کیا جا سکتا ہے؟

نوٹ: حضرت علاّمہ سیّد بادشاہ تبسّم بخاری دامت برکاتہم آف لاہور نے اپنے ایک مفصّل مضمون میں کرم شاہ صاحب کے مذکورہ رسالہ کی خوب خبر لی اور اس کا بر وقت سخت ایکشن لے کر حق ادا فرما دیا ہے (فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ماہنامہ کنزالایمان، ختمِ نبوّت نمبر مجریہ) (اس سے بھی قطع نظر کر لی جائے تو اس ترجمہ کے بھی اعلیٰ حضرت قطعاً منکر نہیں بلکہ آیتِ ہٰذا کے حوالہ سے آپ ہر اس ترجمہ کے قائل ہیں جو شانِ نبوّت کے مطابق ہو)

دیگر تراجم سے جواب:۔

ہمارے اس بیان سے ان دیگر تراجم سے بھی جواب ہو گیا جن میں زیرِ بحث آیتِ فتح کے حوالہ سے لفظِ "ذنب" کو "خلافِ اولیٰ" وغیرہ ایسے معانی میں رکھ کر جو شانِ نبوّت اور مقامِ رسالت کے مطابق ہوں انہیں رسول اللہ ﷺ سے نسبت دی گئی ہے کہ ان میں بھی اس آیت کے اس معنٰی میں محصور و بند ہونے کی کوئی صحیح، معیاری شرعی دلیل نہیں۔

اکتیسواں اعتراض اور اس کا آپریشن :۔

نسبتِ مغفرت کے حوالہ سے علامہ صاحب کے ایک سوال کا جواب :۔

اس ضمن میں علامہ صاحب نے بزعمِ خویش چوٹی کا ایک سوال کرتے ہوئے لکھا ہے :۔ " جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی طرف مغفرت کی نسبت کا انکار کرتے ہیں وہ قرآنِ مجید کی اس آیت کا کیا جواب دیں گے جس میں آپ کو توبہ اور استغفار کا حکم دیا گیا ہے " فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابًا "۔ اعلیٰ حضرت نے بھی اس آیت کے ترجمہ میں یوں لکھا ہے :۔ تو اپنے ربّ کی ثناء کرتے ہوئے اس کی پاکی بولو اور اس سے بخشش چاہو بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ نیز بخاری، جلد نمبر۲، صفحہ نمبر ۹۳۴ طبع کراچی میں ہے انی لاستغفر اللّٰہ واتوب الیہ فی الیوم اکثر من سبعین مرۃ۔ اس نوع کی بے شمار احادیث کے متعلق کیا کہیں گے یہ استغفار آپ نے نہیں کیا تھا بلکہ اگلوں اور پچھلوں نے کیا تھا یا امت نے کیا تھا یا ہر حدیث میں متعدد مضافات محذوف مانیں گے "؟ اھ۔ ملاحظہ ہو (شرح صحیح مسلم، جلد نمبر۶، صفحہ نمبر ۶۹۵)

الجواب :۔

سبحان اللہ ! مباحث ہوں تو ایسے ہوں جو اپنے خصم کو جواب کی زحمت دہی کی بجائے اپنے مزعومات کا خود ہی قلع قمع کر دیں۔ بندۂ خدا! ایک طرف تو آپ خود تسلیم فرما رہے ہیں کہ اعلیٰ حضرت علی الاطلاق نسبتِ مغفرت کے عدمِ جواز کے قائل نہیں بلکہ بعض صورتوں میں اس کا جواز بھی آپ سے ثابت ہے (اور

حقیقت بھی یہی ہے جیسا کہ گزشتہ اوراق میں کئی مقامات پر گزر چکا ہے)، پھر دوسری طرف تعلیوں سے کام لیتے ہوئے اعلیٰ حضرت کو اپنے اس خود ساختہ اعتراض کا ذمہ دار بھی ٹھہراتے ہیں (فیا للعجب) ورنہ "جو لوگ" کہہ کر آپ نے جن لوگوں کو اپنے اس سوال کا جوابدہ قرار دیا ہے وہ کون ہیں؟

باقی رہا یہ کہ اس جیسے مواقع پر ہر جگہ اعلیٰ حضرت نے اگلوں پچھلوں کی مغفرت والا ترجمہ کیوں نہیں کیا؟ تو آپ کی یہ شکایت ہم (صفحہ نمبر ۱۰۷ وغیرہ پر) کئی بار دور کر چکے ہیں کہ اولاً:۔ آپ مقامِ نبوّت کے شایانِ شان نسبتِ حقیقیہ والے ترجمہ کے بھی قائل ہیں۔ ثانیاً:۔ آیتِ فتح کا "ذو وجوہ" ہونا نیز اس کا دوسرا معنیٰ بھی سلف سے ثابت ہے۔ جس کی تفصیل گزر چکی ہے جب کہ ان دوسرے مواقع پر یہ امر ثابت نہیں اس لئے ان مقامات پر اعلیٰ حضرت نے تفسیر بالرائی کے جرم سے بچنے کے لئے آیتِ فتح کے تحت اختیار فرمودہ ترجمہ سے یہاں عدول فرمایا ہے جو یقیناً ایک نہایت ہی وقیع وجہ اور قابلِ تعریف امر ہے جس سے اعلیٰ حضرت کی بالغ نظری، علمی و تحقیقی باریک بینی، وسیع الفکری اور للّٰہیت کا پتہ چلتا ہے۔ عقل اپنی نارسا، فہم اپنی قاصر اور قصور وار ٹھہرایا جائے دوسروں کو، یہ کہاں کا انصاف اور دنیا کی کس عدالت کا فیصلہ ہے؟

صاحبزادہ صاحب کے عنوان "علّامہ سعیدی کی تحقیق" کا آپریشن:۔

صاحبزادہ صاحب نے اپنے نظریۂ تغلیط کنزالایمان کی صحت کے ثبوت میں علّامہ غلام رسول صاحب (نام کے) سعیدی کا اسمِ گرامی بھی بطورِ دلیل پیش کر کے "علّامہ سعیدی کی تحقیق" کے زیرِ عنوان کہا ہے کہ وہ بھی اس میں ان کے

ہمنوا ہیں (ملخصاً) ملاحظہ ہو :۔ (مغفرتِ ذنب' صفحہ نمبر ۳۵ نیز ان کی ایک قلمی تحریر صفحہ نمبر ۵)۔

الجواب :۔

اقول۔ محترم! علامہ صاحب موصوف آپ کے ہمنوا نہیں بلکہ آپ کے اس مسئلہ میں پیشوا اور تغلیطِ کنزالایمان کے اس فتنۂ عظیمہ کے بانی ہیں۔ آپ خواہ مخواہ ان کو اپنے اصلی مقام سے مت گرائیے جسے آپ " علامہ سعیدی کی تحقیق " کا عنوان دے کر اور اپنا مؤید بنا کر پیش فرما رہے ہیں یہ نام کی تحقیق' سب ہے ہی ان کی ' جسے آپ نے تھوڑے سے ردو بدل اور معمولی ترمیم و اضافہ سے اپنے نام لگا دیا ہے اور انگلی کو خون لگا کر شہیدوں کی صف میں شامل ہو گئے ہیں۔ جیسا کہ شرح صحیح مسلم کے متعلقہ مقامات اور آپ کے رسالہ مغفرتِ ذنب وغیرہ کے تقابل اور موازنہ سے اس کا پتہ چلتا ہے۔ دیگر کے علاوہ جس کی ایک واضح نظیر یہ بھی ہے کہ علامہ صاحب موصوف نے اپنی نئی تالیفات شرح صحیح مسلم وغیرہ میں ان دیو بندی وہابی علماء کے ناموں کے ساتھ لفظ " شیخ " لکھ کر نئی راہ اختیار کی ہے (جنہیں وہ اپنی سابقہ تصانیف توضیح البیان وغیرہ میں گستاخانِ نبوت تسلیم کر کے انہیں دائرۂ اسلام سے خارج لکھ چکے ہیں) انہوں نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے رسالہ مبارکہ ابناء المصطفیٰ کے ایک اقتباس کو اپنے مؤقف کی تائید میں پیش کرتے ہوئے مولوی رشید احمد گنگوہی دیو بندی کو (شرح صحیح مسلم میں ایک مقام پر) " شیخ گنگوہی " کر کے لکھا تھا جسے آپ نے بھی رسالہ مغفرتِ ذنب میں بعینہٖ انہی لفظوں سے یاد فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو (صفحہ نمبر ۵۴)۔ بتایئے! آپ کے وہ مسئلہ ہٰذا میں راہبر و راہنما پیش رو و پیشواء اور آپ اس میں ان کے مکمل مقلد ہیں یا نہیں؟ جوش میں آنے کی بجائے ہوش اور غصے

ہو جانے کی بجائے ٹھنڈے دل سے غور کر کے مبنی بر انصاف فیصلہ صادر کرنے کی ضرورت ہے۔

عنوان "فقیر کے حقیر رائے" کا آپریشن:۔

صاحبزادہ صاحب نے اپنے نظریۂ تغلیط کے بیان کے ضمن میں "فقیر کی حقیر رائے" کا عنوان دے کر بھی ترجمۂ اعلیٰ حضرت کے خلاف بھڑاس نکالی ہے۔ ملاحظہ ہو (ان کی قلمی تحریر صفحہ نمبر ۵)۔

الجواب:۔

اقول۔ جزاک اللہ۔ آپ نے یہ لفظ جس بھی نیّت سے لکھے ہوں، خدا کے کرنے سے یہ بہت با موقع اور ترجمانِ حقیقت بن کر صادر ہوئے ہیں جو آپ کی اس رائے، پوری تحقیق اور تمام بحث کے لئے لبِّ لباب اور اسم بامسمّیٰ ہونے کی حیثیّت رکھتے ہیں کہ کنزالایمان کے خلاف آپ کی یہ رائے عالی، واقعی حقیر بلکہ حقارت کے درجۂ علیا پرُ واقع ہے۔

جس سے اس مقام پر آپ کی نیک نیتّی ظاہر ہوتی اور اخلاص ٹپکتا ہے۔ اور اس پر آپ ہمارے شکریّہ کے مستحق ہیں۔

صاحبزادہ صاحب کی ایک چابکدستی کا آپریشن:۔

صاحبزادہ صاحب نے اپنے اس نظریۂ تغلیط کے پرچار کے بعد علماء و عوام کے شدید ردِّ عمل سے گھبرا کر اور خائف ہو کر نہایت چابکدستی سے پینترا بدلتے ہوئے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ ان کے نزدیک بہتر اور راجح ترجمہ وہ ہے جو حضرت غزالیٔ زماں اور علاّمہ محمد اشرف صاحب سیالوی نے اختیار فرمایا ہے (جیسا کہ ان کی ایک قلمی تحریر میں ہے جو انہوں نے رسالہ مغفرتِ ذنب کی اشاعت

سے پہلے علماء و زعماءِ اہلِ سنّت آف حیدر آباد کے نام ارسال فرمائی تھی) جو قطعاً خلافِ واقعہ ہے کیونکہ انہوں نے اپنی اس سے پہلے اور بعد کی تحریرات و تقریرات میں ترجمۂ اعلیٰ حضرت کو غلط، نامقبول، مردود، عقلاً نقلاً مخدوش، احادیثِ صحیحہ کے خلاف، عقائد و نظریّاتِ صحابہ کے برعکس، تحریف اور معاذاللہ شانِ رسالت کو کم کرنے والا کہا ہے (جیسا کہ خصوصاً ان کی متنازع فیہ کیسٹ اور رسالہ مغفرت ذنب میں موجود ہے جس کی مکمّل تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے فلیلاحظ)۔ جو ان کی اپنے جرم کو چھپانے کی ایک ناکام کوشش اور سعیٔ مذموم ہے اور عذرِ گناہ بدتر از گناہ کی صحیح مصداق۔ باتیں بنانے کی بجائے بہتر تو یہ تھا کہ وسعتِ ظرفی اور اخلاص کامظاہرہ کرتے ہوئے کنزالایمان کے نظریۂ تغلیط سے صاف تائب ہو جاتے جس سے انہیں غلط بیانی پر غلط بیانی کرنے کی نوبت بھی نہ آتی۔ ان کی دنیا و آخرت بھی سنور جاتی۔ یہ بحران ختم ہو جاتا اور اہلِ سنّت کی یہ ذہنی پریشانی بھی رفع ہو جاتی۔

صاحبزادہ صاحب کا ایک اور افتراء:۔

صاحبزادہ صاحب نے محالِ استغفار بیان فرماتے ہوئے ایک مقام پر فرمایا ہے کہ "حضور نے ہمیں بتانے کے لئے، ہمیں سمجھانے کے لئے پڑھا" "استغفر اللہ ربّی من کل ذنب و اتوب الیہ" (جیسا کہ ان کے متنازع بیان کی کیسٹ وغیرہ میں ہے ملاحظہ ہو صفحہ نمبر ۲۹ کتاب ہٰذا)۔

اقول:۔

صاحبزادہ صاحب نے اپنے اس ارشاد میں رسول اللہ ﷺ سے جن کلماتِ استغفار کو منسوب کیا ہے، وہ انہیں حدیث کی کسی معیاری کتاب کے مستند طریق سے ثابت فرمائیں ورنہ عمداً یا سہواً و خطاء آپ ﷺ پر باندھے گئے

اپنے اس افتراء سے توبہ کریں ----- واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

بناوٹی عقیدت:۔

صاحبزادہ صاحب نے کنزالایمان کی شدید تغلیط کے ساتھ ساتھ مختلف طریقوں سے عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ یہ ان کا آپ سے محض علمی و تحقیقی اختلاف ہے اس کے باوجود انہیں اعلیٰ حضرت سے بے پناہ عقیدت اور ان کے دل میں آپ کا بے حد احترام ہے۔ اعلیٰ حضرت کے ساتھ ان کے بزرگوں (حضرت شاہ رکن الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ) کے گہرے مراسم اور تعلّقات تھے۔ حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود صاحب دامت برکاتہم کی بھی آپ کی تعلیمات کو پھیلانے یں بڑی خدمات ہیں جو کہ رشتہ میں ان کے حقیقی ماموں ہیں (ملخصاً)۔ ملاحظہ ہو (مغفرتِ ذنب' صفحہ نمبر ۱۰۔ ۴۸)۔

الجواب:۔

اقول۔

ے اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

آپ کے بزرگوں کو واقعی' عشق کی حد تک اعلیٰ حضرت سے عقیدت تھی اور اعلیٰ حضرت بھی ان کا دل سے احترام فرماتے تھے۔ اس سلسلہ میں حضرت پروفیسر صاحب مدظلّہ العالی کی خدمات بھی نہایت قابلِ قدر ہیں مگر آپ کا اپنے بارے میں یہ دعویٰ محلِ نظر ہے اس لئے آپ کا اپنے ان بزرگوں کو اس کی مثال بنا کر پیش کرنا قطعاً غلط اور قیاس مع الفارق ہے کیونکہ ان کا اعلیٰ حضرت کے ساتھ آپ

جیسا جارِحانہ طرزِ تخاطب اور ظالمانہ رویّہ ہرگز نہیں تھا (اور نہ ہے) پس آپ کا یہ دعویٰ "پدرم سلطان بُود" کا آئینہ دار ہے۔ ورنہ بتائیں کیا سچّی عقیدت اور والہانہ محبت میں بے ادبی کا عنصر ہوتا ہے؟ اور کیا آپنے اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کو نا مقبول، مردود، تحریف، احادیثِ صحیحہ کے خلاف، عقلاً نقلاً مخدوش، نظریّاتِ صحابہ کرام کے منافی اور شانِ رسالت کو کم کرنے والا نیز آپ کے اس ترجمہ کی تائید کو آپ سے "کافرانہ عقیدت" نہیں کہا اور کیا یہ آنجناب کی اعلیٰ حضرت کی شان میں گستاخی نہیں؟

بہرحال اگر آپ کا یہ اختلاف آپ کے بقول واقعی محض علم و تحقیق کی بناء پر تھا یا اس کے بارے میں آپ کو کوئی غلط فہمی ہو گئی تھی تو آپ کی اس تحقیق کا انتہائی غلط ہونا ہم نے ٹھوس دلائل کی رو سے ثابت کر دیا ہے اگر آپ اعلیٰ حضرت سے عقیدت و احترام کے اپنے اس دعویٰ میں صادق ہیں تو پہلی فرصت میں ("توبة السر بالسر و توبة العلانيّة بالعلانيّة" کے مطابق) اپنے اس نظریّہ تغلیط سے فوراً اعلانیہ تائب ہو کر اہلِ سُنّت کو مزید انتشار و خلفشار کا شکار ہونے سے بچائیں کہ مسلک و اہلِ مسلک اس قسم کے اختلافات کے قطعاً متحمّل نہیں۔ اب پتہ چلے گا کہ آپ اپنے اس دعویٰ میں کتنے سچّے ہیں (ناراضگی معاف) ۔:

الجھا جو پاؤں یار کا:۔

صاحبزادہ صاحب نے ایک طرف تو اعلیٰ حضرت اور آپ کے ترجمہ کے بارے میں متذکرہ بالا الفاظ ارشاد فرمائے ہیں پھر دوسری طرف آپ کو اللہ تعالیٰ کا ولیِ کامل مانتے ہوئے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ "اعلیٰ حضرت کی ذات اس دور کی ایک محیّر العقول علمی اور روحانی شخصیّت تھی (الیٰ جس کی) نظیر اس صدی میں ملنا

مشکل ہے (الیٰ) اس گروہ (اولیاء) کا بغض زہرِ قاتل ہے اور ان پر طعن کرنا ہمیشہ کی مایوسی کا باعث ہے۔ شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں کہ کہ الٰہی! تو جس کو اپنے دربار میں دھتکارنا چاہتا ہے اس کو تو ہمارا مخالف بنا دیتا ہے (مکتوباتِ امامِ ربّانی، مکتوب نمبر ۱۰۶) اھ ملخصاً۔ ملاحظہ ہو (مغفرتِ ذنب، صفحہ نمبر ۱۰۔ ۱۲)

اقول:۔

تو کیا اس سے انہوں نے اپنی سعادت مندی پر رجسٹری نہیں کر دی اور کیا ان پر ان کے یہ الفاظ پورے پورے صادق نہیں آ رہے اور کیا اس کا لازمی نتیجہ یہ نہیں کہ:

ع اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

نیز

الجھا جو پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیّاد آ گیا

لطیفہ (دھندے کا):۔

مؤیّدینِ "کنزالایمان" پر ہٹ کرتے ہوئے صاجزادہ صاحب اعلیٰ حضرت کے حوالہ سے ارشاد فرماتے ہیں "نہ ان کے نام پر اپنے مدرسوں، رسالوں اور خانقاہوں کے نام رکھ کر کھانے کمانے کا ہمارا کوئی دھندہ ہے بلکہ ہمارے دارالعلوم کا نام تو جامعہ مجدّدیہ ہے۔ ہم تو حضرت امامِ ربّانی مجدّدِ الفِ ثانی کے منگتے اور انہیں کے نام کا کھاتے ہیں" اھ۔

اقول:۔

یعنی کھانے کمانے کا دھندہ تو ہے البتہ صرف عنوان کا فرق ہے لاحول ولا

قوۃ الاّ باللہ۔ پھر کیا آپ کی یہ تقسیم و تفریق اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے صاف اظہار برائت نہیں اور کیا اس کی روشنی میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے آپ کی بے پناہ عقیدت و احترام کے دعاوی (جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ان) کا بے بنیاد اور محض ڈھونگ ہونا واضح نہیں ہوتا؟

؎ آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

متفرّق اعتراضات اور اعذار مبیحہ کا آپریشن :۔

ذیل میں علاّمہ صاحب اور صاحبزادہ صاحب کے متفرّق اعتراضات اور ان کے "اعذارِ مبیحہ" کا آپریشن کیا جاتا ہے جن کی آڑ میں انہوں نے ترجمۂ اعلیٰ حضرت کے خلاف اپنے اس گھناؤنے اقدام کو درست اور اپنے اس نظریّۂ تغلیط کا جواز' ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ (فلیلا حظ)۔

امام ابنِ ہمام اور علاّمہ شامی سے اعلیٰ حضرت کے اختلاف کا بہانہ

چنانچہ علاّمہ صاحب موصوف نے شرح صحیح مسلم (جلد نمبر ۷' صفحہ نمبر ۳۴۶) میں اور صاحبزادہ صاحب نے اپنے متنازع فیہ لیکچر میں (جن کی کیسٹ محفوظ ہے اور اس کیسٹ سے نقل شدہ تحریر کتاب ہٰذا کے آخر میں منسلک ہے۔) اپنے اس اقدام کے صحیح ہونے کی توجیہ میں کہا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے بھی تو بڑے بڑے علماء و فقہاء سے بعض مسائل میں اختلاف کیا ہے۔ جیسے امام ابنِ ہمام حنفی اور علاّمہ ابنِ عابدین شامی حنفی وغیرھما (رحمہم اللہ اجمعین) جب کہ اوّل الذکر کو آپ محقّق علی الاطلاق لکھتے ہیں لیکن آپ نے ان حضرات کی بیس بیس غلطیاں نکال کر اسے "تطفّل" کا عنوان دیا ہے جو

اس امر کی دلیل ہے کہ ہمیں بھی دلائل کی رو سے اعلیٰ حضرت سے اختلاف کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ صاحبزادہ صاحب نے اپنے اِس موقف کی تائید میں حضرت مفتی سیّد شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مضمون کی ایک عبارت کا ایک حصّہ بھی پیش کیا ہے اھ۔ (ملخصاً)۔

الجواب :۔

اقول و باللہ التوفیق والتسدید۔ جہاں تک بعض اجتہادی قسم کے مسائل میں نیک نیتی (اور محض تحقیقی حوالہ) سے اہلِ علم حضرات کے لئے فی نفسہٖ علمی و تحقیقی اختلاف کے جواز (اور شرعاً اس کی گنجائش کے ہونے کا) تعلق ہے؟ تو اس میں کسی ایک بھی منصف مزاج اہلِ علم کو کسی قسم کا کوئی کلام نہیں بلکہ یہ اصولاً سب کے نزدیک متفق علیہ ہے مگر بایں ہمہ یہ عذر ان حضرات کو قطعاً کسی طرح مفید نہیں اور نہ ہی ہمیں کچھ مضر ہے کیونکہ یہ بات خود ان کو بھی تسلیم ہے کہ اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ان مسائل میں ان علماء و فقہاء سے محض بے بنیاد دعاوی کی بنیاد پر نہیں بلکہ نہایت درجہ دیانتداری سے اور محض اپنی شرعی ذمّہ داری پوری کرتے ہوئے ناقابلِ تردید اور محکم دلائل کے ذریعہ اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ صاحبزادہ صاحب کے اس لیکچر میں یہ لفظ ہیں کہ (" اعلیٰ حضرت) دس دس دلیلوں سے ان کا ردّ کرتے ہیں "۔ نیز پھر زبردست دلیل لاتے ہیں " (وغیرہ)۔ جب کہ علّامہ صاحب اور صاحبزادہ موصوف، اعلیٰ حضرت کے مبحث فیہ ترجمہ کے خلاف اس نہج پر کوئی تسلّی بخش دلیل قائم کرنے سے قطعاً عاجز اور ناکام رہے (جس کی مفصّل تفصیل گزر چکی ہے)۔

بالفاظِ دیگر اعلیٰ حضرت نے اس مقام پر اپنی کوئی بات دلائل کے بغیر نہیں کی جب کہ ان حضرات نے باتیں تو بہت کی ہیں مگر ان کے اثبات میں کوئی

ایک بھی صحیح اور معیاری شرعی دلیل پیش نہیں کر سکے اور نہ ہی یہ ان کے بس کا روگ ہے بلکہ چلتے چلتے اتنے بے ہوش ہوئے ہیں کہ کئی مقامات پر اعلیٰ حضرت کے اس ترجمہ کی صحت کو تسلیم کر کے اپنے موقف کے غلط ہونے پر رجسٹری بھی کر دی ہے (کما مرّ تفصیلہ' مع الدلائل)

علاوہ ازیں الفضل للمتقدم کی حقیقت کے اعتراف کے باوجود حق یہ ہے کہ امامِ اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ علم و فضل اور تحقیق و تدقیق کے حوالہ سے علّامہ ابنِ ہمام اور علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہما سے بدرجاتِ کثیرہ زائد اور کئی گنا ان سے بڑھ کر ہیں جس کا اندازہ آپ کی تصانیفِ جلیلہ اور توالیفِ انیقہ (بالخصوص فتاویٰ رضویہ) اور ان حضرات کی کتب کے تقابلی مطالعہ سے کیا جا سکتا ہے۔

نیز آپ بفضلہ تعالیٰ مجدّدِ دین ہیں (کہ آپ کی ذات میں شرائطِ تجدید علی الوجہ الاتم موجود تھیں) جب کہ یہ حضرات نہایت درجہ اعلیٰ پایہ کے فقیہ ہونے کے باوجود اس منصبِ جلیل پر فائز نہیں فرمائے گئے۔

؎ ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

نیز اپنوں بیگانوں اور عرب و عجم کے سینکڑوں مشاہیر نے بیک زبان و بیک قلم آپ کے علمی و فقہی لوہے کو مان کر آپ کو نہ صرف اماثل و اقران بلکہ متعدّد متقدّم بالزمان علماء و فقہاءِ اسلام پر بھی فائق و راجح مانتے ہوئے آپ سے شرفِ تلمذّ کو سعادت قرار دیا اور علومِ ظاہرہ و باطنہ میں آپ سے سندیں لیں اور آپ کو شیخِ وقت تسلیم کیا۔ جیسا کہ "حسام الحرمین" "الدولۃ المکیۃ" اور "کفل الفقیہ الفاہم" پر علماء و مشائخِ حرمین طیبین کی تقریظات نیز الصوارم الہندیۃ میں درج برصغیر کے سینکڑوں علماءِ اسلام کے بیانات اس پر شاہدِ عدل ہیں۔

جن میں سے بطورِ نمونہ بعض حسبِ ذیل ہیں :۔

اعلیٰ حضرت کا علمی و فقہی مقام' علماءِ عرب و عجم کے اقوال سے :۔

علاّمہ احمد مکّی کا قول :۔

" هو التقی النقی العالم العامل والفاضل الكامل الاديب الاريب الحسيب النسيب الحاوی جميع العلوم من المنطوق و المفهوم محی الشريعة السنة و مؤيّد الطريقة الرضية الملک السعيد والفلک الفريد سراج الزمان مولانا المولوی الحاج محمد احمد رضا خان"

علاّمہ کریم اللہ مدنی :۔

" انی مقيم بالمدينة الامنية منذ ستين و ياتيها من الهند الوف من العٰلمين فيهم علماء و صلحاء واتقياء رايتهم يدورون فی سكک البلد لايلتفت اليهم من اهله احد واری العلماء و الكبار العظماء اليک مهر عين باجلالک مسرعين ذلک فضل اللّٰه يؤتيه من يشاء واللّٰه ذو الفضل العظيم"

یعنی میں بلدِ امین مدینہ (منوّرہ) میں عرصہ سے رہ رہا ہوں۔ یہاں پر برِصغیر سے ہزاروں اہلِ علم آتے رہتے ہیں جن میں علماء' صلحاء اور بڑے بڑے متقی لوگ ہوتے ہیں۔ میں انہیں اس شہر کی گلیوں میں پھرتا دیکھتا ہوں کہ کوئی ان کی طرف التفات بھی نہیں کرتا اور اب میں علماء اور بڑی بڑی معظم ہستیوں کو

دیکھتا ہوں کہ وہ آپ کے گرد جمع اور آپ کی قدر افزائی میں کوشاں ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس سے جسے وہ چاہے نواز دے اور اللہ بڑے فضل و عظمت والا ہے اھ۔

علامہ محمد مختار مکی :۔

" کأنّہ من معجزات نبینا ﷺ " آپ ہمیں ہمارے نبی ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ لگتے ہیں۔

نبیرۂ امام دحلان مکی :۔

" فسبحٰن من خص مؤلّفه بكمالات لمعة نفس خباه لهذاالدهر " پاکی اس ذات کی جس نے اس (کتاب الدولۃ المکیۃ) کے مؤلف کو بزرگ کمالات سے نوازا اور اسے اس دور کے لئے چھپائے رکھا۔

علامہ سید اسمٰعیل خلیل مکی :۔

" واللّٰه اقول والحق اقول لوراٰها ابو حنيفةُ النعمان لاقرت عينيه وجعل مؤلّفها من جملة الاصحاب " یعنی اللہ کے نام کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ اگر آپ (اعلیٰ حضرت) کے مجموعہ فتاویٰ (فتاویٰ رضویہ) کو امام اعظم ابو حنیفہ نعمان دیکھ لیتے تو اس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور وہ اس کے مؤلف کو اپنے اصحاب کے زمرے میں شامل فرماتے اھ۔

علامہ سیّد عبد القادر طرابلسی مدنی :۔

العلامة النحرير والفهامة الشهير حامی الملة المحمدیّة الطاهرة مجدّد المائة الحاضرة استاذی و قدوتی مولانا الشيخ احمد رضا

علّامہ موسیٰ شامی :۔

" امام الائمۃ المجدّد لھذہٖ الامۃ امر دینھا "

مکمّل تفصیل کے لئے مندرجہ بالا کتب کے علاوہ مجموعہ رسائلِ رضویہّ نیز حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمدؔ مسعود احمد صاحب نقشبندی مجددؔی کی کتاب "فاضل عربی علماءِ حجاز کی نظر میں" کا مطالعہ کیا جائے (واضح رہے کہ پروفیسر صاحب موصوف' صاحبزادہ صاحب ہی کے خاندان کے ایک عظیم چشم و چراغ اور ان کے حقیقی ماموں ہیں)۔۔۔۔

علّامہ صاحب کے حق پرستی کے بہانہ کا آپریشن :۔

علّامہ صاحب نے مصنوعی حق پرستی کی آڑ میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کو غلط مان لینے کا مفت مشورہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ "تحقیق و تفحّص کے دروازے بند نہیں ہوئے ہیں اگر ہمیں اپنے اکابر کی عبارات میں کوئی بات خلافِ تحقیق نظر آئے تو ہمیں فراخدلی اور وسیع النّظری کے ساتھ یہ مان لینا چاہئے کہ یہ بات خلافِ تحقیق ہے۔ اور یہی حق پرستی کی علامت ہے۔ ہمیں آج تک اپنے مخالفین سے یہ گِلہ رہا ہے کہ وہ اپنے اکابر کی غلط عبارات کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں اور غلط اور بے جا تاویلات کرکے عبارات کو صحیح بنانے پر ادھار کھائے بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ چیز اکابر پرستی ہے حق پرستی نہیں ہے"۔ اھ بلفظہٖ۔ ملاحظہ ہو (شرح صحیح مسلم جلد ۷ صفحہ ۳۴۶)۔

الجواب :۔

اقول : ہر کسی کو کسی کی کسی بات کا خلافِ تحقیق نظر آجانا اس کے واقع

میں غلط ہونے کو مستلزم نہیں کیونکہ نظر آ جانے اور واقع میں اسی طرح ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے جب کہ نظر و اہلِ نظر کا کسی مسئلہ میں خطا کھا جانا بھی نہ صرف ممکن بلکہ امرِ واقع ہے۔ پس علی الاطلاق یہ کہنا کہ "اکابر کی عبارات میں کوئی بات خلافِ تحقیق نظر آئے تو" الخ قطعاً غلط ہے بلکہ اس طرح کہنا صحیح ہے کہ "خلافِ تحقیق ثابت ہو جائے تو الخ۔ جب کہ زیرِ بحث ترجمۂ اعلیٰ حضرت کا خلافِ تحقیق ہونا بھی ہرگز ثابت نہیں (کمامرّ) بلکہ وہ صرف جوشِ تحقیق میں علّامہ صاحب کو خلافِ تحقیق نظر آگیا ہے جو ان کی کرامت ہے، پس اگر کسی چیز کو صحیح پرکھنے میں کسی کی نظر کو دھوکہ لگ گیا ہو تو اس میں اس نظر کی بجائے اس چیز کا کیا قصور ہے؟ پھر مجتہد بننے کا شوق اور تحقیق و تفحّص کے جوش میں علّامہ صاحب ایسے بے ہوش ہوئے کہ اعلیٰ حضرت کے اس ترجمہ اور اس کے حامیوں کو دیا بنہ اور ان کی گستاخانہ عبارات سے تشبیہ دے گئے مگر انہیں اس کا احساس تک نہ ہوا کیونکہ ان کی منقولہ بالا اس عبارت میں "مخالفین" اور "ان کی عبارات" سے مراد گستاخانِ نبوّت اور ان کی وہ گستاخانہ عبارات ہیں جن پر اس وقت کے عرب و عجم کے سینکڑوں مشاہیر علماء نے کفر کا فتویٰ دیا تھا (جس کی تفصیل "حسام الحرمین" اور "الصوارم الہندیّہ" وغیرھما میں ہے) پھر بھی وہ اسے اپنے لفظوں میں "فراخدلی" "وسیع النظری" اور "حق پرستی" کا نام دیتے ہوئے اس کے متعلّق اتنا کہتے ہیں کہ "لیکن اس کو زیادہ سے زیادہ خلافِ تحقیق کہا جا سکتا یا علمی تسامح پر محمول کیا جا سکتا ہے، اس سے زائد کچھ نہیں"۔ ملاحظہ ہو (شرح صحیح مسلم جلد ۷ صفحہ ۳۴۶):

ع ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہیئے؟

خلاصہ یہ کہ علّامہ صاحب کا اس مقام پر مخالفین اور ان کی عبارات کا

حوالہ دینا درست نہیں کیونکہ ان کی وہ عبارتیں بالاتفاق گستاخانہ اور کفریہ ہیں جب کہ اعلیٰ حضرت کا یہ ترجمہ قطعاً اس سے پاک بلکہ خود علامہ صاحب کے اقرار سے اس کی اصل، سلف سے ثابت ہے اور یہ ترجمہ عظمتِ رسول ﷺ کے تحفظ کی غرض سے کیا گیا ہے (کما فی شرح صحیح مسلم جلد ۷ صفحہ ۳۴۶)۔ اور اگر اس تشبیہ کو درست مان لیا جائے تو اس سے نہ صرف ترجمۂ اعلیٰ حضرت معاذ اللہ گستاخیٔ رسالت قرار پائے گا بلکہ "اسے زیادہ سے زیادہ خلافِ تحقیق" قرار دے کر اور گستاخی کو گستاخی نہ کہہ کر خود علامہ صاحب گستاخ اور اپنے لفظوں میں "فراخدلی"، "وسیع النظری" اور "حق پرستی" کی بجائے خود ہی اپنے اس جملہ کے مصداق قرار پا جائیں گے کہ یہ چیز "اکابر پرستی" ہے "حق پرستی" نہیں"۔

؎ یوں نہ دوڑیئے برچھی تان کر
اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

اعلیٰ حضرت پر ہِٹ کا آپریشن:۔

صاحبزادہ صاحب نے علامہ ابنِ ہمام اور علامہ شامی رحمہما اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس بات کو حد سے زیادہ اچھالا اور بار بار گویا اپنا کوئی حق منوانے کی کوشش کی ہے اور اس ضمن میں کسی کتاب کے حوالہ سے یہ جملہ نہایت طنزیہ انداز میں پیش کیا ہے کہ "امام احمد رضا خان تو بہت دور کی چیز ہے"۔ بلکہ اعلیٰ حضرت کو مخاطَب بنا کر فاتحانہ انداز میں یہ لفظ بھی کہے ہیں کہ "آپ کیسے کہتے ہیں کہ اُمّت کے سارے گناہ معاف ہو گئے"۔ (جو کہ ان کی کیسٹ میں ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ نمبر ۳۰۰ کتاب ہٰذا)۔

الجواب :۔

صاحبزادہ صاحب کا بلند علمی مقام :۔

اس کے جواب میں مزید اتنا گزارش ہے کہ صاحبزادہ موصوف نے اپنے اس لیکچر میں لفظِ ''عِصمَتْ'' کو ''عُصُمَتُ'' ''مُخَالِفَتُ'' کو ''مُخَالَفَتُ''۔ ''میری ذات کے لحاظ سے'' کو ''میرے ذات کے لحاظ سے'' کہا اور آیتِ فتح کو کئی بار ''لِیَغْفِرَلَکَ اللّٰہُ'' کی بجائے ''لِیَغُفُرَلَکَ اللّٰہُ'' پڑھا ہے۔ نیز ان کی اسی کیسٹ میں ان کی لفظ ہیں کہ ''حضورِ اکرم ﷺ سے صحابہ نے فرمایا'' نیز اسی میں ان کے لفظ ہیں کہ صحابۂ کرام صاف فرما رہے ہیں واضح طور پر فرما رہے ہیں یا رسول اللہ! نیز اسی میں ہے کہ ''صحابہ کرام یہ فرما رہے ہیں کہ اے محبوبؐ ''۔ نیز اسی میں حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب گولڑوی علیہ الرحمۃ کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے۔ ''ایسا محقق اتنا بڑا امام ہے' اہلِ سنّت کا جس پر احسان ہے'' ۔ (حالانکہ ''اہلِ سنّت پر جس کا احسان ہے''۔ کہنا چاہئے تھا)۔

علاوہ ازیں انہوں نے اعلیٰ حضرت کے ترجمۂ قرآن کنزالایمان کو بار بار اعلیٰ حضرت کی تفسیر کہا۔ نیز ردّالمحتار اور شامی کو علیٰحدہ دو کتابیں کہا حالانکہ یہ دونوں ایک ہی کتاب کے دو نام ہیں۔ نیز آیتِ فتح کی ایک تفسیر بیان کرنے کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہا ہے کہ اس میں ''آپ کے شکر نہ کرنے کی معافی مراد ہے''۔ حالانکہ ''کماحقہ' شکر نہ کر سکنے'' کے لفظ ہوتے تو موجّہ ہو سکتے تھے۔ ان کے یہ لفظ اپنے اس مفہوم میں واضح ہیں کہ معاذ اللہ سرکار نے اللہ کی نعمتوں کا سرے سے شکر کیا ہی نہیں جو یقیناً آپ کی شان میں سوءِ ادبی ہے اگرچہ نادانستہ سہی۔

سبحان اللہ! یہ ہیں اعلیٰ حضرت جیسی مجسّمِ علم ہستی سے پنگا ڈال کر ان سے

اختلاف کا حق رکھنے والے بزرگ۔ اگر یہ لیکچر کی بجائے کوئی امتحانی پیپر ہوتا تو مُمتحن انہیں بری طرح فیل کرتے ہوئے زِل بٹہ زِل قرار دیتا۔ پس اگر کسی کو اعلیٰ حضرت سے اختلاف کا حق ہو بھی سہی تو بھی اس کا آپ جیسے "مجتہد" "محقق" اور "اہلِ علم" کو قطعاً کوئی حق نہیں ہو سکتا جو ایک مختصر سے مضمون میں اتنی فحش غلطیوں کا ڈھیر لگا دے جسے عام بولے جانے والے لفظ تک صحیح بولنے نہ آئیں اور قرآن کی آیات کو بھی درست نہ پڑھ سکے اور جسے اتنا بھی علم نہ ہو کہ شامی اور ردّ المختار ایک ہی کتاب کے دو نام ہیں یا یہ دو علیٰحدہ کتابیں ہیں (وغیرہ)، پھر اس کے باوجود جہل مرکب کا شکار ہو کر اعلیٰ حضرت کا مدِّمقابل ہونے کے خواب بھی دیکھے :

ع دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بند قبا دیکھ

حضرت گولڑوی پر افتراء کا آپریشن :۔

صاحبزادہ صاحب نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ترجمہ کو غلط کہہ کر آپ سے اپنے اس اختلاف کا جواز پیش کرنے کی غرض سے ایک بات یہ کی ہے کہ اعلیٰ حضرت نے سیاہ خضاب کی حرمت کا فتویٰ دیا تھا جس سے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی نے نہ صرف یہ کہ اس سے اختلاف کرتے ہوئے اس کے جواز کا قول کیا بلکہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ "بالکل غلط ہے اعلیٰ حضرت نے جو لکھا ہے"۔ جو صاحبزادہ صاحب کا ان پر شدید افتراء اور سخت خلافِ واقعہ امر ہے۔ ذرہ بھر بھی صداقت ہے تو وہ اپنے اس دعویٰ (تغلیط) کو حضرت گولڑوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کی کسی مستند طریق سے ثابت شدہ تحریر سے ثابت کریں۔ دیدہ باید۔۔۔

قوالی کی مثال کا آپریشن :۔

صاحبزادہ صاحب موصوف نے اس سلسلہ کی ایک اور مثال قوالی کو بنایا ہے کہ اعلیٰ حضرت قُدِّسَ سِرُّہٗ نے اپنی کتاب میں اسے زنا کی طرح حرام کہا ہے جب کہ غزالیٔ زماں امامِ اہلِ سنت علامہ سیّد کاظمی فاطمی رحمۃ اللہ علیہ اور ملک التدریس علامہ عطا محمد صاحب بندیالوی نے (ان کے لفظوں میں) "اتنے موٹے موٹے رسالے لکھے کہ سماع مزامیر کے ساتھ سننا جائز ہے یہ غلط ہے اعلیٰ حضرت کا فتویٰ کہ سماع مزامیر کے ساتھ سننا جائز نہیں ہے یہ بالکل جائز ہے اور بالکل غلط بات ہے ان کی"۔ اھ بلفظہٖ (ملاحظہ ہو ان کی کیسٹ سے نقل شدہ تحریر صفحہ نمبر ۳۱۱)

احکامِ شریعت اعلیٰ حضرت کی تالیف نہیں :۔

الجواب :۔

اقول : اولاً : صاحبزادہ صاحب نے جس کتاب کو اعلیٰ حضرت سے منسوب کر کے اس کا حوالہ دیا ہے وہ غالباً "احکامِ شریعت" ہے جب کہ تحقیق یہ ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تصنیف یا تالیف نہیں۔ جس کی ایک دلیل یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کی ہر کتاب کا نام تاریخی ہے یعنی بحسابِ جمل آپ کی ہر کتاب کے نام کے اعداد اس کے سنِ تصنیف و تالیف کو ظاہر کرتے ہیں۔ "احکامِ شریعت" نام اس معیار پر پورا نہیں اترتا کیونکہ اس کے کل اعداد ۱۰۵۰ (ایک ہزار پچاس) ہیں جب کہ اعلیٰ حضرت ۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے۔ پس اسے اگر آپ کی تصنیف یا تالیف مان لیا جائے تو اس سے نتیجہ یہ نکلے گا کہ آپ نے یہ کتاب اپنی پیدائش سے ۲۲۲ (دو سو بائیس) سال پہلے لکھی تھی جو اس کے ناشرین یا حضرت

صاحبزادہ صاحب موصوف کی بہت بڑی تاریخی کرامت ہے۔

علاوہ ازیں اسی احکامِ شریعت میں اس کے حصہ ۲ کے بعد اور حصہ ۳ سے پہلے (صفحہ نمبر ۱۵۵ سے صفحہ نمبر ۱۶۴ تک) اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ کے ملفوظ شریف بھی "عرض" اور "ارشاد" کے عنوانات سے شامل ہیں۔ پس اگر یہ آپ کی تصنیف یا آپ کی تألیف ہو تو اس کا واضح مطلب یہ ہو گا کہ اعلیٰ حضرت یہ فرما رہے ہیں کہ لوگوں نے مجھ سے فلاں فلاں موقع پر "عرض" کی تو میں نے انہیں یہ یہ "ارشاد" فرمائے۔ جو نہایت درجہ مضحکہ خیز اور غلط ہے۔ یہ بھی اس امر کی واضح دلیل ہے کہ "احکامِ شریعت" نامی کتاب جو اعلیٰ حضرتِ سے منسوب ہے قطعاً آپ کی تصنیف یا تألیف نہیں بلکہ یہ کسی اور شخص کی تالیف ہے جس نے اعلیٰ حضرت سے منسوب، متفرق فتاویٰ اور آپ کے بعض ملفوظات کو یکجا جمع کر کے انہیں احکامِ شریعت کے نام سے شائع کر دیا ہے۔ رہا یہ کہ اس میں درج کردہ فتاویٰ میں سے کون سا فتویٰ واقع میں اعلیٰ حضرت کا محرّرہ ہے اور کون سا آپ کا تحریر کردہ نہیں؟ اس سے اس کے مؤلف کو کوئی سروکار نہیں۔ پس ایسی صورت میں احکامِ شریعت میں درج فتاویٰ کی حقیقت سے باخبر ہونے کے لئے اصولاً فتاویٰ رضویہ (وغیرہ آپ کی اصل کتب) سے مراجعت ضروری ہوئی، اس کا جو فتویٰ، خصوصاً فتاویٰ رضویہ سے متصادم ہو گا اور تطبیق کی بھی کوئی صورت نہ نکلے گی وہ یقیناً آپ کا نہیں ہو گا کیونکہ فتاویٰ رضویہ مکمل طور اعلیٰ حضرت کی اجازت سے آپ کی زندگی میں شائع ہوا تھا جس کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ احکامِ شریعت میں انشورنس (بیمہ پالیسی) کو جائز جب کہ فتاویٰ رضویہ میں اسے حرام لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو (احکامِ شریعت صفحہ نمبر ۱۲۶ طبع لاہور فتاویٰ رضویہ جلد نمبر ۷ صفحہ نمبر ۱۱۲، ۱۱۳ طبع کراچی)۔ پس اس صورت میں یہی کہا جائے گا کہ احکامِ شریعت میں درج یہ فتویٰ، آپ سے غلط منسوب ہے جب کہ ان دونوں میں

تطبیق بھی ناممکن ہے۔

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی سے اس کی تائید:۔

کچھ عرصہ کے بعد حضرت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی کا مجموعہ فتاویٰ نظر سے گزرا تو اس میں بھی یہی لکھا پایا کہ احکامِ شریعت کے بارے میں آپ بھی یہی فرماتے تھے کہ یہ اعلیٰ حضرت کی تصنیف یا تألیف نہیں۔ نیز یہ کہ اس کے جامع کوئی سیّد شوکت علی صاحب نامی ایک غیر عالم اور غیر معروف شخص ہیں۔ ملاحظہ ہو (العطایا الاحمدیّہ فی فتاویٰ نعیمیہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۔ ۲۴۔ ۲۵، طبع لاہور)۔

اس موافقت سے بے حد قلبی مسرّت ہوئی پس فقیر اپنے اس عندیّہ میں متفرد نہیں۔ والحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک۔

لطیفہ حیدر آباد کا:۔

۱۹۹۶ء کے ماہ صفر المظفّر میں فقیر کو "عشرۂ امام احمد رضا" کے سلسلہ میں حیدر آباد حاضری کا اتّفاق ہوا۔ اس دوران ایک جلسۂ عام میں مجھ سے احکامِ شریعت میں درج بیمہ کے متعلق فتویٰ کے بارے میں کسی نے پرچی کے ذریعہ پوچھا تو میں نے جواباً اس حوالہ سے احکامِ شریعت کے مقابلہ میں فتاویٰ رضویّہ کے فتویٰ کو راجح بتایا۔ اس پر وہاں کے ہمارے ایک پرانے کرمفرما کو طیش آیا تو انہوں نے اس پر اپنے مدرسہ میں اپنے طلباء و حاضرین کو لیکچر دے دیا اور ارشاد فرمایا کہ حضرت مفتی وقارالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اعلیٰ حضرت کے فتووں کو سمجھنا بچّوں کا کام نہیں اور فرمانے لگے کہ احکامِ شریعت والے فتوے کا تعلق اس بیمہ سے ہے جو کافروں سے کیا جائے جب کہ فتاویٰ رضویّہ والے فتوے کا تعلق

اس بیمہ سے ہے جو کسی مسلمان کمپنی سے کیا جائے۔ پھر اگلی شب دوسری جگہ ایک جلسۂ عام تھا' اس حوالہ سے پھر پرچی آ گئی' فقیر نے مکمّل تفصیل بیان کرتے ہوئے اس کی سیر حاصل بحث کی اور فتاویٰ رضویہّ جلد ۷ صفحہ ۱۱۲ سے پڑھ کر سنایا کہ فتاویٰ رضویہّ والا فتویٰ بھی کافر کمپنی کے بیمہ سے متعلق ہے' چنانچہ اس کے ابتدائی لفظ ہیں کہ " ایک بیمہ کمپنی جس کا مالک و مختار سب کے سب نصرانی المذہب ہیں"۔ الخ۔ میں نے کہا کہ حضرت نے سچ فرمایا ہے اور واقعی یہ درست ہے کہ اعلیٰ حضرت کے فتووں کو سمجھنا بچوں کا کام نہیں۔ یہ ترکی بہ ترکی جواب سن کر حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔ میری یہ بات مختلف ذرائع سے ان تک پہچائی گئی مگر وہ کم و بیش ڈھائی سال کا طویل عرصہ بیت جانے کے باوجود تاحال مکمّل خاموش ہیں۔ شاید تسکین حاصل ہو گئی ہے یا پھر کوئی اور معاملہ ہے؟

قریب ہوتے تو آسانی سے فیصلہ کر لیا جاتا کہ یہ صمات کس قبیل کا ہے' بُعد طویل کے باعث:

؎ ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہیئے؟

اعلیٰ حضرت علی الاطلاق عدمِ جوازِ سماع کے قائل نہیں:۔

اسی طرح قوالی کا مسئلہ ہے۔ احکامِ شریعت سے قوالی کا مطلقاً عدمِ جواز معلوم ہوتا ہے جب کہ فتاویٰ رضویہّ وغیرہ میں بعض صورتوں میں اہل کے لئے اس کا جواز مصرح ہے۔ حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو (فتاویٰ رضویہّ جلد صفحہ طبع لاہور۔ نیز رسائلِ رضویہّ جلد ۱ صفحہ ۴۷۸ طبع مکتبہ حامدیہّ لاہور)۔ لہٰذا قوالی کی مثال پیش کر کے صاحبزادہ صاحب نے جس مقصد برآری کا سوچا تھا' اس میں وہ قطعاً ناکام رہے (و ھو المقصود) ------

غزالیؒ زماں اور علاّمہ بندیالوی پر افتراء:۔

باقی صاحبزادہ صاحب کا حضور غزالیؒ زماں علیہ الرحمۃ و الرضوان اور علاّمہ بندیالوی صاحب کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے اپنے رسائل میں لکھا ہے کہ "غلط ہے اعلیٰ حضرت کا فتویٰ اور بالکل غلط بات ہے ان کی" (جیسا کہ ان کی منقولہ بالا عبارت میں ابھی گزرا ہے)؟

تو یہ بھی حضرت صاحبزادہ صاحب کا بعینہٖ اسی طرح افتراء ہے جس طرح انہوں نے حضرت پیر مہرعلی شاہ صاحب گولڑوی قُدِّسَ سِرُّہٗ پر کیا ہے۔ ذرّہ بھر بھی اس میں سچے ہیں تو وہ ان رسائل (اور ان کے مطابع نیز صفحہ و سطر نمبر کی قید سے ان) کی اصل عبارت پیش کریں۔ دیدہ باید۔

باقی اجتہادی مسائل میں کسی اہلِ علم کا محض اپنی تحقیق کو پیش کرتے ہوئے اپنی رائے قائم کرنا دوسرے علماء کی مطلقاً تغلیط کو مستلزم نہیں۔ کیونکہ اس قسم مسائل میں 'حق' دائر ہوتا ہے ورنہ ائمہ اربعہ کے فقہی مذاہب بھی معاذ اللہ باطل قرار پائیں گے جو قطعاً صحیح نہیں۔ پس حضرت غزالیؒ زماں اور علاّمہ بندیالوی صاحب نے مسئلہ ھٰذا میں اپنی اپنی تحقیق کے حوالہ سے اپنے عندیئے ضرور پیش کیے ہیں جب کہ وہ سلفاً خلفاً مختلف فیہ ہیں اور اس قسم کے اختلاف کی اس میں شرعاً گنجائش ہے۔ مگر صاحبزادہ صاحب کی طرح جارِحانہ انداز اور باغیانہ رویّہ اختیار کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی انہوں نے تغلیط قطعاً نہیں کی (فاین ھو من ھٰذین و الی اللّٰہ المشتکیٰ و ھو المستعان)۔

حضرت گولڑوی پر ایک اور افتراء:۔

صاحبزادہ صاحب نے حضرت گولڑوی سے منسوب کردہ اپنے اس غیر صادق

حوالہ کی اہمیت جتانے کی غرض سے آپ کی علمیت اور روحانیت کا ذکر بھی کیا ہے (جو اپنی جگہ مسلّم ہے) مگر اس ضمن میں بھی انہوں نے ایک خلافِ واقعہ بات' آپ سے منسوب کر دی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی اس کیسٹ میں کہا کہ "(آپ کی) روحانیت کا یہ مقام تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی سامنے بیٹھا ہوا تھا' آپ نے قلم سامنے رکھ دیا' فرمایا تو اگر برحق ہے تو قلم کو حکم دے کہ لکھ! ورنہ میں نبی کا غلام ہو کر قلم کو حکم دیتا ہوں وہ خود بخود لکھنا شروع کر دے گا"۔ اھ۔

یہ بھی ان کا آپ پر افتراء ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قادیانی دجال کو کبھی بھی حضرت کے سامنے بالمشافہ آنے کی جرأت نہیں ہو سکی۔ صرف ایک مرتبہ ایسا ہوا تھا کہ آپ کا اور اس ملعون کا مناظرہ طے پایا تھا۔ مناظرہ گاہ لاہور شہر کا ایک مقام مقرر ہوا۔ آپ مقامِ مناظرہ پر پہلے پہونچ گئے مگر اسے اپنی بِل سے نکلنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ اس کے بعد اس نے اشتہارات اور رسائل کے ذریعہ بھونکنا شروع کیا۔ اس حوالہ سے حضرت نے سیف چشتیائی وغیرہ لکھ کر قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی۔ پس وہ اپنی موت آپ مرنا شروع ہوا یہاں تک کہ لیٹرین ہی میں آخری نیند سو گیا۔ مکمل واقعہ کی پوری تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (مہرِ منیر صفحہ ۲۰۷ تا ۲۵۷ طبع گولڑہ شریف)۔

باقی قلم والی بات بھی آپ نے محض ضمنی طور پر اور وہ بھی اشارۃً فرمائی تھی اور وہ بھی اپنے مصاحبین سے۔ چنانچہ آپ کے ملفوظات مہرِ منیر (صفحہ ۲۳۴ طبع مذکور) میں ہے۔ آپ نے مرزا کی فصیح عربی اور زود نویسی کی تعلّی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ علماءِ اسلام کا اصل مقصود تحقیقِ حق اور اعلاءِ کلمۃ اللہ ہوا کرتا ہے۔ فخر و تعلی مقصد نہیں ہوتا ورنہ جناب نبی کریم ﷺ کی امّت میں اس وقت بھی ایسے خادمِ دین موجود ہیں کہ اگر قلم پر توجّہ ڈالیں تو وہ خود بخود کاغذ پر تفسیرِ قرآن لکھ جائے"۔ (مؤلف نے اس کے بعد لکھا ہے کہ "ظاہر ہے کہ اس سے

اشارہ اپنی جانب تھا"۔)۔ اھ۔

اتنی سی بات تھی اندیشۂ عجم نے جسے
بڑھا دیا فقط زیبِ داستاں کے لئے

"حیاتِ اعلیٰ حضرت" کے حوالہ سے مغالطہ کا آپریشن :۔

صاحبزادہ صاحب نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے تلمیذ و خلیفہ حضرت علاّمہ سیّد محمد ظفر الدین بہاری رحمہ اللہ کی مشہور تالیف "حیاتِ اعلیٰ حضرت" کے حوالہ سے اعلیٰ حضرت کے، حضرت مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی رحمہ اللہ کے ساتھ مسئلۂ صفات پر بے تکلّفانہ بحث میں مولانا بدایونی موصوف کے موقف کو قبول کر لینے کا ایک واقعہ بیان کر کے فاتحانہ انداز میں کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت سے نہ صرف یہ کہ غلطی ممکن ہے بلکہ خود آپ کے اقرار سے اس کا وقوع بھی ثابت ہو گیا۔ اس سے بھی صاحبزادہ صاحب کی مطلب برآری نہیں ہو سکتی کیونکہ بحث مطلقاً امکان یا وقوعِ خطا کے بارے میں نہیں بلکہ مبحث فیہ امر صرف آیتِ فتح کے تحت کیا گیا، اعلیٰ حضرت کا ترجمہ ہے لاغیر۔ جس کا غلط ہونا کسی ایک بھی صحیح اور معیاری شرعی دلیل سے ثابت نہیں بلکہ خود علاّمہ صاحب اور صاحبزادہ صاحب اس کے خلاف پورا ایڑی چوٹی کا زور صرف کر کے بالآخر یہ ماننے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے اس ترجمہ کی اصل ثابت ہے جو کئی قدیم تفاسیر میں موجود ہے (کما مرّ مرارًا) :

والفضل ما شهدت به الأعداء و لنعم ما قال شيخنا الرضاء

؎ رضا کے سامنے کی تاب کس میں
فلک وار اس پہ تیرا ظِل ہے یا غوث

پھر بر تقدیرِ تسلیم یہ اعلیٰ حضرت کی للہیّت، بہت بڑی منقبت اور آپ کی

ذات میں اہلِ حق کی روش پر جوہر قابل کے علی الوجہ الاتم موجود ہونے کی دلیل ہے اور اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ آپ حق ہی کو اپناتے تھے پس آیتِ فتح کا اختیار فرمودہ مبحث فیہ ترجمہ بھی برحق ہوا کہ آپ حق ہی کو اپنانے کے خوگر ہیں۔

علاوہ ازیں سخت حیرت انگیز اور تعجب خیز امر یہ بھی ہے کہ صاحبزادہ صاحب بار بار یہ تو کہے جا رہے ہیں کہ یہ اعلیٰ حضرت سے غلطی کے صدور کا ثبوت ہے وغیرہ۔ مگر بندۂ خدا کو اتنا سوچنے کی توفیق نہیں ملی کہ اعلیٰ حضرت سے غلطی ہو سکتی ہے تو خود ان سے کیوں نہیں ہو سکتی:

؎ الٹی سمجھ کسی کو خدا نہ دے
دے موت، پر یہ بد ادا نہ دے

مفتی سیّد شجاعت علی کے حوالہ سے مغالطہ کا آپریشن:۔

صاحبزادہ صاحب نے اپنے اس نظریۂ تغلیط اور اعلیٰ حضرت سے اختلاف کے جواز کو تحفّظ فراہم کرنے کی غرض سے مفتی سیّد شجاعت علی صاحب قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک حوالہ کو آڑ بناتے ہوئے کہا ہے کہ انہوں نے یہاں تک لکھا ہے کہ امام احمد رضا خان تو کجا آپ خود جن کے مقلّد ہیں، ائمۂ مذہب یعنی امامِ اعظم ابو حنیفہ، ابو یوسف، امام محمد سے بھی اختلافِ زمانہ کے باعث اختلاف جائز ہے۔ اھ۔

الجواب:

برتقدیرِ تسلیم یہ حوالہ بھی صاحبزادہ صاحب کو کسی طرح مفید اور ہمیں کچھ مضر نہیں کیونکہ اختلافِ زمانہ کے باعث، اختلاف کے جائز ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کچھ عرصہ کے گزر جانے کے بعد ائمّۂ مجتہدین کے فتاویٰ کو کنڈم

قرار دے کر ہر کہ ومہ ان کے خلاف زبان درازی شروع کر دے اور ان سے انحراف کر کے ڈیڑھ اینٹ کی اپنی، علیحدہ کھڑی کر دے (جیسا کہ صاحبزادہ صاحب نے خوش فہمی کی بناء پر سمجھا ہے)۔ بلکہ اس کا ایک خاص مفہوم ہے اور وہ یہ ہے کہ ائمہؒ کے جو فتوے کسی خاص سبب کی بنیاد پر ہوں، جب وہ سبب جاتا رہے تو ان کا حکم بھی موقوف ہو جائے گا۔ جیسے پنجگانہ نمازوں میں عورتوں کا مساجد میں آ کر باجماعت نماز پڑھنا وغیرہ۔

اور ایسی صورت میں نئی صورت حال کے پیشِ نظر اگر ضرورت ہو تو ان کا اور فتوٰی اور شرعی حلّ بھی تلاش کیا جائے گا اور یہ درحقیقت انہی ائمہؒ کے اصولوں کی پیروی اور انہی کے فتووں ہی کی اتباع ہے پس اسے اختلاف کا نام دینا تجوّز ہے۔ حقیقت میں یہ قطعًا اختلاف نہیں جسے زیادہ سے زیادہ ظاہری اور صوری اختلاف کہا جا سکتا ہے۔ جس کی مکمّل تفصیل فتاوٰی رضویّہ جلد اوّل میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ پس صاحبزادہ صاحب نے خود کو اعلیٰ حضرت کا مدِّمقابل بنا کر پیش کرنے کے بعد ائمہؒ مذہب تک ہاتھ ڈالنے کا جو منصوبہ اور پروگرام بنایا تھا، وہ بھی بفضلہ تعالیٰ سب خاک میں مل گیا جس پر ہم انہیں ہدیّہ تہنیّت و تبریک پیش کرتے ہیں:

ع گر قبول افتد زہے عزّ و شرف !!!

اختلافِ زمانہ کی ایک غلط مثال کا آپریشن:۔

صاحبزادہ صاحب نے مفتی صاحب موصوف مرحوم کی اس عبارت کو متن بنا کر اختلافِ زمانہ کی نوعیّت کی وضاحت کرتے ہوئے اس کی مثال لاؤڈ سپیکر پر نماز کے مسئلہ کو بنایا اور کہا ہے کہ دیکھو جب یہ آلہ مکبّرالصوت، نیا نیا مارکیٹ میں آیا تو اس وقت کے علمانے نماز میں اس کے استعمال کے ممنوع ہونے کا فتوٰی[1]

دیا۔ صاحبزادہ صاحب نے کہا کہ ان کے نانا جان حضرت مفتی محمد مظہر اللہ صاحب دہلوی علیہ الرحمۃ بھی ان مانعین میں شامل ہیں لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد زمانہ بدل گیا تو مقتدر علماء اس کے جواز کا فتویٰ دے رہے ہیں۔ فرمایا کہ وہ اپنے نانا جان کے بر خلاف خود بھی مجوزین میں شامل ہیں۔ پھر کہا کہ ''اسے مخالفت نہیں کہتے'' '' اسے کہتے ہیں علمی دلائل''۔ (ملاحظہ ہو ان کی کیسٹ صفحہ نمبر ۳۰۸ کتاب ہذا وغیرہ)۔

الجواب:

اقول: یہ بھی صاحبزادہ صاحب کے ''مجتہد'' اور ''عظیم محقق'' ہونے کا نتیجہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ لاؤڈ سپیکر کے مسئلہ کو اختلافِ زمانہ کی مثال بنانا پرلے درجہ کی دوراز علم بات ہے کیونکہ اس پر اختلافِ زمانہ کا فقہی مفہوم کسی طرح بھی صادق نہیں آتا۔ اس کا تعلق تو محض حادثۃ الفتاویٰ اور بالکل نئے اور جدید پیش آمدہ مسائل سے ہے کیونکہ یہ آلہ دورِ حاضر کی جدید سائنسی ایجادات سے ہے، اسے اختلافِ زمانہ کی مثال بنا کر پیش کرنے کا واضح مطلب یہ ہو گا کہ زمانہ قدیم کے ائمہ و علماء نے ایک خاص سبب کی بناء پر اس کے بارے میں ایک رائے قائم کی تھی جو کچھ عرصہ بعد ختم ہو گیا تو ان کی اس رائے کا حکم بھی موقوف ہو گیا اور اس کے نئے حل کی ضرورت پیدا ہو گئی جو نہایت درجہ مضحکہ خیز اور انتہائی غلط ہے اور صحیح یہ ہے کہ جب یہ نیا نیا منظرِ عام پر آیا تو اس کی حقیقت چونکہ صحیح طور پر معلوم نہ تھی اس لئے اس وقت کے بعض علماء کی تحقیق کچھ تھی پھر جب اس کی اصل حقیقت سامنے آئی تو ان کی وہ سابقہ ذاتی رائے، نظرِ ثانی کی محتاج قرار پائی جب کہ اس کا قابلِ غور اور تحقیق طلب پہلو جسے اس کا مرکزی نقطہ ہونے کی حیثیت حاصل تھی یہ تھا اور ہے کہ اس کے ذریعہ بلند

ہونے والی آواز اصلی آواز ہے یا صدائے بازگشت ہے۔ جن علماء کی تحقیق اس طرف گئی کہ یہ صدائے بازگشت ہے جو حالتِ نماز میں خارج از نماز ہے تو انہوں نے اس کے عدم جواز اور منع کا فتویٰ دیا اور فرمایا یہ ایسے ہے جیسے کوئی نمازی کسی ایسے شخص کا لقمہ حالتِ نماز میں قبول کرے جو خارج از نماز ہو جو بالاتفاق مفسدِ نماز ہے مگر چونکہ یہ آلہ' امورِ واقعیہ میں سے ہے جس کے بار بار مشاہدہ نے اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ اس کی آواز اصلی آواز ہے' صدائے بازگشت نہیں کیونکہ وہ بولنے والے کے خاموش ہو جانے کے بعد سنائی دیتی ہے جب کہ لاؤڈ سپیکر میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ اس سے صرف' بولنے والے کی آواز بلند ہو جاتی ہے جیسے کوئی دونوں ہاتھوں کو منہ کے اردگرد رکھ کر زور سے بولے تو آواز میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس حوالہ سے حکم نہیں بدلا' بلکہ علماء کی تحقیق بدلی ہے اور وہ بھی ان کی جنہوں نے منع کا فتوی دیا تھا کیونکہ علماءِ محققین کا ایک ایسا طبقہ شروع سے موجود رہا ہے جن کی تحقیق اب کی طرح پہلے بھی وہی تھی کہ اس کی آواز اصلی ہے صدائے بازگشت نہیں۔

الغرض لاؤڈ سپیکر کے مسئلہ کو اختلافِ زمانہ کی مثال بنا کر پیش کرنا نہایت درجہ غلط ہے اور علم و تحقیق سے کوسوں دور ہی نہیں بلکہ یہ علم و تحقیق کی سخت توہین بھی ہے۔ پس جس حضرت صاحب کو حادثۃ الفتاوی اور "کم من مسائل تتغیر بتغیر الزمان" میں فرق کا علم بھی نہیں' اس کا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قدس سرہ جیسے مجسّم علم' عالم مجدّد اور ائمۂ مذہب کے گلے پڑ جانا علاماتِ قیامت میں سے نہیں تو اور کیا ہے؟ (فیا للعجب ولضیعۃ العلم والحلم والأدب)

کیا اعلیٰ حضرت سے اختلاف خروج از اہلِ سنّت ہے؟ کا آپریشن :۔

صاحبزادہ صاحب نے اس مقام پر بار بار یہ سوال کیا ہے کہ کیا اعلیٰ حضرت سے اختلاف، خروج از اہلِ سنّت ہے؟ فلاں فلاں نے اعلیٰ حضرت سے فلاں فلاں مسئلہ میں اختلاف کیا ہے، تو کیا وہ آپ سے اختلاف کر کے سنّیت سے خارج یا مرتد ہو گئے؟ (ملاحظہ ہو ان کی کیسٹ سے نقل شدہ تحریر صفحہ نمبر ۳۰۷)

الجواب :۔

اقول :۔ خدانخواستہ اس کا آپ کو کیا اور کیوں شوق ہے؟ نیز خروج نہ ہونے کا یہ مطلب کہاں ہے کہ ہر ایک کو اس کی کھلی اجازت ہے؟ نیز کسی مسئلہ میں آپ سے اختلاف اہلِ سنّت سے خروج نہ بھی ہو تو بھی یہ امر ایک حقیقتِ ثابتہ ہے کہ اعلیٰ حضرت پر جو بھی چڑھائی کی نیّت سے آپ کا مدِّ مقابل بنتا یا آپ کے مقام کو کم کرنے کی کوشش کرتا ہے تو قدرت اسے بہت بُری طرح اوندھا لٹکا دیتی ہے جو آپ کی نہایت درجہ مخلصانہ دینی خدماتِ جلیلہ، آپ کی للّٰہیّت اور بے مثال اخلاص و تقویٰ، ذاتِ خداو ذاتِ رسول (جلّ جلالہ، و صلّی اللہ علیہ وسلم) سے والہانہ اور سچی عقیدت اور آپ کی خداداد مقبولیّت کا ثمرہ ہے۔ انصاف، کا مادّہ باقی ہو تو صاحبزادہ صاحب بھی اس سے انکار نہ کریں گے جس کا اندازہ یہاں سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب سے انہوں نے کنزالایمان کے مقابلہ میں یہ سٹینڈ لیا ہے تو دنیائے سنّیت اور عالمِ عشقِ رسالت میں ان کا وہ مقام نہیں رہا جو اس سے قبل تھا بلکہ وہ روز بروز اس میں انحطاط کا شکار ہوتے چلے جا رہے ہیں اور اب تو یہ صورت حال ہو گئی ہے کہ انہیں شک کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا ہے کہ حضرت صاحب نہ جانے اندرونی طور پر کسی سے مل تو نہیں گئے؟" آگے

آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا"؟ کیونکہ دورِ حاضر میں اعلیٰ حضرت کا نام' حق و باطل کے درمیان امتیاز اور خطِ فاصل کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ صاحبزادہ صاحب دوسروں کی بولی بھی بولنے لگے ہیں چنانچہ ایک مقام پر وہ ایک حدیث کو غلط رنگ دیتے ہوئے وہابیہ کی زبان میں اس کا ترجمہ کرتے ہوئے یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ "صحابہ نے کہا یارسول اللہ ہم آپ کی مثل نہیں ہیں؟ یا رسول اللہ ہم تو آپ جیسے ہیں۔ آپ بھی انسان ہیں ہم بھی انسان ہیں' ہماری بھی دو آنکھیں ہیں آپ کی بھی دو آنکھیں ہیں" (جیسا کہ ان کی کیسٹ میں ہر شخص اپنے سر کے کانوں سے سن سکتا ہے اور کیسٹ سے نقل شدہ تحریر میں صفحہ نمبر۲۹۹ ہر شخص اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کر سکتا ہے)۔ صاحبزادہ صاحب اب خود فیصلہ فرمائیں کہ اعلیٰ حضرت سے ایسا باغیانہ اختلاف' خروج از اہلِ سنّت' وہابیّت یا کم از کم وہابیّت نوازی پر منتج ہے یا نہیں؟

باقی اس حوالہ سے ان کی پیش کردہ جو مثالیں ہیں ہم نے ان کی حقیقت کھول کر واضح کر دی ہے کہ ان میں سے بعض محض مابدولت کی ساخت ہیں' بعض کی نوعیّت آنجناب کے باغیانہ رویّہ اور جارحانہ طرزِ تخاطب سے بالکلیّہ ہٹ کر ہے جن میں سے کوئی ایک بھی ان کے مفید مطلب نہیں۔ مزید اتنا گزارش ہے کہ اعلیٰ حضرت سے اختلاف کی نوعیّت دیکھی جائے گی۔ اگر معمولی سے مسئلہ میں ہو' شرعی گنجائش کے تحت اور نیک نیّتی سے ہو تو سنّیت سے خروج اور گمراہی و ارتداد نہیں۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں "اجتہادی مسائل میں کسی پر طعن جائز نہیں" ملاحظہ ہو (فتاویٰ رضویّہ' جلد نمبر۹' صفحہ نمبر۱۰' طبع کراچی)۔ لیکن اگر اختلاف' دین و مذہب کے کسی ضروری اور بنیادی مسئلہ میں ہو تو آپ سے ایسا اختلاف حسبِ درجہ' ضرور سنّیت سے خروج' ضلالت و گمراہی اور کفر و ارتداد ہو گا۔ ورنہ کیا جن لوگوں نے اپنے بعض اکابر کی بعض گستاخانہ عبارات کی تائید

تے ہوئے آپ سے اختلاف کیا' وہ سنیت سے خارج اور مرتد نہیں؟ اور کیا عرب و عجم کے سینکڑوں علماء و مشائخ نے ایسے لوگوں کے ضال و مضل ہونے اور ان کے کفر و ارتداد کے نہایت درجہ غیر مبہم اور دو ٹوک فتوے نہیں دیئے؟ کچھ تو بولیں ---؟

آخری بحث ("لفظِ گناہ" کی نسبت کے عذرِ مسیح کا آپریشن):-

صاحبزادہ صاحب کی فحش غلطی:-

صاحبزادہ صاحب کے پیشرو علامہ غلام رسول صاحب (نام کے) سعیدی نے تو صرف اتنا کیا تھا کہ کنزالایمان کی تغلیط کے جرم کا ارتکاب کرتے ہوئے محض یہ کہا تھا کہ آیتِ فتح میں نسبتِ حقیقیہ والا ترجمہ ہی صحیح اور یہی درست ہے کہ "ذنب" کی حقیقی نسبت سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دے کر اسے "خلافِ اولیٰ" وغیرہ شایانِ شانِ نبوت معنیٰ میں لیا جائے (جس کی تفصیل گزر چکی ہے) مگر "ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت" کے پیشِ نظر صاحبزادہ صاحب نے نہ صرف کنزالایمان سے بغاوت کرتے ہوئے جرمِ تغلیط کا ارتکاب کیا بلکہ اپنے پیشوائے مذکور سے چند قدم آگے بڑھتے ہوئے یہ دعویٰ بھی کر دیا کہ عام محاورات میں عوام کالانعام کے سامنے بھی لفظِ "ذنب" کو بغیر کسی تقیید کے گناہ کے معنیٰ میں لے لینے میں بھی کچھ حرج نہیں جس پر نہ صرف وہ ڈٹ گئے بلکہ اسے تحریک کی شکل بھی دے دی جس پر وہ تاحال قائم ہیں اور انہیں اس کی بھی کچھ پرواہ نہیں کہ اس حوالہ سے کتنے لوگ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے جو ان کی فحش غلطی ہے جو سچے عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شیوہ ہرگز نہیں کہ یہ قطعاً عشق و ادب کے خلاف ہے اور

ع ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

اس بحث میں یہی " ایک قدم آگے " ہونا ہی ان کا ذاتی کمال ہے باقی ان کی تمام ابحاث' علامہ صاحب کی تحریرات کا چربہ ہیں جنہیں کچھ ترمیم و اضافہ سے پیش کر کے انہوں نے اسے اپنے نام لگا دیا ہے جیسا کہ دونوں کی اس موضوع پر تحریرات کے موازنہ سے پتہ چلتا ہے نیز انہوں نے اپنے لیکچر کی بنیاد بھی علامہ موصوف کی شرح صحیح مسلم کے مندرجات ہی کو بنایا تھا جس کی تفصیل ان کی کیسٹ میں موجود ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ نمبر ۲۹۶

بعض تراجم سے استدلال کا آپریشن :۔

اس سلسلہ میں صاحبزادہ صاحب نے اپنے اس مؤقف (نسبتِ گناہ کے جواز) کے اثبات میں بعض تراجمِ قرآن کو بھی بطورِ دلیل پیش کیا ہے جن میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو ہمیں کچھ مضر یا انہیں کچھ مفید اور ان کے اس ادعائے باطل کی صحیح دلیل ہو کیونکہ ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو غیر متداول ہیں جن کی نسبت ان کے مترجمین (منسوب الیہم) سے بطریقِ شرعی لفظ بہ لفظ (علی الاتصال بسندِ صحیح) ثابت نہیں۔ نہ معلوم وہ کن کن ہاتھوں سے گزرے اور کیا کیا ان میں ترامیم و اضافے کئے گئے جب کہ دین دشمنوں کی اس قسم کی کار گزاریاں بھی ایک حقیقتِ واقعیہ ہیں (جیسے شواہد النبوہ للعلامۃ الجامی قُدِّسَ سِرُّہُ السَّامِی وغیرہ)

اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کی نسبت ان کے مترجمین سے قطعاً محلِ نظر اور غلط ہے جیسے حضرت شاہ ولی اللہ محدّثِ دہلوی' حضرت شاہ رفیع الدین محدّثِ دہلوی اور حضرت شاہ عبدالقادر محدّثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہم کے تراجم قرآن مجید۔ کیونکہ یہ حضرات بذاتِ خود تو صحیح العقیدہ سنّی بزرگان تھے (جیسا کہ

خود اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی تصریحات سے ثابت ہے) مگر شومیٔ قسمت سے ان کے خاندان کے بعض انتہائی قریبی لوگ وہابیہ اور انگریز کے ہتھے چڑھ گئے جنہیں اپنے عزائم کی تکمیل کے لئے خوب استعمال کیا گیا جیسے مولوی اسمٰعیل دہلوی مؤلف تقویۃ الایمان جنہیں شاہ اسمٰعیل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کا حقیقی پوتا تھا۔ پورے برصغیر میں وہابیت کے بانیٔ اول ہونے کا سہرا اسی کے سر ہے۔ پس ان حضرات کی تصانیف و توالیف اور تراجمِ قرآن انہی صاحب اینڈ کمپنی کے ہاتھوں سے ہو کر اشاعت پذیر ہوئے اس لئے ان سب کے مدسوس و مخدوش ہونے کا قوی خدشہ موجود ہے۔

علاوہ ازیں خاندانِ ولی اللّٰہی کے بعض اہم افراد کی بھی اس بارے میں تصریحات موجود ہیں چنانچہ حضرت مولانا ظہیرالدین سیّد احمد نبیرۂ شاہ رفیع الدین کا بیان ہے کہ موضح القرآن جو شاہ عبدالقادر صاحب سے منسوب ہے وہ آپ کی تالیف نہیں۔ اسی طرح شاہ رفیع الدین صاحب سے منسوب ترجمۂ قرآن جو مارکیٹ میں دستیاب ہے یہ بھی آپ کا نہیں کیونکہ آپ نے قرآن مجید کا ترجمہ لکھنا شروع فرمایا تھا تھوڑا سا ہی تحریر کیا تھا کہ آپ کا انتقال ہو گیا پھر بقیہ کو یار لوگوں نے اپنی طرف سے مکمل کر کے اور اس میں من مانی ترمیم و اضافہ کر کے اسے آپ کے نام سے شائع کردیا۔ حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو (ہفت روزہ "الہام" بہاول پور، صفحہ نمبر ۱۱، ۱۴، شاہ ولی اللہ ایڈیشن، مجریہ ۲۱ جولائی ۱۹۸۳ء)

نیز یو پی کے معروف اہلِ قلم سنّی محقق بزرگ عالمِ دین علامہ بدرالدین احمد قادری رضوی کی تحقیق بھی یہی ہے کہ حضرت شاہ رفیع الدین اور حضرت شاہ عبدالقادر علیہما الرحمۃ کے نام سے چھپے ہوئے مترجَم قرآن مجید مدسوس اور قطع و برید کا شکار ہیں۔ ملاحظہ ہو ان کی کتاب (سوانحِ امام احمد رضا، صفحہ نمبر ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، طبع یو پی و پاک) اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کا ترجمہ لفظِ "گناہ"

سے کیا ہی نہیں گیا جیسے حضرت علامہ شرف قادری صاحب دام ظلہم نیز مناظرِ اعظم علامہ محمد عمر صاحب اچھروی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی بعض تالیفات میں آیتِ فتح و حدیثِ شفاعت کا ترجمہ (جن کا صاحبزادہ صاحب نے حوالہ دیا ہے)۔

باقی جو ترجمے بعض علماءِ اہلِ سنّت سے صحیح ثابت ہیں اور ان میں لفظِ "ذنب" کا ترجمہ لفظِ "گناہ" سے کیا گیا ہے وہ بہرحال ان کا تسامح ہے کیونکہ خصوصاً دورِ حاضر میں وہ مسلمانوں کے لئے سخت پریشانی کا باعث ہیں لیکن بایں ہمہ ان کی تکفیر و تضلیل یا تفسیق کا حکم درست نہیں کیونکہ وہ سب عصمت کے قائل ہیں اور علی التحقیق گناہ معاف ہونے کا معنٰی ان کے نزدیک بوجوہِ کثیرہ کنایہ از عصمت ہے۔ (جس کی کچھ تفصیل صفحہ نمبر ۲۳۷ پر گزر چکی ہے) اسی لئے علماءِ محتاطین نے آیتِ ہٰذا میں نسبتِ حقیقیہ والی تفسیر کے پیشِ نظر اس کا ترجمہ فرماتے ہوئے اس کے لفظی ترجمہ پر اکتفا کرنے کی بجائے اس کا مکمل مفہوم لکھ دیا ہے تاکہ عوام کے لئے پریشانی کا باعث نہ ہو جیسے امامِ اہلِ سنّت غزالیٔ زماں علیہ الرحمۃ (کما مرّ) جس سے ان کے ترجمہ کی شانِ برتری کا پتہ چلتا ہے۔

غلط فہمی یا مغالطہ دہی :۔

صاحبزادہ صاحب نے حضرت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی علیہ الرحمۃ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ انہوں نے بھی (ضمیمۂ جاء الحق صفحہ نمبر ۱۴۴ پر) آیتِ فتح میں لفظِ "ذنب" کا معنٰی "گناہ" لکھا اور کہا کہ ان کے لفظ اس طرح ہیں "تاکہ ربّ تعالیٰ تمہارے اگلے پچھلے گناہ معاف کرے" ملاحظہ ہو (ان کی مفصل قلمی تحریر صفحہ نمبر ۱۴۳)۔

الجواب :۔

یہ صاحبزادہ صاحب کی مغالطہ دہی یا غلط فہمی ہے جسے دیکھ کر آنکھیں کھلی

کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ حضرت مفتی صاحب موصوف نے یہ قطعاً نہیں لکھا بلکہ انہوں نے اس کی پر زور تردید فرمائی ہے جیسا کہ ضمیمہ جاء الحق کے حوالہ سے ان کی وہ عبارت مفصل طور پر (صفحہ نمبر ۲۱ پر) گزر چکی ہے۔ باقی یہ لفظ ان کے نہیں بلکہ معترض کے ہیں یعنی معترض نے اعتراض کرتے ہوئے ایسا کہا ہے جس کی ایک دلیل یہ ہے کہ یہ عبارت ان کے رسالہ عصمتِ انبیاء علیہم السلام کی ہے جو جاء الحق میں شامل کیا گیا ہے جو انہوں نے منکرینِ کے عصمتِ انبیاء علیہم السلام پر اعتراضات کے جواب میں تحریر فرمایا ہے تو کیا عقل بھی باور کرتی ہے کہ وہ جس امر کے رد کے لئے بیٹھے تھے اسے خود ہی تسلیم کر لیا ہے۔ علاوہ ازیں صاحبزادہ صاحب کے نقل کردہ جملہ کے آگے لکھا ہے :۔ "معلوم ہوا کہ آپ گنہگار تھے"۔ تو کیا یہ بھی حضرت مفتی صاحب کا عقیدہ ہے۔ نیز اس سے تھوڑا آگے لکھا ہے "اگر گنہگار نہ تھے تو استغفار کیسی"؟ تو کیا یہ بھی ان کے اعتقادیات سے ہے؟۔

پھر حضرت مفتی صاحب کا قول بنا کر ان کی طرف منسوب کردہ یہ عبارت "اعتراض نمبر ۱۰" کے عنوان کے تحت ہے جب کہ ان اعتراضات کے جوابات لکھنے سے پہلے ہی آغاز میں انہوں نے بطورِ تنبیہہ اس کی وضاحت بھی فرما دی ہے کہ وہ آئندہ سطور میں منکرینِ عصمت فرقہ کے جوابات لکھ رہے ہیں جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کو معاذاللہ کبائر کا ارتکاب کرنے والے گنہگار بلکہ کافر و مشرک تک لکھ دیا ہے۔ ملاحظہ ہو (ضمیمہ جاء الحق صفحہ نمبر ۴۲۵)

تعجب ہے کہ ان وضاحتوں کے باوجود صاحبزادہ صاحب اسے نہ سمجھ سکے۔ اور اگر اس سے انہوں نے عمدًا اور جان بوجھ کر مغالطہ دینے یا افتراء باندھنے سے کام لیا ہے تو یہ اور تعجب خیز اور سخت افسوس ناک ہے جس کی وضاحت وہ خود ہی کر دیں تو بہتر ہو گا کیونکہ

ع ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

نسبتِ ذنب کے حوالہ سے آخری سوال کا جواب

حسبِ تفصیلِ بالا لفظِ "گناہ" کی نسبت کے جواز کی بزعمِ خود ایک لاینحل اور آخری دلیل پیش کرتے ہوئے صاحبزادہ موصوف نے کہا ہے کہ اگر ذاتِ سرکار علیہ السلام سے لفظِ "گناہ" کو نسبت دینا گستاخی ہے تو چاہئے کہ آپ سے لفظِ "ذنب" کو نسبت دینا بھی بے ادبی ہو کیونکہ یہ اسی کا ترجمہ ہے فرق صرف یہ ہے کہ "ذنب" عربی کا اور "گناہ" اردو کا لفظ ہے (ملخصاً) ملاحظہ ہو (مغفرتِ ذنب صفحہ نمبر ۳ پر نیز ان کی قلمی تحریر صفحہ نمبر ۱۳)

الجواب:۔

اقول:۔ اوّلاً: خود صاحبزادہ صاحب کے بعض معتمد و مستند حضرات نے آیت میں لفظِ "ذنب" کے بمعنیٰ "گناہ" ہونے سے انکار کیا ہے پس جب بنیاد غلط ہے تو اس مفروضہ کے سہارے قائم کیا گیا استدلال کیونکر درست رہا۔ چنانچہ پیر کرم شاہ ازہری (جنہیں صاحبزادہ صاحب نے مغفرتِ ذنب صفحہ نمبر ۴۴ میں موجودہ دور میں اہلِ سنّت کا عظیم مفکر اور اسکالر لکھا ہے انہوں نے آیتِ ہٰذا کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے "تاکہ دور فرماوے آپ کے لئے اللہ تعالیٰ جو الزام آپ پر (ہجرت سے) پہلے لگائے گئے اور جو (ہجرت کے) بعد لگائے گئے"۔ ملاحظہ ہو (ضیاء القرآن' جلد ۴' صفحہ نمبر ۵۳۱) (اسی طرح نزہۃ القاری' جلد نمبر ۱' صفحہ نمبر ۲۷۶ میں بھی ہے)۔

باقی رہا یہ کہ سورۂ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آیت نمبر ۱۹ کے تحت انہوں نے لفظِ "ذنب" کا معنیٰ "موہومہ کوتاہیوں" سے کیا انہوں نے اسے آپ کی طرح مطلق

نہیں چھوڑا بلکہ اس کی تاویل بھی ساتھ کر دی ہے (فبینک وبینہ بون بعید)

ثانیاً: اس سے بھی قطع نظر کر لیجائے تو اولاً: وہ ہم پر قطعاً حجّت نہیں کیونکہ وہ بھی مسلکِ اعلیٰ حضرت کے بڑے باغیوں میں سے ہیں (جیسا کہ صفحہ نمبر ۴۰ پر اس کی تفصیل گزر چکی ہے)

ثم اقول ثانیاً:۔ آیتِ ہٰذا میں اکیلے لفظِ "ذنب" کی نسبت' سرکار ﷺ کی طرف نہیں بلکہ "غفرانِ ذنب" کی نسبت ہے جب کہ نبی کے حق میں "غفرانِ ذنب" (اس تقدیر پر) یہ ہوتا ہے کہ اس سے اس کا سرے سے صدور ہی نہ ہونے دیا جائے۔ چنانچہ تفسیر الجلالین کے حاشیۂ الجمل (جلد ۴' صفحہ نمبر ۵۷' طبع کراچی) میں ہے:۔ معنی الغفران الا حالۃ بینہ وبین الذنوب فلم یصدر منہ الذنب لان الغفر الستر اما بین العبد والذنب او عقوبتہ فاللائق بہ وبسائر الانبیاء الاول واللائق بھم الثانی قالہ البرماوی اھ۔

نیز تفسیر ابی السعود (جلد نمبر ۷' صفحہ نمبر ۳۰۷ طبع بیروت) میں ہے:۔ وفی اعادۃ صلۃ الاستغفار تنبیہ علی اختلاف متعلقیۃ جنساً اھ (قالہ تحت آیۃ سورۃ محمد ﷺ)

نیز قسطلانی شرح بخاری پھر نزہۃ القاری (جلد نمبر ۱' صفحہ نمبر ۲۷۶۔۲۷۷' طبع کراچی) میں ہے:۔ ای حال بینک و بین الذنوب فلا تاتیھا لان الغفر الستر اھ۔

یہ سوال مبنی بر مغالطہ ہے:۔

صاحبزادہ صاحب کا یہ سوال مغالطہ پر مبنی ہے جو قطعاً اہلِ علم کی شان کے خلاف ہے کیونکہ بحث' عربی محاورہ میں لفظِ "ذنب" کے استعمال کی نہیں بلکہ

مبحث فیہ امر محض اردو محاورہ اور ہماری عام بول چال کے مطابق آپ ﷺ کے حق میں بلا تأویل لفظِ "گناہ" کے استعمال کا جواز و عدمِ جواز ہے جب کہ یہ بھی ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ ایک ہی لفظ ایک زبان میں معظمین کے لئے بعض اوقات بلا نکیر بولا جاتا ہے جو شرعًا اور عُرفًا کسی طرح بے ادبی شمار نہیں ہوتا مگر وہی لفظ یا اس کا ترجمہ شرعًا یا عُرفًا خلافِ ادب قرار پاتا ہے جس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ ازاں جملہ ایک لفظِ "حرام" ہے جیسے قرآن مجید میں کعبۂ مطہّرہ کی مسجد پاک کو "المسجد الحرام" فرمایا گیا ہے۔ لیکن اگر کسی کو "ولدالحرام" یا "حرام زادہ" کہہ دیا جائے تو ہمارے عُرف کے مطابق یہ قطعًا اس کے حق میں گالی اور توہین ہو گا اگرچہ اسے اسی تأویل کی نیّت سے بھی بولا جائے جس کے حوالہ سے وہ مسجدِ کعبہ کے لئے بولا جاتا ہے۔

اسی طرح قرآنِ مجید میں دوزخ کے نگران ملٰئکہ کے لئے جو "اصحٰب النار" کے لفظ وارد ہیں وہ بھی مانحن فیہ کی اہم مثال ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔ "وما جعلنا اصحٰب النار الا ملٰئکۃ" الاٰیہ یعنی ہم نے "اصحٰب النار" صرف ملٰئکہ کو بنایا ہے (پ ۲۹، المدّثر)

ہمارے عُرف و محاورہ میں "اصحٰب النار" کا معنٰی ہوتا ہے "دوزخی"۔ چنانچہ یہ لفظ اس معنٰی میں خود قرآن مجید میں بھی دوسرے مقامات پر موجود ہیں (کما قال تعالٰی والذین کفروا وکذبوا باٰیٰتنا اولٰئک اصحٰب النار الاٰیۃ)

تو کیا اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ عربی میں انہیں "اصحٰب النار" کہہ دیا گیا ہے اس لئے اردو میں بھی انہیں دوزخی کہنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔

نیز اس سے بھی زیادہ آسان اور واضح مثال "بشر مثلکم" کے الفاظ ہیں جو قرآنِ مجید میں رسول اللہ ﷺ کے حق میں وارد ہیں جن کا لفظی ترجمہ کرتے ہوئے حضورِ اقدس ﷺ کو عام محاورہ میں اپنی طرح کا بشر کہنا

اہلِ سنّت کے نزدیک بالاتفاق آپ کی شان میں شدید گستاخی اور سخت بے ادبی ہے جب کہ عربی میں یہ لفظ خود قرآنِ مجید میں موجود ہیں۔ جس سے صاحبزادہ صاحب کو بھی انکار نہیں ہونا چاہئے۔ پھر اس میں اور "ذنب" کا معنیٰ "گناہ" کر کے اسے ذاتِ والا حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نسبت دینے کے حکم میں وجہِ فرق آخر کیا ہو گی؟

ہمارے اس بیان کی تائید حضرت فاتحِ قادیانیت پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ (جنہیں صاحبزادہ نے اپنے متنازع فیہ لیکچر وغیرہ میں ولیِ کامل اور امامِ وقت کہہ کر نہ صرف ان کی توثیق کی ہے، ان سے استناد بھی کیا ہے آپ) کے اس فتویٰ سے بھی ہوتی ہے کہ "بغیرِ انضمام کلماتِ تعظیم صرف لفظِ "بشر" ذکر کرنا جائز نہیں ہے چنانچہ آیتِ کریمہ میں "بشر" کے بعد "یوحیٰ الیّ" اور "تشہّد" میں "عبدہٗ" کے بعد "رسولہٗ" اور کلامِ اہلِ عرفان میں

فمبلغ العلم فیہ انہ بشر۔ وانہ خیر خلق اللّٰہ کلھم (الٰی)

صرف لفظِ "بشر" کا اطلاق بغیر انضمامِ کلماتِ تعظیم نہ چاہئے کہ بوجہِ شیوعِ عرف و قصد فرقۂ ضالّہ صرف "بشر" کہنے میں ابہامِ امر ناجائز کا ہے اھ ملخصاً بلفظہٖ ——— ملاحظہ ہو (فتاویٰ مہریّہ، صفحہ نمبر ۵، طبع گولڑہ شریف)

خلاصہ یہ کہ نسبتِ "گناہ" کے جواز کے ثبوت میں صاحبزادہ صاحب کا لفظِ "ذنب" کی آڑ لینا بھی انہیں کچھ مفید نہیں اور اس سے بھی ان کی "مطلب بر آری" قطعاً نہیں ہوتی اور ان کا یہ استدلال مغالطہ دہی اور خلط مبحث پر مبنی ہے۔

اعلیٰ حضرت کو بڑھ کر ماننے کے الزام کا مزید آپریشن

صفحہ نمبر پر باحوالہ مکمل تفصیل کے ساتھ یہ بحث گزر چکی ہے کہ زیرِ بحث ترجمۂ اعلیٰ حضرت کے خلاف "صاحبان" کے اس قدر شور برپا کرنے کی اصل وجہ ان احادیثِ نبویہؐ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کی پاس کرتے ہوئے آپ ﷺ کی عظمت کو اجاگر کرنا ہے جن کے وہ (ان کے بقول) ۔ یکسر خلاف ہے جس کا خلافِ واقعہ اور غلط ہونا بھی ہم نہایت درجہ ٹھوس دلائل سے ثابت کر چکے ہیں۔ اس مقام پر اس حوالہ سے مزید عرض ہے کہ صاحبزادہ صاحب کا یہ واویلا اگر واقعی مبنی بر اخلاص ہے تو وہ اپنے اس اصول کو یہاں کیوں بھول گئے ہیں اور انہیں یہاں محض بعض علماء کے اقوال کی بناء پر رسول اللہ کی ذاتِ اقدس سے لفظِ "گناہ" کی نسبت دینے پر اصرار کیوں ہے، کیا وہ اپنی لغت کے مطابق ان علماء کو، کہیں رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر تو نہیں سمجھتے (جب کہ ان میں سے بھی انہیں کوئی ایک بھی قول مفید نہیں) بینوا توجروا

مصرع ہے یہ گنبد کی صدا، جیسی کہو ویسی سنو۔

(ناراضگی معاف)

صاحبزادہ صاحب کے گیارہ ستارے :۔

صاحبزادہ صاحب نے اپنی مفصل قلمی تحریر کے اختتام پر (جو انہوں نے رسالہ "مغفرتِ ذنب" سے پہلے سپردِ قلم فرمائی تھی اس میں) اپنے اس "گناہ" کی تائید میں گیارہ حوالہ جات نقل کر کے اپنی فتح کا نعرہ بلند کرتے ہوئے سورۂ یوسف کی آیت (نمبر ۴) سے اقتباس کرتے ہوئے جلی قلم سے لکھا ہے :۔

"انی راءیت احد عشر کوکباً" یعنی میں نے گیارہ ستارے دیکھے ہیں۔

اقول:۔

حضرت صاحب! اس سے آگے " والشمس والقمر " بھی ہے۔ تو کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ سورج چاند کو بھی ملاحظہ فرمالیتے۔ نہ معلوم ان سے آنکھیں بند فرمالینے کی کیا وجہ ہے۔

بہرحال اس پر آپ کو آفرین ہے اور آپ اس پر دادِ تحسین کے مستحق ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے خلاف دی گئی اپنی اس تحریر کو اس کے بلند پایہ معیار سے آپ نے گرنے نہیں دیا بلکہ اسے اوّل تا آخر پوری جدّو جہد کے ساتھ قائم رکھتے ہوئے ادھوری بات کرنے اور من مانے جملے نقل کر کے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی روٹین کی آپ نے مکمّل پاسداری فرمائی ہے۔ ماشاء اللہ

ع ایں کار از تو آید و مرداں چنیں مے کنند

صاحبزادہ صاحب کی اختتامی دعا:۔

صاحبزادہ صاحب نے اپنے رسالہ " مغفرتِ ذنب " کو ان دعائیّہ کلمات پر ختم فرمایا ہے:۔ اللہ تعالیٰ امّتِ مسلمہ کو ضلالت و گمراہی کے گڑھے میں گرنے سے بچائے۔ آمین بجاہ سیّد المرسلین صلّی اللّٰہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین " ملاحظہ ہو (صفحہ نمبر ۵۹)

اقول:۔ ہماری مزید اتنا دعا ہے کہ:۔

اور جو قعرِ ضلالت اور گمراہی کے گڑھے میں گر چکے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اس سے نجات اور جو اس میں گرنے پر کمر بستہ یا اس کے خطرے میں ہیں ان کی اس سے حفاظت فرمائے۔ " وایں دعا از من و جملہ جہاں آمین باد " بحق شفیع العباد یوم التناد صلّی اللّٰہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وتبعہٖ الیٰ

یوم الدین و علینا معہم اجمعین وما علینا الا البلٰغ المبین و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین۔

کتبہ: الفقیر عبدالمجید سعیدی بقلمہ صدر مدرّس و مفتی و مہتمم
دارالعلوم جامعہ نبویہؒ و دارالعلوم جامعہ غوثِ اعظم نبویہؒ
رحیم یار خان (ڈویژن بہاول پور۔ پنجاب۔ پاکستان)

تاریخِ تسوید: جولائی ۱۹۹۷ء

تاریخِ فراغ از تبییض: ۱۱ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ مطابق ۷ جولائی ۱۹۹۸ء بروز پیر

صاحبزادہ صاحب کی متنازع فیہ تقریر کا مکمّل متن:۔
ان کی کیسٹ سے نقل شدہ

نقل کنندہ:۔ فقیر عبدالمجید سعیدی مؤلّف "احمد البیان" المعروف "آپریشن"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ اہم مسئلہ چل رہا تھا عصمت انبیاء کا۔ اور عصمت انبیاء کے سلسلے میں کچھ اعتراضات تھے اس کے جوابات ہم نے آپ کو دیئے۔ اس میں سے سب سے اہم اعتراض یہ تھا کہ آپ کہتے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ معصوم ہیں اور ان سے کوئی گناہ کبھی بھی نہ نبوّت سے پہلے نہ نبوّت کے بعد کبھی بھی کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ تو یہ آپ کا کہنا غلط ہے۔ اس پر اعتراض یہ تھا کہ صاحب حالانکہ قرآن پاک کی آیت ہے اور احادیثِ مبارکہ بہت سی اس میں موجود ہین جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے گناہ سرزد ہوئے جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ نے فرمایا: لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک و ماتأخّر۔ اللہ فرماتا ہے کہ اے محبوبؐ ہم نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب معاف فرما دیئے۔ تو معاف تو اسی وقت ہوں گے جب گناہ ہوں گے۔ اللہ فرماتا ہے "میں نے معاف کر دیئے" تو اس کا مطلب یہ ہے تھے گناہ جب ہی تو معاف ہوئے اور آپ کہتے ہیں گناہ ہی نہیں تھے حضور کے۔ اسی طرح وہ حدیث ہم نے آپ کو کل بیان کی تھی جس میں آتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے صحابہ نے فرمایا ہے آپ اس قدر کیوں عبادت کرتے ہیں کہ آپ کے پاؤں مبارک پر ورم

آ جاتا ہے حالانکہ اب صحابہ وہ دلیل کے طور پر آیت پیش کرتے ہیں کہ حالانکہ اللہ کے آپ نے اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔ آپ یہ کس لئے عبادت کرتے ہیں، حضور نے فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ شکر کے لئے میں یہ کرتا ہو۔ پتہ چلا کہ عبادت شکر کے لئے ہوتی ہے۔ اب یہاں بھی صحابۂ کرام نے یہی معنی لئے تھے کہ اللہ نے آپ کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں تو آپ تو کہتے ہیں کہ نبی کے گناہ ہی نہیں ہوتے۔ حالانکہ گناہ تھے جب ہی تو صحابہ نے یہ فرمایا کہ اللہ نے آپ کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ کی پیچھے ہم نے یہ حدیث بیان کی تھی کہ حضور ﷺ نے استغفار کیا حضور فرماتے کہ میں دن میں ستّر سے زیادہ مرتبہ استغفار کرتا ہوں یعنی بخشش طلب کرتا ہوں حالانکہ بخشش وہی طلب کرتا ہے جس کے گناہ ہوں جب بخشش ہی جب گناہ ہی نہیں ہیں تو بخشش طلب کرنے کا کیا مطلب، استغفار کرنے کا کیا مطلب؟

تو اس کے علماء کرام نے بہت سارے جوابات دیئے ہیں اور کچھ جواب تو ہم نے آپ کو کل بتا دیئے تھے اس کے، کچھ اور جوابات بھی ہیں وہ بھی آپ نوٹ کر لیں بڑے اہم جوابات ہیں اور بڑے عمدہ جوابات ہیں۔

اس میں جو جواب یہ ہے کہ (کچھ دیر خاموشی) انسان جو ہے وہ فطرتاً اللہ کی عبادت کا حق ادا کرنے سے قاصر ہے کہ یہ کتنی عبادت کیوں نہ کر لے سارے دن اور ساری رات بھی اگر عبادت میں لگا رہے تب بھی وہ اللہ کی عبادت کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ اس کی جو شان ہے وہ جس طرح معبود حق ہے اور پھر اس کی عبادت کا حق ہے وہ کسی انسان کے بس کی یہ بات نہیں کہ وہ اللہ کی عبادت کا حق ادا کر سکے۔ اگر ہم ہر سانس کے اندر بھی عبادت کرتے رہیں تب بھی اس کی عبادت کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ تو لہٰذا آپ کو بھی استغفار کا حکم دیا گیا

حضور کو، اور جو حضور نے استغفار کیا یہ فرمایا گیا کہ اللہ نے، میں نے تمہیں معاف کر دیا تو اس سے یہی قصور فطری مراد ہے یعنی فطری طور پر جو انسان کا یہ قصور ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ اس کو بھی اللہ نے فرمایا محبوب! یہ حالانکہ انسان کی قدرت میں نہیں یہ حقیقت میں کوئی گناہ نہیں ہے یہ۔ لیکن قصور تو ہے کہ اللہ کی عبادت کا ہم ادا حق ادا نہیں کر سکے۔ اللہ فرماتا ہے یہ بھی میں نے جو قصور تھا حالانکہ فطری قصور تھا لیکن یہ قصور بھی میں نے آپ کا معاف فرما دیا ہے اور آپ سے اس کا کوئی احتساب نہیں ہو گا۔

تو اس سے جو "ذنب" سے مراد ہے وہ یہی فطری قصور مراد ہے اور اس سے کوئی گناہ مراد نہیں ہے کہ معاذ اللہ حضور نے کوئی معاذ اللہ جھوٹ بولا یا کوئی اور بڑا گناہ کیا، نہیں بلکہ وہ اللہ کی عبادت کا جو حق ادا نہ کر سکے تو اس پہ فرمایا گیا کہ میں نے وہ بھی معاف کر دیئے ہیں یہ مراد ہے۔

اسی طرح اور علماء نے اس کے جوابات دیئے۔

انہوں نے کہا کہ دیکھیں اللہ کی جو نعمتیں ہیں وہ لامحدود ہیں (ناقابل فہم جملہ) .... اللہ کی نعمتیں لامحدود ہیں پھر قرآن میں اللہ فرماتا ہے :۔

و ان تعدو انعمت اللہ لاتحصوھا کہ اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا شروع کر دو تو شمار نہیں کر سکتے .... تمہاری تمام زندگیاں ختم ہو جائیں گی لیکن اللہ کی نعمتیں ختم نہیں ہوں گی۔ یہ جو آدمی پر اللہ کی جو نعمتیں ہیں اس کو آدمی شمار کرنا شروع کر لے تو وہ نعمتوں کا شمار کبھی بھی نہیں کر سکتا۔ اب ظاہر ہے کہ اللہ کی نعمتیں لامحدود اور ہم جو شکر کرتے ہیں وہ محدود ہوتا ہے۔ تو ایک دن میں دس بیس مرتبہ کر لیا سو مرتبہ کر لیں ہزار مرتبہ کر لیں دن اور رات بھی اگر شکر ادا کرتے رہیں یہ کہہ کر یا اللہ تیرا شکر ہے شکر ہے تو وہ بھی اگر آپ شمار کریں تب بھی شمار تو ہو جائے گا اس کا۔ وہ بھی متناہی ہو گا ایک حد ہو گی اس شکر

کی جب کہ اللہ کی نعمتوں کی کوئی حد نہیں۔ اللہ کی نعمتوں کی کوئی انتہا نہیں ہم کتنا ہی شکر لیں ہمارے شکر کی انتہا ہو گی لیکن اللہ کی نعمتوں کی انتہا نہیں ہے۔ تو ظاہر بات ہے اس کے شکر کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اس کی نعمتیں بے شمار ہیں یہ تو کوتاہی رہی ہم سے کہ مولا! تیری نعمتیں جو باقی ہیں تو کیسے شکر ادا کریں تو اللہ نے اپنے محبوب کو فرمایا کہ محبوب! یہ فطری طور پر عجز ہے یہ فطری طور پر آپ عاجز ہیں ہماری نعمتوں کا شکر ادا کرنے سے۔ تو اس کو بھی ہم نے معاف کیا تو یہ معافی تھی۔ یہ شکر نہ کرنے کی معافی مراد ہے۔ کہ جو انسان کے بس میں نہیں ہے فرمایا ہم نے اس کو بھی معاف کیا۔ تو یہ کوئی معصیت نہیں ہے۔ جب بھی استغفار کرتے ہیں حضور حضور اس پہ استغفار کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! میں آپ کی جو شکر ادا نہیں کر سکا ہوں یہ بھی میرا قصور ہے مجھے یہ بھی معاف کر دے۔ اللہ نے فرمایا میں نے معاف کر دیا۔ یہ کوئی گناہ نہیں ہے۔ صاحب یہ بہت اعلیٰ مرتبہ ہے تصوّف کا اور استغفار کا اور اسی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ کا ملا علی قاری نے ایک اور اس کا جواب دیا۔ یہ بھی بڑا حسین اور بڑا پیارا جواب ہے' وہ کہتے ہیں کہ اس کا جواب یہ ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ ہمہ وقت اکثر اللہ تبارک و تعالیٰ کے مشاہدے کے اندر مستغرق رہا کرتے تھے۔ اللہ کے جمال کے اندر' اللہ کے دید کے اندر' یوں روحانی طور پر مستغرق رہا کرتے تھے۔ ہر وقت اللہ کا جمال آپ کی نگاہوں کے سامنے ہوتا تھا اس سے ہم کلام ہوتے تھے۔ اس سے باتیں کرتے تھے۔ غارِ حرا میں چلے گئے اللہ سے ہم کلام ہیں۔ اللہ کا دیدار کر رہے ہیں اللہ کے جمال کے اندر مستغرق ہیں ..... لیکن ظاہر ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ متوجہ ہوتے تھے اپنی امّت کی طرف ..... کا کام بھی تو کرنا ہوتا تھا حضور کو' کسی کو نماز کا حکم بتا رہے ہیں کسی کو روزے کا حکم بتا رہے ہیں کسی کو طلاق کے مسئلے سمجھا رہے ہیں۔ کسی کو عتاق

کے مسئلے سمجھا رہے ہیں، کسی کو زکوٰۃ کے مسئلے سمجھا رہے ہیں کسی کو جہاد کے مسئلے سمجھا رہے ہیں، تو جب آپ متوجہ ہوتے تھے عوم کی طرف، اپنے امتیوں کی طرف۔ تو اس وقت وہ مشاہدہ جو تھا وہ ختم ہو جاتا تھا۔ تو یہ مشاہدے کا جو اعلیٰ مقام تھا اس میں جو فرق پڑتا تھا اس پر حضورِ اکرم ﷺ استغفار کیا کرتے تھے کہ مولا! یہ جو ایک لمحہ میرا گزرا ہے جو اس لمحے کے اندر میں تیرے دیدار سے مشرف نہ ہو سکا اس پر بھی میں استغفار کرتا ہوں۔ یعنی گناہ پر استغفار نہیں ہو رہا بلکہ جو حضور کا اعلیٰ مرتبہ ہے کہ جس اعلیٰ مرتبے کے اندر وہ اللہ کا دیدار نہیں کر سکے اس کو بھی وہ گناہ تصوّر کر رہے ہیں کہ یہ میرے ذات کے لحاظ سے میرے مرتبے کے لحاظ سے یہ گناہ ہے کہ میں نے اتنے لمحے میں اللہ کا دیدار کیوں نہیں کیا تو اس پر بھی استغفار کرتے تھے کہ اے اللہ! اس سے کتنا بُعد رہا ہے اتنی دیر کے لئے اگرچہ میں نے تیرے حکم پر رہا کہ تو نے مجھے بھیجا رسول بنا کر ہے میرا کام یہ ہے کہ دنیا کو پہنچاؤں باتیں۔ تو میں دنیا کو باتیں پہنچا رہا ہوں۔ اب یہ ہے کہ اتنے لمحے کے اندر میں نے تیرا دیدار نہ کر سکا اس پر بھی میں استغفار کرتا ہوں۔ اللہ نے فرمایا یہ میں نے معاف کیا۔ تو یہ استغفار کے معنیٰ ہیں۔

بعض حضرات بعض علماء نے اس کا جواب یہ بھی دیا ہے کہ حضور نے جو استغفار کیا ہے وہ تعلیمِ امّت کے لئے کیا ہے وہ تعلیمِ امّت کے لئے کیا ہے یعنی کیا مطلب۔ اگر حضور استغفار نہ کرتے تو ہمیں کیسے پتہ چلتا کہ گناہ کیسے معاف کرائے جاتے ہیں۔ بھائی ساری چیزیں حضور نے کر کے دکھائی ہیں نا۔ حضور نے نماز پڑھ کر دکھائی ہے ہمیں پتہ چل گیا نماز اس طرح پڑھتے ہیں حضور نے روزہ رکھ کر دکھایا ہمیں پتہ چل گیا روزہ اس طرح رکھتے ہیں۔ اب اگر حضور روزہ نہ رکھتے ہمیں کیسے پتہ چلتا روزہ کس طرح رکھا جاتا ہے۔ نماز نہ پڑھتے ہمیں کیسے پتہ چلتا نماز کس طرح پڑھی جاتی ہے۔ اگر استغفار نہ کرتے تو کیسے پتہ چلتا استغفار

کیا جاتا ہے تو حضور نے ہر چیز عملی طور پر کر کے دکھائی کہ اس طرح یہ کام کیا جاتا ہے تو حضور نے ہمیں بتانے کے لئے ہمیں سمجھانے کے لئے پڑھا کہ استغفر اللّٰہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ معاذ اللہ حضور گنہگار تھے کہ حضور نے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کی نہیں۔ حضور تو گناہوں سے بالکل معصوم تھے۔ ہمیں صرف سکھانے کے لئے حضور نے بتایا کہ اس طرح استغفار پڑھا کرو جس طرح میں استغفار پڑھتا ہوں' یہ بھی علماء نے اس کا جواب دیا ہے۔

امام غزالی نے بھی اس کا جواب دیا ہے وہ بھی بڑا حسین جواب ہے۔ امام غزالی اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ دیکھو قرآن میں اللہ فرماتا ہے وللاخرہ خیر لک من الاولیٰ۔ یعنی اے محبوب آپ کی ہر اگلی حالت جو آنے والی حالت ہے، وہ پچھلی حالت سے بہتر ہے۔ یعنی ہر آپ کی اگلی آن جو ہے وہ ترقی والی ہو گی۔ اے محبوب آپ کی ہر اگلی حالت پچھلی حالت سے بہتر ہے۔ خیر لک من الاولیٰ پہلی حالت سے بہتر ہے آپ کی اگلی حالت۔ تو اس کا مطلب کیا ہے کہ آپ ہر اگلی آنے والی جو آن ہے ہر اگلی آنے والی جو گھڑی ہے آپ کی وہ ترقی والی گھڑی ہو گی یعنی کیا مطلب؟ اس کے اندر آپ کو مزید اللہ کا قرب حاصل ہو رہا ہے اور اب اس وقت اور یہ قیامت اسی طرح چلتا رہے گا۔ یہ نہیں کہ ختم ہو گیا وہ سلسلہ۔ کیونکہ آیت اب بھی موجود ہے اور اللہ فرماتا ہے محبوب آپ کی ہر اگلی حالت آپ کی پچھلی حالت سے بہتر ہے اس کا مطلب ہوا کہ اب بھی حضور کو ترقی ہو رہی ہے اللہ کے قرب کے اندر۔ اب بھی حضور کو اللہ کے قرب میں ترقی ہو رہی ہے ہر آن۔ تو اب ہو جب حضورِ اکرم ﷺ۔ جب حضورِ اکرم ﷺ کو اگلی آن میں اللہ کا جب قرب حاصل ہوتا تھا تو وہ جو پچھلا قرب تھا وہ دوری نظر آتا تھا اللہ سے۔ کہ وہ میں اتنا دور رہا

تھا تو اس دوری پر بھی آپ نے استغفار کیا۔ اللہ اتنی دور میں آپ سے کیوں رہا۔ اس پر بھی یہ میرا گناہ تھا اس پر بھی میں استغفار کرتا ہوں۔ اللہ نے کہا اس گناہ کو بھی میں نے آپ سے معاف کیا حالانکہ وہ گناہ نہیں ہے۔ وہ تو ایک بڑا اعلیٰ مرتبہ تھا لیکن اعلیٰ مرتبے کے مقابلے میں وہ ادنیٰ مرتبہ بھی آپ کو گناہ نظر آ رہا تھا اپنی شان کے لحاظ سے کہ میں اللہ سے اتنا دور رہا پھر اگلے سانس میں جب اور ترقی ملی تو وہ جو مقام ملا تھا قرب' اللہ کے قرب کا وہ بھی دوری نظر آیا آپ کو۔ اس وقت پھر اللہ سے استغفار کیا۔ پھر اور اعلیٰ مقام ملا تو وہ پچھلا نظر آیا۔ الغرض اس طرح حضور کا قیامت تک یہ سلسلہ چل رہا ہے کہ قیامت تک حضور کو اعلیٰ سے اعلیٰ' اعلیٰ سے اعلیٰ' اللہ کا قرب مل رہا ہے حضور کی کوئی ..... انتہا نہیں ہے' یہ نہیں کہ یہاں جا کے قرب ختم ہو جائے گا۔ مدرسے میں چلے گئے قرب ختم ہو گیا انتہا ہو گئی۔ اللہ کے قرب کو انتہا نہیں ہے وہ لامحدود ذات ہے اس کا قرب لامحدود ہے تو حضورِ اکرم ﷺ اللہ کے قرب کی لامحدود منزلوں کو طے کرتے چلے جا رہے ہیں اور ہر آن اس کے اندر آپ کو ترقی ہو رہی ہے تو جب وہ آپ ترقی کی منزلوں پر پہنچتے ہیں تو پچھلی منزل آپ کو جو ہے وہ دوری نظر آتی ہے اللہ سے۔ تو اس پر آپ استغفار کرتے ہیں کہ اللہ میں تجھ سے اتنا دور رہا۔ اس پر بھی میں اس سے بخشش طلب کرتا ہوں اور استغفار کرتا ہوں تو یہ اللہ کے قرب کی جو منزلیں ہیں اور اللہ کے قرب کی جو جھلیں ہیں اس کی ترقی مراد ہے اور استغفار جو ہے وہ دوری جو شمار ہو رہی ہے اس سے حضور اکرم ﷺ استغفار کر رہے ہیں کر رہے ہیں' معاذ اللہ کوئی گناہ نہیں ہے جس پر حضور استغفار کر رہے ہوں۔

بعض حضرات نے اس کا جواب یہ دیا ہے صاحب اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک حضورِ اکرم ﷺ معصوم ہیں حضورِ اکرم ﷺ معصوم ہیں

اور حضور سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا لیکن استغفار جو حضور نے کیا ہے یعنی جو فرمایا گیا ہے کہ ہم نے آپ کے گناہ معاف کئے یہ اظہارِ عبودیت کے لئے ہے۔ حضور کی بندگی کا اظہار مقصود ہے کہ جو بندہ ہوتا ہے وہ اپنے ربّ کے آگے گڑگڑاتا ہے وہ اپنے ربّ کے آگے آہ و زاری کرتا ہے وہ اپنے ربّ کے آگے عجز و انکساری کرتا ہے تو حضور نے اپنی بندگی کے اظہار کے لئے استغفار کیا اور حضور کی بندگی کے اظہار کے لئے کہا تاکہ دنیا کو پتہ چل جائے کہ حضور کو خدا مت سمجھ لینا۔ یہ نبی اللہ کے بندے ہیں۔ یہاں پر حضور نے اپنی بندگی کے اظہار کے لئے اللہ کی بارگاہ کے اندر استغفار کیا تو استغفار' یہ بھی عبد۔ اس کی مثال کیسی ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے حضورِ اکرم ﷺ افضل ہیں خانہ کعبہ سے۔ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ خانہ کعبہ سے حضور کی ذات افضل ہے اور حضور کی ذات کی تو بہت بڑی بات ہے آج میرا نبی جس روضہ شریف کے اندر جلوہ گر ہے حضور جس قبر مبارک میں تشریف فرما ہیں آج روضۂ انوار کے اندر وہ قبر کا حصّہ جو حضور کے جسمِ انور سے لگ رہا ہے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ حصّہ خانہ کعبہ سے بھی افضل ہے اور عرشِ معلّٰی سے بھی افضل ہے یعنی حضور کی جو قبر مبارک ہے جہاں حضور اس وقت جلوہ گر ہیں روضۂ منوّر وہ عرش سے بھی افضل ہے یعنی تمام زمین اور آسمانون سے خانہ کعبہ سے افضل تو عرش ہے ناں۔ وہ فرماتے ہیں علماء کا اتّفاق ہے اس پر کہ وہ حصّہ خانہ کعبہ سے بھی افضل ہے اور عرش سے بھی افضل ہے وہ جگہ جس پر حضور کا جسم لگ رہا ہے تو حضور کے تو جسم کی تو بات ہی کچھ اور ہے وہ تو سب سے اعلیٰ ہے سب سے افضل ہے لیکن اس افضل ہونے کے باوجود حضور کو حکم تھا کہ آپ خانہ کعبہ کو طواف کیجئے حالانکہ حضور افضل ہیں خانہ کعبہ سے بلکہ عرش سے بھی افضل ہیں لیکن حضور نے خانہ کعبہ کا طواف کیا تو اظہارِ عبودیّت کے لئے۔ اپنی بندگی

کے اظہار کے لئے، حالانکہ افضل بنایا اللہ نے، خانہ کعبہ سے حضور کو لیکن اپنی بندگی کے اظہار کے لئے حضورِ اکرم ﷺ نے طواف کیا تو یہی وجہ ہے، اسی لئے حضور کو اللہ نے فرمایا کہ اے محبوب استغفار بھی کیجئے تاکہ آپ کی بندگی کا اظہار ہو جائے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ معاذ اللہ آپ گنہگار ہیں (اذان کی آواز آئی تو جب اللہ اکبر اللہ اکبر کی آواز آئی تو کہا "جلّ شانہ و عمّ نوالہ")

اللہ نے فرمایا محبوب میں نے آپ کو بخش دیا آپ کی مغفرت فرما دی اس کے معنٰی یہ نہیں ہیں کہ معاذ اللہ حضور سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے اور حضور کے گناہ معاف کئے ہیں بلکہ یہ تو ایک عزّت کا اور تکریم کا جملہ ہے یہ۔ جب کسی کی عزّت بڑھانی ہوتی ہے کسی کا مقام بتانا ہوتا ہے تو اس وقت یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی مثال وہ دیتے ہیں جیسے کوئی بادشاہ کسی اپنے وزیر سے خوش ہو جائے وہ کہے جا میں نے تجھے سات خونٰ معاف کئے۔ میں نے تیرے پر سات خون معاف کئے ۔ یعنی اس سے وزیر سے اپنا قرب بتانے کے لئے اس کا ایک مرتبہ ظاہر کرنے کے لئے وہ بادشاہ کہتا ہے کہ تیرے اوپر سات خون معاف۔ "سات خون معاف" کا کیا مطلب؟ کہ اگر تو سات آدمیوں کو قتل بھی کر دے تو تجھے کوئی نہیں پوچھے گا تو تجھے کوئی نہیں پوچھے گا وہ تیرے اوپر معاف ہے بالکل۔ تو اس سے مطلب اس کا یہ نہیں ہوتا کہ معاذ اللہ وزیر نے واقعی سات آدمیوں کو قتل کیا ہے اور اس نے سات آدمیوں کے قتل کو معاف کیا۔ نہیں۔ بلکہ یہ ایک جملہ عزّت کا ہوتا ہے۔ اس میں ایک تعظیم بتانی مقصود ہوتی ہے یہ تکریم بتانی مقصود ہوتی ہے۔ اس کا مرتبہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ بھائی اس کا اتنا بڑا مرتبہ ہے اور یہ میرا اتنا مقرّب ہے کہ اگر سات آدمیوں کو مار دے تو اسے کوئی پوچھ نہیں سکتا تو یہاں بھی اللہ نے اپنے محبوب کے لئے فرمایا محبوب تیرے سارے گناہ معاف ہیں

تیرا میرے قرب کے اندر وہ مقام ہے کہ کوئی تیرے اوپر گناہ اثر نہیں کر سکتا۔
اس کا مطلب یہ نہیں معاذ اللہ حضور نے گناہ کئے ہیں وہ اللہ نے معاف کئے ہیں
نہیں، نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ اللہ نے شان بتائی
ہے حضور کی کہ آپ کے سارے گناہ معاف ہیں۔ یہ ایک شان کا جملہ ہے یہ
عزّت بڑھانے والا جملہ ہے۔ حضور کی شان بتانے کے لئے جملہ بولا گیا ہے۔

سوال:

یہ کس نے کہا ہے؟

جواب:-

جی!

سوال:-

کسی نے کہا ہے؟

جواب:

علّامہ تاج الدّین سبکی رحمۃ اللہ علیہ۔ سبکی سبکی۔ بہرحال یہ متعدّد معنی
تھے۔

ایک اور معنٰی ہیں جو حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے
اپنے ترجمہ قرآن پاک کے اندر بیان کئے ہیں اور انہوں نے اس کا جواب دیا ہے
انہوں نے اس کا ترجمہ جو لیا ہے اعلٰی حضرت عظیم البرکت حضرت مولانا شاہ احمد
رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں پر یہ کیا ہے کہ اے نبی ہم نے آپ کے
سبب سے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف کر دیئے یعنی اس کے معنٰی یہ
بنیں گے اس کے معنٰی یہ بنیں گے یعنی اس آیت کے ترجمہ معنٰی یہ ہوں گے کہ

" ذنبک " کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ کے گناہ معاف کئے بلکہ اس آیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ آپ کے سبب سے ہم نے آپ کی امّت کے گناہ معاف کر دیئے تو لہٰذا اب کوئی اعتراض نہیں ہو گا اس پر کہ صاحب اللہ نے آپ کے گناہ معاف کئے اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ گناہگار ہیں تو مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اپنے ترجمہ کے اندر ایسا ترجمہ کیا کہ جس میں اس اعتراض کا جواب آ جائے اور اس اعتراض کا انہوں نے جواب دیا کہ صاحب اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضور کے گناہ معاف ہوئے۔

بلکہ اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم نے آپ کے سبب سے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے یعنی آپ کی وجہ سے حضرت آدم کے بھی گناہ معاف ہوئے آپ کی وجہ سے حضرت یوسف کے بھی گناہ معاف ہوئے حضرت نوح کے بھی گناہ معاف ہوئے حضرت عیسیٰ کے بھی گناہ معاف ہوئے تمام انبیاء کے لئے اور اس کے علاوہ جو ان سے لغزشیں ہوئیں وہ اور جتنی پچھلی امّتیں گزریں وہ اور آنے ولی جو امّتیں ہیں آپ کی امّت ان سب کے گناہ بھی آپ کے سبب سے ہم نے معاف کئے یہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے مولانا شاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ترجمہ کیا اس کے اندر اور ترجمہ کر کے اس اعتراض کا جو اعتراض ہو سکتا تھا اس کا جواب دیا باقی بیس پچیّس جواب تو میں آپ کو بتا ہی چکا ہوں ایک جواب یہ بھی ہے۔ لیکن یہ جواب جو مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے دیا اس جواب کو بعض اہلسنّت کے وہابی نہیں کبھی آپ سمجھیں کہ وہابی اعتراض کر رہا ہے کہ صاحب وہ تو بری نظر سے اعتراض کر رہا ہو گا نہیں اہلسنّت کے بڑے بڑے مقتدر علماء نے کہا ہے کہ یہ جواب صحیح نہیں جو مولانا احمد رضا خاں صاحب نے جواب دیا ہے جو مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر کے اندر اور اپنے ترجمہ کنزالایمان کے اندر جو یہ ترجمہ کیا ہے علماء کہتے

ہیں اور علماء میں کون ہیں۔

مولانا غلام رسول سعیدی صاحب ہیں یہ اہلسنّت کے بہت بڑے عالم ہیں اور مسلم شریف کی انہوں نے بڑی زبردست شرح لکھی ہے اور بڑے زبردست محدّث ہیں کئی سال سے لاہور میں پڑھاتے رہے ہیں اور آج بھی کراچی کے اندر جامعہ نعیمیّہ کے اندر پڑھا رہے ہیں بہت بڑے محدّث ہیں اور بڑے بڑے علماء انہوں نے بنائے ہیں اہلسنّت کے بہت بڑے عالم ہیں اور انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام شرح مسلم یہ ہے میرے پاس موجود شرح صحیح مسلم یہ مولانا غلام رسول سعیدی صاحب کی ہے اور اس کی یہ جلد ہے ان جلد نمبر آپ نوٹ کر لیں تیسری جلد اور صفحہ نمبر ہے ۹۸۔ اس کے متعلق مولانا احمد رضا خان صاحب کی اس تفسیر کے متعلق مولانا غلام رسول صاحب سعیدی یہ فرماتے ہیں ان کے الفاظ آپ ذرا لکھ لیں آپ لیکن یہ تفسیر یعنی مولانا احمد رضا خاں صاحب نے تفسیر کی ہے پہلے تو انہوں نے لکھا ہے کہ بعض علماء نے بعض علماء سے مراد مولانا احمد رضا خاں صاحب یہ ہمارا اہلسنّت کا طریقہ ہے کہ بے ادبی میں کسی اپنے اوپر بڑے کا نام لے کر اس کی تردید کی جائے۔ لہٰذا انہوں نے نام لے کر اعلیٰ حضرت کی تردید نہیں کی بلکہ "بعض علماء" کہا ہے بعض علماء اس آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سبب سے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہوں کی یا امّت کے گناہوں کی مغفرت کر دی۔ یہی ترجمہ کیا ہے ناں ! اعلیٰ حضرت نے اور تو کوئی نہیں کیا؟ ترجمہ اور اب اس کی تردید کرتے ہیں اور اس کا ردّ کرتے ہیں کہتے ہیں آگے "لیکن یہ تفسیر عبارت لکھئے ان کی احادیثِ صحیحہ کے خلاف ہے اور عقلاً بھی مخدوش ہے" آپ نے عبارت پر غور کی "لیکن یہ تفسیر احادیثِ صحیحہ کے خلاف ہے اور عقلاً بھی مخدوش ہے" یعنی یہ تفسیر کرنا اعلیٰ حضرت کا مولانا احمد رضا خاں

صاحب کا حدیثوں کے خلاف ہے یعنی حدیث اس کی تائید نہیں کرتے اور یہ معنیٰ حدیث کے خلاف ہے جو انہوں نے معنیٰ بیان کئے ہیں اعلیٰ حضرت نے اور عقل کے بھی خلاف ہے۔ اب اس کی انہوں نے دلیل دی ہے تین انہوں نے حدیثیں نقل کی ہیں میرے خیال میں تفصیل میں جانا نہیں چاہتا وہ لمبا پڑے گا مسئلہ صرف ایک حدیث بیان کروں گا آپ کو جو کُل بیان کی تھی کُل والی حدیث کون سی ہے؟ کل والی حدیث یہ ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ سے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ اتنا عبادت کرتے ہیں کہ آپ کے پاؤں مبارک پر ورم آ جاتا ہے۔

اب دیکھئے صحابہ بات کر رہے ہیں کس سے حضور سے بات کر رہے ہیں صحابہ بات کر رہے حضور سے اور کہتے ہیں یا رسول اللہ آپ کو عبادت کرنے کی کیا ضرورت ہے آپ اس قدر محنت کیوں کرتے ہیں اب صحابہ اپنی اس بات پر دلیل لا رہے ہیں کیا دلیل لاتے ہیں لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہ یہی آیت جس پر اعتراض ہے جس کا اعلیٰ حضرت نے ترجمہ کیا ہے اس کو لا رہے ہیں استدلال کے طور پر صحابہ کرام۔ یا رسول اللہ آپ کے تو اللہ نے گناہ سارے معاف کر دیئے ہیں۔ صحابہ کہہ رہے ہیں حضور سے یا رسول اللہ آپ عبادت کیوں کرتے ہیں اللہ نے آپ کے گناہ معاف کر دیئے ہیں اب دیکھئے اگر اس آیت کے یہ معنیٰ ہوئے کہ اللہ نے امّت کے گناہ معاف کر دیئے ہیں تو صحابہ حضور سے کیوں کہتے "اللہ نے آپ کے گناہ معاف کر دیئے ہیں"؟ اور آپ عبادت نہ کیجئے۔ بات سمجھ میں آئی آپ کے؟

صحابہ کرام نے حضور اکرم ﷺ کو کہا یا رسول اللہ آپ عبادت نہ کیجئے کہ آپ کے پاؤں مبارک پر ورم آ جائے آپ اتنی محنت کیوں کرتے ہیں۔ اس لئے کہ آپ کے تو اللہ نے گناہ معاف کر دیئے

ہیں صحابہ کہہ رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات کی تائید کر رہے ہیں ہاں واقعی یہ بات تو صحیح ہے لیکن میں تو شکر کے لئے عبادت کرتا ہوں۔

حضور نے یہ نہیں کہا کہ یہ غلط بات ہے کہ اللہ نے میرے گناہ تھوڑی معاف کئے ہیں امّت کے گناہ معاف کئے ہیں پتہ یہ چلا کہ صحابہ کی نظر میں بھی "لِیَغْفِرَ لَکَ" کا مطلب یہ تھا کہ اللہ نے آپ کے معاف کئے ہیں ذنب اور حضور بھی اس بات کو تسلیم کر رہے تھے اور حضور بھی یہ فرما رہے تھے ہاں تمہارا یہ سمجھنا بالکل صحیح ہے۔ لہٰذا اس کے یہ معنیٰ کرنے کہ نہیں اس آیت کے یہ معنیٰ ہیں کہ حضور کی امّت کے گناہ معاف ہو گئے صحیح حدیث کے خلاف ہے اس حدیث کے یہ معنیٰ نکل رہے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور کے گناہ معاف کئے ہیں اور صحابہ بھی یہی سمجھ رہے ہیں کہ حضور کے گناہ معاف ہو گئے ہیں اور حضور بھی یہ فرما رہے ہیں ہاں میرے گناہ معاف ہوئے ہیں اور گناہ کے معنیٰ کیا ہیں؟ وہ جواب وہی ہیں جو ہم نے آپ کو دے دیئے ہیں پچیّس جواب جو آپ کو دے دیئے ہیں۔

لیکن یہ جواب دینا کہ اس صاحب اس آیت کے یہ معنیٰ ہیں کہ اللہ نے حضور کی امّت کے گناہ معاف کر دیئے یہ حدیث کے خلاف ہے کیونکہ حدیث میں صاحب صحابہ فرما رہے ہیں کہ یا رسول اللہ آپ کے گناہ معاف ہوئے ہیں آپ عبادت نہ کیجئے اور حضور فرما رہے ہیں ہاں ٹھیک ہے میں عبادت کروں گا اس لئے کہ میں شکر کرتا ہوں لیکن حضور نے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے غلط رائے پیش کی ہے یہ تو میری امّت کے بارے میں ہے میرے بارے میں تھوڑی ہے یہ آیت' پتہ یہ چلا کہ یہ صحیح حدیث کے خلاف ہے۔

ایک اور حدیث انہوں نے پیش کی ہے یہ حضرتِ عائشہ بیان کرتی ہیں کہ

رسول اللہ جب صحابہ کو کسی عمل کا حکم دیتے تھے یہ بخاری شریف کی حدیث ہے صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۷ ہے پر یہ بخاری یہ حدیث۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ جب صحابہ کو کسی عمل کا حکم دیتے تھے تو ایسے وہ عمل کا حکم دیتے تھے جس کو وہ آسانی سے کر سکیں یعنی مشکل کام حضور کبھی صحابہ کو نہیں بتاتے تھے نرم نرم کام بتایا کرتے تھے صحابہ نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ کی مثل نہیں ہیں یا رسول اللہ ہم تو آپ جیسے ہیں آپ بھی انسان ہیں ہم بھی انسان ہیں آپ کی بھی دو آنکھیں ہیں ہماری بھی دو آنکھیں ہیں آپ تو عبادت کرتے ہیں تو ہم بھی وہ عبادت کریں اگر آپ سخت عبادت کرتے ہیں ہم بھی سخت عبادت کرلیں گے۔

یا رسول اللہ کیا ہم آپ کی مثل نہیں لاریب اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے ذنب کی مغفرت کر دی ہے یا رسول اللہ، اللہ نے آپ کے اب دیکھئے کہ صحابہ کہہ رہے ہیں'' اللہ نے آپ کے'' یعنی ان کا کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اس لحاظ سے ہم آپ کے مثل نہیں کیوں اس لئے کہ آپ کی شان تو یہ ہے کہ اللہ نے آپ کے سارے گناہ معاف کر دیئے ہیں اور ہم تو وہ ہیں جو گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں ہمارے تو گناہ ہی گناہ ہیں ہمارے لئے تو اعلان نہیں کیا کہ ہمارے گناہ معاف ہو گئے اب اگر یہ آیت کا ترجمہ لیں اعلیٰ حضرت والا تب تو سارے صحابہ کے گناہ معاف ہو گئے ناں۔ امّت کے گناہ'' امّت'' میں صحابہ آ گئے سارے حضور کے گناہ کا مسئلہ نہیں بلکہ امّت کے گناہ ہیں وہ کہتے ہیں یا رسول اللہ ہم تو گناہگار ہیں اللہ نے آپ کے گناہ معاف کر دیئے ہیں لہٰذا آپ کے لئے قلیل عبادت کافی ہے۔ پھر آپ اتنی بڑی عبادت کیوں کرتے ہیں سخت عبادت۔ رسول اللہ ناراض ہو گئے حتیٰ کہ آپ کے چہرے پر ناراضگی کے ظاہر آثار ہو گئے اور آپ نے فرمایا تم سب سے زیادہ متقی اور تم سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھنے والا تم میں سب

سے زیادہ متقی اور اللہ کا علم رکھنے والا میں ہوں لہٰذا عبادت بھی مجھے زیادہ کرنی چاہئے کیونکہ جو علم رکھے زیادہ جو تقویٰ رکھے زیادہ عبادت بھی اسے زیادہ کرنی چاہئے۔ لہٰذا مَیں سب سے زیادہ متقی ہوں اور سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہوں سب سے زیادہ اللہ نے مجھ کو علم عطا فرمایا ہے لہٰذا سب سے زیادہ عبادت بھی میں ہی کروں گا۔

اس حدیث سے بھی مولانا غلام رسول سعیدی یہ استنباط کرتے ہیں اور یہ مسئلہ اخذ کرتے ہیں کہ دیکھیں یہاں بھی صحابہ حضور سے کہہ رہے ہیں یا رسول اللہ! اللہ نے آپ کے گناہ معاف کر دیئے ہیں یہ نہیں کہ ہمارے گناہ معاف ہوئے ہیں امّت کے گناہ معاف ہوئے ہیں لہٰذا " لِیَغْفِرَ لَکَ " کے معنیٰ یہ کرنے کہ امّت کے گناہ معاف ہو گئے ہیں یہ اس حدیث کے بھی خلاف ہے۔ اس حدیث کے بھی خلاف ہے دو حدیثیں اور انہوں نے پیش کی ہیں اس میں بھی کہتے ہیں کہ ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ ان حدیثوں کے بھی خلاف ہے۔

عقلی استدلال:

اب وہ کہتے ہیں کہ یہ عقل کے بھی خلاف ہے یہ معنیٰ لینے جو مولانا احمد رضا خاں صاحب نے معنیٰ لئے ہیں یہ عقل کے بھی خلاف ہے کیوں اس کی وہ دلیل دیتے ہیں وہ کہتے ہیں عقلی بات یہ ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ حضور کا شان بیان کر رہا ہے اللہ تعالیٰ حضور کی شان بیان کر رہا ہے حضور کے مقام اور مرتبے کو بیان کر رہا ہے۔ اور یہ فرما رہا ہے کہ مَیں نے آپ پر بہت بڑا انعام اور اکرام کیا ہے تمام نبیوں کے اندر وہ مرتبہ کسی کو ملا نہیں جو آپ کو ملا ہے۔ کہ میں نے آپ کے سارے گناہوں کو معاف فرما دیا ہے اور گناہوں سے آپ کو محفوظ و مامون فرما دیا ہے۔ تو اگر ہم اس کو یہ کہیں کہ نہیں امّت کے گناہ آپ کے

صدقے میں معاف ہوئے ہیں تو حضور کی خصوصیت ختم ہو جائے گی۔ حضور کا جو ایک مقام ہے خصوصی مقام جو اللہ یہاں بتانا چاہتا ہے وہ خصوصیت اس کے اندر ختم ہو جائے گی پھر وہ دوسرا سوال کرتے ہیں کہتے ہیں عقل کے خلاف اس لئے بھی ہے کہ ہم تم سے یہ پوچھتے ہیں کہ اگر اس آیت کے یہ معنیٰ لیں کہ اللہ نے ساری امّت کے گناہ معاف کر دیئے ہیں تو کیا کسی امّت سے پھر محاسبہ نہیں ہو گا بھئی حضور کی امّت کے اندر گناہ گار بھی تو ہیں نا کسی نے شراب پی ہے کسی نے زنا کیا ہے کسی نے کچھ کیا ہے کسی نے کسی کو مارا ہے کسی نے ڈاکہ ڈالا ہے کسی نے چوری کی ہے کیا ان سے احتساب نہیں ہو گا کیا دوزخ میں اس کو نہیں جلایا جائے گا۔ پھر مغفرت کا کیا مطلب آپ تو کہتے ہیں کہ امّت کے سارے گناہ معاف ہو گئے تو پھر عذاب کا کیا مطلب۔ پھر تو کوئی جہنّم میں جائے گا ہی نہیں پھر تو یہ حدیثوں کے خلاف ہے حالانکہ بہت سے لوگ جہنّم میں جائیں گے بہت سے لوگوں کو عذاب ہو گا جنہوں نے شراب پی ہے انہیں عذاب ہو گا جنہوں نے زنا کیا ہے انہیں عذاب ہو گا جنہوں نے ڈاکے ڈالے ہیں انہیں عذاب ہو گا۔ جنہوں نے قتل کیا ہے ان کو سزا تو ملے گی آپ کیسے کہتے ہیں کہ امّت کے سارے گناہ معاف ہو گئے؟ اور اگر آپ اس کے یہ معنیٰ لیں اگر اس کے یہ معنیٰ لیں کہ نہیں مغفرت کے معنیٰ یہ ہیں کہ حضور کے صدقے میں مغفرت کے معنیٰ یہ ہیں کہ پہلے تو جہنّم میں جائیں گے اور جہنّم میں اپنی سزا بھگت کر پھر وہ جائیں گے جنّت کے اندر تو بھئی اس میں حضور کی کیا خصوصیت ہے؟ یہاں تو اللہ حضور کی شان بیان کر رہا ہے نا! کہ میں نے آپ کے صدقے میں معاف کر دیا تو اس میں حضور کی کیا شان ہے پھر سارے امّتیوں کا یہ حال ہے حضرت نوح کی امّت حضرت آدم کی امّت سب کا یہ عالم ہے کہ جنہوں نے گناہ کئے ہیں پہلے وہ جائیں گے جہنّم کے اندر اپنے گناہ بھگت کے اور پھر وہ سب جنّت میں چلے جائیں

گئے اس میں حضور کی کیا خصوصیت ہے اور یہاں اللہ حضور کی شان بیان کر رہا ہے حضور کی خصوصیّت بیان کر رہا ہے حضور کی تعریف کر رہا ہے تو یہ تعریف نہیں رہے گی حضور کی کہ اللہ یہ فرمائے کہ اے محبوب میں نے آپ کی وجہ سے امّت کے گناہ ایسے معاف کئے ہیں کہ وہ پہلے تو وہ بھگتیں گے جا کے جہنّم کے اندر پھر جائیں گے تو یہ تعریف تو کوئی نہیں ہوئی تعریف کا مقام کوئی نہیں ہوا۔ خلاصہ یہ نکلا خلاصہ یہ نکلا کہ اس آیت کے یہ معنیٰ بیان کرنے اور اس آیت کے یہ معنیٰ نکالنے کہ حضورِ اکرم ﷺ کی وجہ سے اللہ نے امّت کے گناہ معاف کر دیئے یہ معنیٰ لینے حدیث کے بھی خلاف ہیں اور عقل کے بھی خلاف ہے۔

(ایک طالب علم کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے صاحبزادہ زبیر کہتے ہیں!)

اصل مسئلہ یہ ہے جناب جہاں تک مولانا ارشد القادری صاحب نے یہ جواب دیا ہے وہ جواب اس لئے ذہن میں اور عقل کے مطابق نہیں ہے کہ صحابۂ کرام نے صاف یہ استنباط کیا ہے۔

مولانا غلام رسول سعیدی نے وہ استنباط ان کا یہ ہے کہ صاحب صحابۂ کرام یہ فرما رہے ہیں کہ اے محبوب آپ عبادت نہ کریں اللہ نے آپ کے گناہ معاف کر دیئے ہیں بچّے کے سامنے بھی اگر آپ یہ بات رکھیں گے تو وہ بھی کہے گا کہ صاحب صحابہ یہ سمجھ رہے تھے کہ حضورِ اکرم علیہ السلام کے گناہ معاف ہوئے۔

طالب علم :- اس کا ردّ فرمایا ہے علامہ ارشد القادری صاحب نے!

زبیر: کیا فرمایا ہے؟

طالب علم :- کہ یہ غلط ہے۔

زبیر:- کیا کیا غلط ہے؟ آپ جواب دیں۔

طالب علم :- انہوں نے اس کا جواب دیا ہے۔

زبیر:- جی کیا جواب دیا ہے انہوں نے؟

طالب علم :- (آواز صاف نہیں ....)

زبیر:- آپ کی بات ختم ہو گئی؟ تشریف رکھیں۔ اصل مسئلہ یہ ہے جناب کہ جہاں تک مولانا ارشد القادری صاحب نے جواب دیا ہے وہ جواب اس لئے ذہن میں اور عقل کے مطابق نہیں ہے کہ صحابہ کرام صاف انہوں نے یہ استنباط کیا ہے مولانا غلام رسول سعیدی صاحب نے وہ استنباط ان کا یہ ہے کہ صاحب صحابہ کرام یہ فرما رہے ہیں اے محبوب آپ عبادت نہ کریں اللہ نے آپ کے گناہ معاف کر دیئے ہیں بچّے کے سامنے بھی اگر آپ یہ بات رکھیں گے تو وہ یہی کہے گا کہ صاحب صحابہ یہی سمجھ رہے تھے کہ حضور علیہ السّلام کے گناہ معاف ہوئے۔ اس لئے یہ کہاں لکھا ہوا ہے اس کے اندر کہ صاحب یہ غلط معنیٰ ہیں اور صحابہ نے سمجھے نہیں یہ معنیٰ۔ صاف صحابہ یہ سمجھ رہے ہیں۔ صاف صحابہ یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ کے گناہ معاف ہوئے ہیں۔ حدیث کے اندر ہے یہ حضور کی بات مَیں نہیں کر رہا۔ حضور نے کیا سمجھا کیا نہیں سمجھا' کیا کیا انکار کیا لیکن نہیں۔ صحابہ کرام کے قول پہ غور کیجئے صحابہ یہ کہہ رہے ہیں بار بار سارے صحابہ یا رسول اللہ آپ عبادت نہ کیجئے۔ آپ کو عبادت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کس لئے کیوں عبادت نہ کریں کیوں میں عبادت نہ کروں اس لئے کہ اللہ نے آپ کے گناہ معاف کر دیئے ہیں صاف فرما دیا۔ یعنی کہ صحابہ کرام صاف فرما رہے ہیں واضح طور پر فرما رہے ہیں یا رسول اللہ آپ کو عبادت نہیں کرنی چاہیئے۔ اللہ نے آپ کے گناہ معاف کر دیئے ہیں لہٰذا حدیث کے اندر چونکہ یہ بات آ گئی ہے اگر کوئی بعد میں یہ کہتا ہے کہ نہیں صاحب۔ یہ حضور کی امّت کے گناہ معاف ہوئے ہیں اس میں یہ مراد نہیں ہے کہ حضور کے گناہ معاف

ہوئے یہ حدیثوں کے واضح طور پر خلاف ہے۔ کوئی نا اس کا جواب دیں کوئی عقل میں آنے والا جواب ہو جواب دیں ناں۔ محض یہ کہہ دینا صاحب حضور نے نہیں فرمایا یہ نہیں کہا۔ حضور نے کہا ہو یا نہیں کہا، صحابہ کرام کہہ رہے ہیں یا نہیں کہہ رہے۔ یہاں صحابہ واضح طور پر یہ کہہ رہے ہیں۔

طالب علم ...... (آواز صاف نہیں)۔ خلاصہ یہ کہ کسی نے اعلیٰ حضرت سے اختلاف نہیں کیا۔ آپ کون ہوتے ہیں ان سے اختلاف کرنے والے۔ آپ کو اس کا کیا حق پہونچتا ہے۔

زبیر:۔ آپ تشریف رکھیں تشریف رکھیں آپ۔ میرے پاس اس کا جواب ہے میں آپ کو بتاتا ہوں۔ آپ تشریف رکھیں آپ تشریف تو رکھیں ذرا۔

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ...... کا فتویٰ ہے کہ کالا خضاب لگانا جائز ہے۔ پیر نوراللہ بصیر پوری رحمۃ اللہ علیہ نے مکمّل فتویٰ دیا ہے کہ کالا خضاب لگانا جائز ہے۔ تو کیا اعلیٰ حضرت کی اگر کسی نے خلاف ورزی کرلی تو کیا وہ مرتد ہو گیا۔

طالب علم:۔ (........) آواز صاف نہیں۔

زبیر صاحب:۔ (اُڑ اُڑ کر اور پریشانی کے عالم میں) بھئی آپ میری بات سنیں آپ نہ بولیں وہی تو آپ کو بتا رہا ہوں نا۔ آپ چپ رہیں۔ بات سن لیں۔ دیکھیں میں مناظرہ نہیں کر رہا۔ آپ بات نہ کریں، آپ خاموش رہیں اور آگے نہ بولیں ورنہ مَیں آپ کو نکال دوں گا۔ آپ پوری بات سنیں ٹھنڈے دل سے یہ جتنے بیٹھیں ہیں یہ ہم جاہلوں میں ہیں بیٹھے ہیں اس وقت علماء بحث کر رہے ہیں اور وہی باتیں کر رہے ہیں۔ کسی کو یہ حق نہیں پہونچتا کہ یہ ہو گیا وہ ہو گیا فلاں ہو گیا ڈھماکا ہو گیا۔ بات سنیں حقیقت کے اندر۔ فلاں نے کہا فلاں نے کہا۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے فتویٰ دیا ساری حدیثیں ان کی نظر میں تھیں ساری قرآن

کی آیتیں ان کی نظر میں تھیں لیکن اس کے باوجود جناب خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کا علم کے اندر بھی مقام تھا اور احادیث کے اندر بھی مقام تھا انہوں نے اس کا ردّ کیا اور کہا غلط بات ہے بالکل میرے پاس یہ دلیل ہے میرے پاس دلیل ہے میرے پاس یہ دلیل ہے انہوں نے بتایا کہ کالا خضاب لگانا جائز ہے بالکل غلط ہے اعلیٰ حضرت نے جو لکھا ہے تو کیا وہ مرتد ہو گئے۔ کیا وہ کافر ہو گئے .... نہیں مَیں صرف آپ کو بتانا یہ چاہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو خود اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ اگر علم ہو آپ کے پاس تو علم کی بناء پر اگر آپ کے پاس کوئی مضبوط دلیل ہے تو آپ اپنے بڑوں کا ردّ کر سکتے ہیں اور ان کی مخالفت کر سکتے ہیں۔ اور آگے میں اس کو ثابت کرتا ہوں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے علامہ ابنِ عابدین کی کتاب شامی جسے کہتے ہیں اس وقت ردّ المختار درِ مختار' شامی اور اللہ آپ کا بھلا کرے ہدایہ کی شرح۔ ان تین کتابوں پر خواہ وہ دیو بندی ہوں خواہ وہ بریلوی ہوں خواہ کوئی بھی ہو سب فتوے اسی سے دیتے ہیں یوں سمجھئے فقہ حنفی کا سب سے معتبر ذخیرہ ہیں یہ تین کتابیں۔

طالب علم :۔ آواز صاف نہیں (شاید یہ کہ کون کون سی ؟)

زبیر :۔ شامی' درِ مختار یہ وہ دو کتابیں ہیں اور فتاویٰ عالمگیری۔ یہ وہ کتابیں ہیں جس پر تمام علماء کا اتفاق ہے اور سارے علماء اس سے فتویٰ دیتے ہیں اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت' علامہ ابنِ ہمام کو جب بھی خطاب کرتے ہیں نا مولانا احمد رضا خان صاحب۔ ان کا لقب یہ ذکر کرتے ہیں محقق علی الاطلاق علامہ ابنِ ہمام بہت بڑے امام گزرے ہیں ان کو فرماتے ہیں محقق علی الاطلاق نے یہ کہا ہے محقق علی الاطلاق کا مطلب یہ ہے کہ ان کی تحقیق مطلقاً تحقیق ہے۔ جو بھی بات کہتے ہیں وہ صحیح ہے ان کی تحقیق میں کوئی غلطی نہیں ہے۔ ابنِ ہمام کے متعلق مولانا احمد

رضا خان صاحب فرماتے ہیں۔ لیکن آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ جس وقت مولانا احمد رضا خان صاحب فتویٰ دینے پر آتے ہیں تو ایک ایک شامی کی بات میں دس دس غلطیاں نکالتے ہیں اور دس دس دلیلوں سے ان کا ردّ کرتے ہیں اور اپنی دلیلوں کو "تطفّل" کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں کہ میرا بچپنہ ہے یہ۔ اتنے بڑے عالم کی شان میں یہ اعتراض کر رہا ہوں۔ اتنے بڑے عالم کی شان میں میں یہ گستاخی کر رہا ہوں اس کو تطفّل کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں لیکن فرماتے ہیں میرے پاس دلیل مضبوط ہے علاّمہ شامی کے پاس دلیل نہیں ہے۔ درِّ مختار کے پاس دلیل نہیں ہے میرے پاس دلیل مضبوط ہے فلاں کے پاس دلیل نہیں ہے میرے پاس دلیل ہے۔ ابنِ ہمام جس کو وہ کہتے ہیں محقّق علی الاطلاق ہے۔ اس کی جس کی تحقیق میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے اس کے خلاف فرماتے ہیں نہیں اس نے یہ غلطی کی ہے اس کی دلیل فلاں کمزور تھی میرے پاس یہ دلیل ہے اس کی فلاں دلیل کمزور تھی میرے پاس یہ دلیل ہے۔ اس کی فلاں دلیل کمزور تھی میرے پاس یہ دلیل ہے۔ پھر زبردست دلیل لاتے ہیں اور اس سے کیا بتانا چاہتے ہیں۔ صرف بتانا یہ چاہتے ہیں امامِ اہلِ سنّت کہ دیکھو میں جس طرح بڑے بڑے اپنے اکابرین کی مخالفت کر رہا ہوں اپنے علم کے ...... پر۔ میرے پاس دلیل ہے۔ میرے پاس اگر دلیل مضبوط ہے تو ان کی مخالفت کر رہا ہوں کہ اگر میری بھی دلیل کسی کو پسند نہ آئے اور میرے سے بڑی کسی کے پاس دلیل ہے تو اسے حق ہے کہ وہ مجھ پر اعتراض کر سکتا ہے مُخَالِفَتْ کر سکتا ہے۔ اور یہ میں نے معنیٰ نہیں نکالے۔ مفتی شجاعت علی قادری نے یہ معنیٰ نکالے ہیں۔ مولوی مولانا احمد رضا خان صاحب کی ان باتوں سے سنئے ذرا مفتی شجاعت علی صاحب لکھتے ہیں اپنے ایک مضمون کے اندر یہ مضمون ان کا شائع ہوا معارفِ رضا کے اندر۔ یہ ایک رسالہ نکلتا ہے اس میں ان کا مضمون شائع ہوا ہے (طالب

علم نے لقمہ دیا "سہ ماہی")

زبیر صاحب :۔ سہ ماہی نہیں یہ تو ایک کتاب نکلتی ہے کتاب شائع ہوئی ہے اس کتاب کے اندر مفتی **شجاعت علی قادری** جو چیف جسٹس ہیں اہلِ سنّت کے مقتدر عالم ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ جو اعلیٰ حضرت نے اعتراضات کئے ہیں ان سے کیا پتہ چلا ان سے پتہ یہ چلا کہ اگر کسی عالم کے پاس قوی دلائل ہیں کہ وہ اپنے پیش رو یعنی اپنے پہلے جو گزر گئے اپنے پیش رو سے حقِ اختلاف رکھتا ہے۔ اس کو حق پہونچتا ہے کہ وہ ان سے اختلاف کر سکے اگر اس کے پاس مضبوط دلائل ہیں خواہ وہ کتنا ہی محقّق علی الاطلاق کیوں نہ ہو۔ دیکھیں نا ابنِ ہمام محقّق علی الاطلاق تھا۔ لیکن مولانا احمد رضا خان صاحب سے ان کی مُخَالِفَتْ کر کے یہ بتا دیا کہ وہ محقّق علی الاطلاق ہیں اس کے باوجود میں ان کی مُخَالِفَتْ کر رہا ہوں اس لئے کہ میرے پاس دلیل مضبوط ہے لہٰذا اگر مجھ سے بھی زیادہ دلیل کسی کے پاس مضبوط ہو تو میں کتنا ہی محقّق کیوں نہ ہوں اس کو حق ہے کہ وہ اختلاف کر سکتا ہے کیونکہ یہ علمی بحث ہے۔ علمی بحث میں ناراض نہیں ہونا چاہئے علمی بحث کے اندر یہ، نہیں کہنا چاہئے کہ صاحب اس نے تو اختلاف کر دیا اعلیٰ حضرت تو بالکل خطا سے معصوم ہیں وہ تو بالکل خطا سے پاک ہیں وہ تو نبی ہیں بالکل غلطی ہو ہی نہیں سکتی ان سے تو بالکل۔ لہٰذا بالکل جس نے ان کے خلاف بات کی ہے وہ کافر ہو گیا جس نے ان کے خلاف بات کی مرتد ہو گیا اور جناب سُنّیت سے نکل گیا۔ یہ جناب یہ اعلیٰ حضرت نے خود سبق دیا ہے کہ یہ تصوّر مت قائم کرو اپنے ذہن کو وسیع رکھو اور علماء کے اندر جو مقابلے ہوتے ہیں علماء میں جو علمی بحث ہوتی ہے وہ اسی لئے ہوتی ہے۔ آخر اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا۔

اب ایک اور مثال سنتے جاؤ حتّٰی کہ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ائمۂ مذہب یعنی امامِ اعظم ابو حنیفہ ابو یوسف امام محمد سے بھی اختلافِ زمانہ کے باعث اختلاف

جائز ہے اور کیا کسر رہ گئی بھائی۔ امام احمد رضا خان تو بہت دور کی چیز ہے (یہ جملہ طنزیہ انداز میں ہنس کر کہا) جن کے امام احمد رضا خان مقلد ہیں امام اعظم ابو حنیفہ۔ وہ کہتے ہیں اگر آپ کے پاس وزنی دلیل ہے تو امام اعظم ابو حنیفہ کی بھی آپ مخالفت کر سکتے ہیں۔ اختلافِ زمانہ سے۔ اس لئے کہ زمانہ مختلف ہو جاتا ہے نا۔ اس زمانہ کے اندر کوئی اور تھا۔ یہ زمانہ کوئی اور حکم ہے اب اس کی مثال میں آپ کو دیتا ہوں لاؤڈ سپیکر کا مسئلہ۔ ایک زمانہ وہ تھا نیا نیا لاؤڈ سپیکر نکلا سارے پاکستان کے علماء مخالف تھے۔ سب انہوں نے فتویٰ دے دیا جناب یہ حرام ہے اور ناجائز ہے اور اس پہ جو نماز پڑھے گا وہ نماز جائز ہی نہیں ہو گی۔ اب ذرا مجھے آپ یہ بتائیے کہ اس وقت پاکستان کی کتنی مساجد میں نمازیں نہیں ہوتیں لاؤڈ سپیکر پر اور کتنی لوگوں کی نمازیں خراب ہو رہی ہیں۔ خراب نہیں ہو رہیں اس لئے کہ علماءِ اہلِ سنّت نے فتوے دیے ہیں کہ آج مقتدر علماءِ اہلِ سنّت کے فتوے موجود ہیں کہ لاؤڈ سپیکر پہ نماز پڑھانا جائز ہے۔ حتیٰ کہ میرے نانا جی مفتی مظہر اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو دہلی کی جامع مسجد کے امام نہیں تھے بلکہ صرف خطیب بھی تھے مفتی اعظم بھی تھے اور دہلی کے اندر دو مفتی شمار ہوتے تھے ایک وہابیوں کا ایک سنّیوں کا۔

مفتی کفایت اللہ وہابیوں کا۔ اور سنّیوں کا مفتی مظہر اللہ صاحب ہمارے نانا۔ جن کی بارگاہ کے اندر اور خدمت میں بھی جھک کر آیا کرتا تھا۔ اور لیاقت علی بھی حاضری دیا کرتا تھا۔ اپنے وقت کے محقّق تھے امام تھے۔ انہوں نے جناب اس زمانہ کے لحاظ سے فتویٰ دیا تھا کہ لاؤڈ سپیکر پر جائز نہیں ہے نماز پڑھانا۔ لیکن ہم ان کے نواسے ہو کر آج ان کے خلاف یہ فتویٰ دے رہے ہیں کہ صاحب لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھانا جائز ہے۔ زمانہ بدل گیا اس کے دلائل ہمارے نظر کے اندر وزنی ہیں۔ اب کوئی یہ نہ کہے صاحب یہ تو اپنے نانا جی کے مخالف ہو

گئے۔ لیجئے صاحب یہ تو اپنے نانا مفتی مظہراللہ صاحب کے مخالف ہو گئے اسے مخالفت نہیں کہتے۔ اسے کہتے ہیں علمی دلائل۔ اگر کسی کے پاس علمی دلائل ہوں اس کا وزن ہو تو اس میں برا نہیں ماننا چاہئے اس سے ناراض نہیں ہونا چاہئے توہین نہیں کرنی چاہئے اس کی کہ صاحب یہ تو کچھ نہیں جانتا اور اس پر یہ اعتراض کرنے چلا ہے اس کے پاس وزن ہے اس کے پاس دلائل ہیں اختلافِ زمانہ کے لحاظ سے اس کو حق پہونچتا ہے اور مفتی شجاعت صاحب تو یہ تک کہتے ہیں کہ امام احمد رضا تو بہت دور کی چیز ہیں امامِ اعظم صاحب کی بھی مخالفت کر سکتے ہیں امام ابو یوسف جس کے ہم مقلّد ہیں جن کے اختلاف میں ہمیں کوئی حکم نہیں تھا کہ ہم ان سے اختلاف کر سکیں امام اعظم سے ہم اختلاف نہیں کر سکتے لیکن کسی عالم کے پاس اگر زبردست دلائل ہیں اور زمانہ مختلف ہو گیا ہے تو اختلافِ زمانہ کے لحاظ سے آپ ان سے بھی اختلاف کر سکتے ہیں۔ جناب یہ مسئلہ ہے یہ فتویٰ ہے۔ اور اس سے ناراض نہیں ہونا چاہئے کہ دیکھو صاحب یہ کیا ہو گیا یہ کیوں ہو گیا اور یہ کس طرح ہو گیا۔ آگے وہ لکھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت روشن دماغ تھے۔ یعنی امامِ اہلِ سنّت۔ وہ محققین سے اختلاف کر کے بلکہ مذاہب سے بھی اختلافِ زمانہ کے باعث اختلاف کو جائز قرار دیتے تھے۔ خود امامِ اہلِ سنّت کا فتویٰ ہے کہ جائز ہے اور اختلاف کرنا۔ اسی طرح آپ نے بعد والے اہلِ علم کے لئے بھی گنجائش رکھی یعنی اپنے بعد آنے والوں کے لئے بھی گنجائش رکھی یعنی مولانا غلام رسول سعیدی کے لئے بھی گنجائش ہے۔ کیا گنجائش ہے۔ پیر مہر علی شاہ صاحب کے لئے بھی گنجائش ہے۔ کیا گنجائش ہے کہ اگر ان کے بیان کردہ مسئلے پر مزید بحث کی جا سکتی ہو تو یہ گنجائش باقی رکھی ہے کہ وہ ان سے اختلاف کر سکتے ہیں اس لئے کہ وہ حرام نہیں ہے وہ ناجائز نہیں ہے کہ جو اعلیٰ حضرت نے لکھ دیا ہے وہ

جفت القلم ہو گیا کہ کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ پیر مہر علی کو بھی اللہ نے علم عطا فرمایا تھا وہ بھی اپنے زمانہ کا عالم تھا اور علم کا اس کے پاس یہ مقام تھا اور اس کے کیا نام ہے روحانیت کا یہ مقام تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی سامنے بیٹھا ہوا تھا آپ نے قلم سامنے رکھ دیا فرمایا تو اگر برحق ہے تو قلم کو حکم دے کہ لکھ ورنہ میں نبی کا غلام ہو کر قلم کو حکم دیتا ہوں وہ خود بخود لکھنا شروع کر دے گا۔ (نعرۂ تکبیر، نعرۂ رسالت، نعرۂ غوثیہ)

اگر ایسا محقق اتنا بڑا امام ہے اہلِ سنّت کا جس پر احسان ہے وہ اگر اعلیٰ حضرت کی مخالفت کرتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں معاذاللہ مرتد ہو گیا وہ سنّت سے بھی نکل گیا وہ۔ اس نے تو یہ خدمت کی ہے۔ آستانۂ عالیہ سیال شریف، گولڑہ شریف جتنے بھی آستانے ہیں وہ سارے کے سارے اس کے وہ کیا نام ہے وہ نکلے ہوئے ہیں ان کے فیض علمی بحث کرتا ہے اگر کسی کے پاس وزن ہے تو۔ اچھا اور سنئے صاحب لیکن اعلیٰ حضرت کی مخالفت کرنے پر غلام رسول سعیدی پر تو فتویٰ لگا دیا آپ، نے کہ یہ تو بہت سخت مزاج ہے۔ شعار ہے اور یہ اس کی بڑ ہے فلانا ہے ڈھماکا ہے لیکن کیا پیر مہر علی شاہ صاحب پر بھی آپ یہ فتویٰ لگائیں گے پیر مہر علی شاہ صاحب کو چھوڑو اور بھی اشارے سنئے۔

اعلیٰ حضرت کا فتویٰ ہے اور یہ کتاب ہے اعلیٰ حضرت کی۔ اس میں اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے کہ جو آپ قوالیاں سنتے ہیں نا جو مزامیر کے ساتھ غلام فرید کی قوالیاں، عزیز میاں کے قوال۔ وہ ساری حرام ہیں۔ حرام۔ جس طرح زنا کرتا ہے نا کوئی حرام ہے اور اس کا گناہ ہو گا اسی طرح آپ جو قوالیاں سنیں گے اس کا گناہ ہو گا آپ کو لہٰذا جتنے بھی یہ سنّی ہیں نا اعلیٰ حضرت کو ماننے والے ان کو نہیں سننا چاہیئے قوالی بالکل۔ بہت احتیاط کرنے چاہیئے۔ اس معاملے کے اندر۔ خود اعلیٰ حضرت کا فتویٰ ہے کہ بالکل حرام ہے۔ قوالی کا سننا قطعاً کوئی قوالی نہ سنے لیکن

جناب اعلیٰ حضرت کے خلاف اسی صدی کا میرے متعلق بات کرتے ہیں اسی صدی میں پیدا ہو گیا۔ اسی صدی کے اندر علاّمہ کاظمی صاحب پیدا ہوئے اسی صدی کے اندر علاّمہ عطا محمد بندیالوی پیدا ہوئے جو اس وقت پاکستان کے تمام اکثر علماء کے استاذ ہیں ان کی شان یہ ہے کہ پاکستان میں جتنے مدرسے چل رہے ہیں اس وقت وہ ان کا صدقہ ہے میں یہ کہتا ہوں مولانا عطا محمد صاحب بندیالوی کا اور علاّمہ کاظمی صاحب کا کہ یہ دونوں اگر دین کی خدمت نہ کرتے تو آج آپ کو مدارس بند نظر آتے۔ کوئی آپ کو سنّی نہ ملتا۔ یہ جتنے سنّی نظر آرہے ہیں جتنے مدرسے کھلے ہوئے ہیں کراچی میں حیدر آباد کے اندر پشاور میں لاہور کے اندر یہ سارے مولانا عطا محمد صاحب کے شاگرد ہیں یا علاّمہ کاظمی صاحب کے شاگرد ہیں۔ اور وہ علاّمہ کاظمی صاحب وہ علاّمہ عطا محمد صاحب نے اتنے، موٹے موٹے رسالے لکھے کہ مزامیر کے ساتھ سننا جائز ہے یہ غلط ہے۔ اعلیٰ حضرت کا فتویٰ کہ سماع مزامیر کے ساتھ تو سننا جائز نہیں ہے۔ یہ بالکل جائز ہے اور بالکل غلط بات ہے ان کی چلئے صاحب اب فتویٰ لگانا مولانا علاّمہ کاظمی صاحب پر علاّمہ کاظمی صاحب کے تمام جتنے بھی شاگرد ان کے ہیں ان کو بھی نکالئے سنّیت سے۔ ان سے بھی کہئے کہ تم اعلیٰ حضرت کی دشمنی کر رہے ہو۔ یہ اعلیٰ حضرت کی دشمنی ہے نہیں یہ (دشمنی نہیں ہے) یہ علمی بحث ہے اس کو کہتے ہیں علمی بحث۔ علمی بحث کے اندر اگر کوئی کرتا ہے اختلاف تو اس کو حق پہونچتا ہے کہ وہ اختلاف کر سکے کہ اس لئے کہ اللہ نے اسے علم عطا فرمایا ہے۔ اور سنئے جناب آخر میں ختم کرتا ہوں اس بات کو۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں نا؟ (طنزیہ لہجے میں) کہ اعلیٰ حضرت سے تو کوئی غلطی ہو ہی نہیں سکتی۔ اس پر کرتا ہوں اعلیٰ حضرت کو میں نے دیکھا اعلیٰ حضرت سے تو غلطی ہو ہی نہیں سکتی صاحب۔ جو انہوں نے کہہ دیا وہ بالکل صحیح ہے۔ اب میں آپ کو کتاب سے

ثابت کر سکتا ہوں کہ اعلی حضرت سے غلطی ہوئی ہے اور اعلیٰ حضرت نے مان لی ہے غلطی۔ آپ نہیں مانتے انہوں نے خود مان لی ہے غلطی۔ سنئے جناب بات .... اعلیٰ حضرت خود اپنی غلطی تسلیم کر رہے ہیں اور وہ بتا رہے ہیں کہ غلطی ان سے بھی ہو سکتی ہے وہ یہ، نہیں کہتے کہ میں نبی ہوں معصوم ہوں مجھ سے غلطی نہیں ہو سکتی۔

یہ کتاب ہے جناب اس کا نام ہے حیاتِ اعلیٰ حضرت ۔ یہ ان کے ایک خلیفہ ہیں مولانا ظفرالدین رضوی۔ انہوں نے یہ کتاب لکھی ہے بڑی طویل کتاب ہے۔ ہندوستان سے چھپی ہوئی ہے یہ واقعہ انہوں نے لکھا ہے ذرا واقعہ سن لیجئے آپ ان کے الفاظ ہیں۔ اعلیٰ حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا ادب کیا کرتے تھے۔ جب وہ تشریف لاتے تھے چہرے کی حالت بدل جایا کرتی۔ مولانا عبدالقادر بہت بڑے عالم گزرے ہیں۔ عجیب رونق اور چہل پہل ہو جایا کرتی تھی۔ اور جب وہ تشریف لے جاتے تھے تو باوجودیکہ سب لوگ موجود رہتے تھے مگر ایک ویرانگی اور اداسی چھا جاتی تھی۔ اس عزّت و توقیر کے باوجود اب سنئے بات اعلیٰ حضرت بھی ان کی عزّت کیا کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت بھی ان کا احترام کیا کرتے تھے۔ عزّت و توقیر کے باوجود بعض بعض مسئلوں میں کچھ اختلاف بھی ہوتا تھا الخ۔

ملنے کے پتے

۱ کاظمی کتب خانہ عقب جامعہ غوث اعظم داتا گنج بخش روڈ رحیم یار خان فون ۱۳۶۱ ۷۷

۲ شبیر برادرز ۴۰ بی' اردو بازار لاہور فون نمبر ۲۴۶۰۰۶ ۷۷

۳ ضیاء القرآن پبلی کیشنز' گنج بخش روڈ لاہور فون ۲۲۱۹۵۳ ۷۷

۴ پرگریسو بکس ۴۰ بی' اردو بازار لاہور فون ۳۵۲۷۹۵ ۷۷

۵ مکتبہ اسلامیہ '۴۰' اردو بازار لاہور '۳۵۴۸۵۵ ۷۷

۶ ضیاء الدین پبلی کیشنز' نزد شہید مسجد کھارادر' کراچی' فون ۲۰۳۴۶۴

۷ مکتبہ قادریہ' عقب داتا دربار' لاہور

۸ مسلم کتابوی عقب داتا دربار' لاہور

۹ مکتبہ قادریہ' جامع نظامیہ' اندرون لوہاری گیٹ' لاہور

۱۰ مکتبہ نوریہ رضویہ' گنج بخش روڈ' لاہور

۱۱ چشتی کتب خانہ نزد ارشد مارکیٹ جامع رضویہ' فیصل آباد

۱۲ کاظمی کتب خانہ' اندرون بوہڑ گیٹ' ملتان

۱۳ کاظمی پبلی کیشنز' انوار العلوم' ملتان

۱۴ مکتبہ رضوان' گنج بخش روڈ' لاہور ۱۵ مکتبہ نوریہ رضویہ' سکھر

۱۶ مکتبہ ن نبویہ' گنج بخش روڈ' لاہور

۱۷ مکتبہ رضائے مصطفیٰ چوک دارالسلام' گوجرانوالہ

۱۸ قادری کتب خانہ تحصیل بازار' سیالکوٹ شہر' فون ۵۱۹۶۷

۱۹ مکتبہ صابریہ' اردو بازار' لاہور ۲۰ مکتبہ السنہ' ملتان شریف

۲۱ کتب خانہ حاجی مشتاق احمد' اندرون بوہڑ گیٹ' ملتان

۲۲ حجاز پبلی کیشنز' مرکز الاویس' ستا ہوٹل' داتا دربار مارکیٹ' لاہور

۲۳ امام احمد رضا اکیڈمی' رحمانیہ مسجد' اختر رضا چوک' حیدر آباد

۲۴ مکتبہ برکاتیہ قاسمیہ شارع مفتی خلیل خان' حیدر آباد

۲۵ مکتبہ عطاریہ' خان پور ۲۶ مکتبہ اویسیہ' بہاول پور

۲۷ جیلانی کتب خانہ اینڈ کیسٹ ہاؤس